فجعلناهم سلفاً ومثلاً للآخرین

علمای سلف

مع دو ضمیمہ کے

رسالہ مقتضان الاسلام و علم کی فضیلت مین

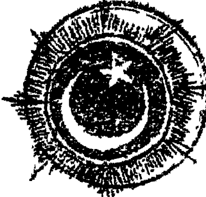
یعنے گذشتہ علمای الاسلام کی حالات مین ایک تاریخی رسالہ

(جس کو)

جناب مولانا مولوی حبیب الرحمن خان صاحب شیروانی رئیس بھیکن پور ضلع علیگڈہ

نے

ندوۃ العلماء کے چھٹے سالانہ جلسے مین بمقام میرٹھ پیش کیا

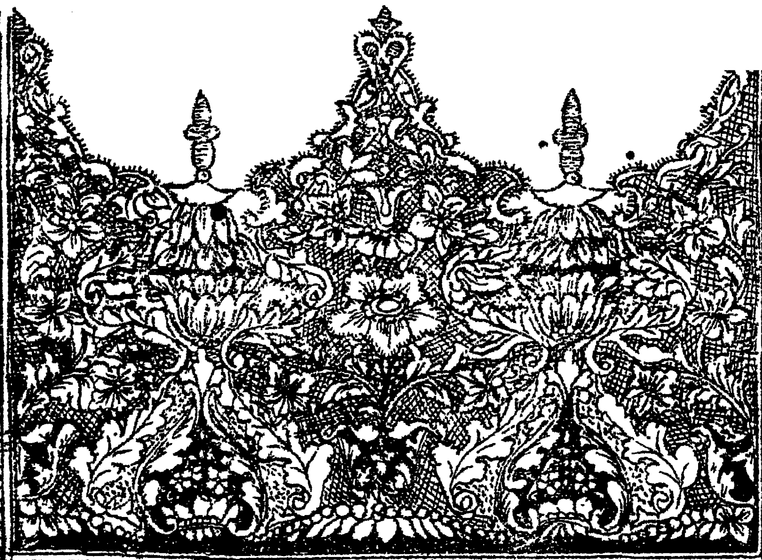


حسب فرمایش جناب مولانا مولوی محمد مراد صاحب

مطبع محبوب باہتمام حاجی حبیب الرحمن خان کے طبع ہوا

دار العلوم

اگرچہ آج کل عربی کے بہت سے چھوٹے بڑے مدرسے قایم ہوتے جاتے ہین مگر علوم عربیہ اور دینیہ کی جیسی ترقی ہونی چاہیے نہین ہوتی بلکہ روز بروز طلبا کے اخلاق و عادات ابتر ہوتے جاتے ہین اور جو نامور اور باکمال علما اٹھتے ہین انکا کوئی جانشین اور قایم مقام نہین ہوتا اگر چند دنون خدانخواستہ یہی حالت رہی تو اسبات کا اندیشہ ہے کہ رفتہ رفتہ علوم عربیہ دنیا سے رخصت ہو جائینگے اور جو ہماری مذہبی واقفیت کا ذریعہ تہا اسکے مٹ جانے سے ہم قرآن و حدیث کے سمجھنے سے عاجز ہو جائینگے یا یون کہنا چاہیے کہ اپنے دین و مذہب کو کہو بیٹہین گے (خدا نکرے) اسلیئے ندوۃ العلما نے علما اور رؤسا کے مشورے سے یہ تجویز کیا اور ایک اسلامی دار العلوم قایم کیا جاے جسمین ابتدا ہی سے خاص طرح کی تعلیم و تربیت دیجاے تاکہ ایسے روشن دماغ طلبا پیدا ہون جو علاوہ علمی فضل و کمال کے اپنی خوش اخلاقی کی وجہ سے ہر دل عزیز ہون اسی تجویز کے موافق یہ طے ہوگیا کہ بالفعل دار العلوم کا ابتدائی درجہ لکھنؤ مین کہولدیا جاے اس مدرسے مین صرف و نحو کی پوری اور ادب فقہ حدیث عقاید تفسیر منطق کی بقدر ضرورت تعلیم ہوگی اور حساب ہندسہ اور فرائض کے عملی مشق کرائی جائیگی اسکا بہی انتظام کیا جائیگا کہ انگریزی خوان طلبہ کو دینیات اور عربی کی تعلیم دیجاے دار المقامہ (بورڈنگ ہوس) بہی قایم کیا جائیگا جسمین طلبا کی سکونت خورد و نوش لباس علاج اور ورزش جسمانی کا انتظام ہوگا اور تربیت اور درستی اخلاق کی خاص طور پر نگرانی کیجائیگی جو لوگ اپنے مصارف کے خود متکفل ہوسکتے ہین ایسے دار المقامہ کے مصارف لیے جائینگے اور جو طلبا غیر مستطیع مگر شایق و ذہین ہونگے ان کو مدرسے کیطرف سے وظیفہ دیا جائیگا پس جو لوگ اپنی اولاد کو انگریزی تعلیم دلانا چاہتے ہین انکے لیے ضرور ہے کہ پہلے دار العلوم کے اس مدرسے مین اپنے لڑکون کو داخل کرین تاکہ وہ تہوڑی سی عربیت اور دینیات سے بقدر ضرورت واقف ہو جائین اور ابتدا ہی سے انکے دلون مین ایمان کا تخم جم جاے اور جب وہ انگریزی تعلیم حاصل کرین تو آزادی اور دہریت کے اثر بد سے محفوظ رہین اور اسکے علاوہ انکو وہ استعداد پیدا ہو جاے کہ جب وہ اسمین ترقی کرنا چاہین تو کرسکین



بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

خزاں رسید و گلستان و آں جمال نماند	سماع بلبل شوریدہ رفت و حال نماند
نشان لالہ این باغ از کہ می پرسی	برو کہ آنچہ تو دیدی بجز خیال نماند

شوال ۱۳۱۱ھ کا ذکر ہے کہ ندوۃ العلما کا اول اجلاس شہر کانپور میں منعقد ہوا تھا جسمیں دیار ہند کے اکثر مشاہیر علما رونق افزا تھے۔ بزم انکے جمال کمال سے روشن تھی اور نگاہ انکے کمال جمال سے منور اور ایک ایسا پاکیزہ منظر پیش نظر تھا جو تاریخ ہندوستان میں اپنی آپ ہی نظیر تھا۔ میری آنکھیں جب ان نورانی شکلوں کے دیدار سے فیضیاب ہوئیں تو چشم بصیرت میں ایک نور پیدا ہوا جسکی روشنی میں وہ زمانہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا جو فضائے عالم میں صدہا برس کی راہ طے کر چکا ہے یعنی متاخرین کا مجمع دیکھکر متقدمین کا تصور بندھا اور انکے حالات کے مطالعہ کا شوق دل میں پیدا ہوا۔ یہ شوق ہنوز دل میں قائم تھا کہ جناب مولانا سید محمد علی صاحب ناظم ندوہ نے ایک نقشہ مضامین شائع فرمایا جسمیں چند عنوان اس غرض سے درج تھے

کہ آئندہ جلسہ وہ کے لئے مضامین لکھے جائیں۔ اتفاقاً انہیں ایک عنوان "علمائے سلف" بھی تھا۔ اس نقشے کو دیکھکر پہلی تحریک میں ایک تازہ جوش پیدا ہوا اور باوجود بے مائگی یہ سوچکر کہ اس ذریعے سے چندے اُن بزرگوں کی بھی معنوی ہمنشینی نصیب ہو جائیگی عنوان بالا کو میں نے لے لیا۔

گرچہ از نیکاں نیم خود را بہ نیکاں بستہ ام ✣ در ریاض آفرینش رشتۂ گلدستہ ام ✣

اس رسالے کی تیاری کیواسطے حسب ذیل کتابیں میں نے لفظ بلفظ پڑھیں اور انمیں سے حالات انتخاب کیے۔ تذکرۃ الحفاظ از امام شمس الدین ذہبی المتوفی سنہ ۷۴۸ھ (کشف الظنون) مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن۔ وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان از قاضی القضات ابی العباس احمد ابن خلکان المتوفی سنہ ۶۸۱ھ مطبوعہ مطبع میمنیہ مصر ۱۳۱۰ھ نزہۃ الالبا فی طبقات الادباء از امام ابی البرکات عبدالرحمن ابن محمد انباری المتوفی سنہ ۵۷۷ھ (کشف الظنون) مطبوعہ مصر سنہ ۱۲۹۴ھ عیون الانباء فی طبقات الاطباء از طبیب عالم موفق الدین ابو العباس احمد بن قاسم المعروف ابن ابی اصیبعہ المتوفی سنہ ۶۶۸ھ مطبوعہ مطبع وہبیہ مصر سنہ ۱۲۹۹ھ الشقائق النعمانیہ فی علماء الدولۃ العثمانیہ از مولی طاشکبری زادہ رومی المتوفی سنہ ۹۶۸ھ (العقد المنظوم) مطبوعہ مطبع میمنیہ مصر سنہ ۱۳۱۰ھ العقد المنظوم فی ذکر افاضل الروم مطبوعہ مطبع بالا۔ ان کتابوں کے علاوہ حسب ذیل کی کتابوں سے بھی مدد لیگئی ہے۔ مقدمہ فتح الباری للامام ابن الحجر العسقلانی المتوفی سنہ ۸۵۲ھ (کشف الظنون) مطبوعہ مطبع انصاری دہلی سنہ ۱۳۰۲ھ الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان للمفتی احمد بن الحجر المکی المتوفی سنہ ۹۷۳ھ مطبوعہ مطبع میمنیہ مصر سنہ ۱۳۱۱ھ رحلۃ ابو عبداللہ محمد ابن عبداللہ المعروف بابن بطوطہ[عہ] مطبوعہ مطبع وادی النیل مصر سنہ ۱۲۸۷ھ۔ کامل از علامہ ابن اثیر جزری المتوفی سنہ ۶۳۰ھ (ابن خلکان) مطبوعہ مطبع ذات التحریر مصر سنہ ۱۳۰۳ھ الملل والنحل از عبدالکریم شہرستانی [illegible] مطبوعہ سنہ ۱۲۸۸ھ۔ بستان المحدثین از شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم مطبوعہ مطبع منشی محمد منیر سنہ ۱۲۷۷ھ [illegible]

عہ ابن بطوطہ کی سیاحت کا آغاز سنہ ۷۲۵ھ میں ہوا اور اختتام سنہ [illegible]ھ میں۔

طرب فی تقدمات العرب از نوفل افندی مطبوعۂ مطبع امیرکان بیروت۔ کشف الاسرار شرح اصول فخر الاسلام بزدوی از امام عبد العزیز بخاری المتوفی سنہ ۷۳۰ھ مطبوعہ مطبع صحافیہ عثمانیہ قسطنطنیہ ۱۳۰۸ھ۔ اس فہرست کے پیش کرنے سے اپنا بلاغ نظر جتانا مقصود نہیں بلکہ یہ اظہار مطلوب ہو کہ یہ کتاب کس قسم کے ملٹ سے صورت پذیر ہوئی ہو۔ اس موقع پر اتنی گزارش کی اور جسارت کیجاتی ہو کہ اِس ناچیز تحریر میں جو بحث حالات و واقعات سے کیگئی ہو یا جو نتیجہ اُنسے نکالا گیا ہو وہ مؤرخانہ حیثیت سے ہو نہ مفتیانہ یا متکلمانہ حیثیت سے اور اس سے مقصود گزشتہ علماے اہل اسلام کے حالات کا لکھنا ہو نہ کسی دینی مسئلے کا فیصلہ کرنا۔

حوالہ واقعات لکھتے وقت حسب ذیل علامتوں سے کام لیا گیا ہو۔

تذ۔ تذکرۃ الحفاظ۔ ابن ابن خلکان شق۔ شقائق نعمانیہ عیون عیون الانباء۔ نزہۃ۔ نزہۃ الالباء۔

مقدمہ۔ مقدمہ فتح الباری۔ ج۔ جلد۔ ص۔ صفحہ

شقائق نعمانیہ کی تقسیم جلدوں پر اُسکے مصنف نے نہیں کی ہو۔ مگر چونکہ یہ کتاب تاریخ ابن خلکان کی دونوں جلدوں کے حاشیے پر درج ہو اور دونوں جلدونکے صفحوں کا شمار جدا جدا ہو اِس لئے حاشیے کی کتاب کی بھی تقسیم کرنی پڑی۔

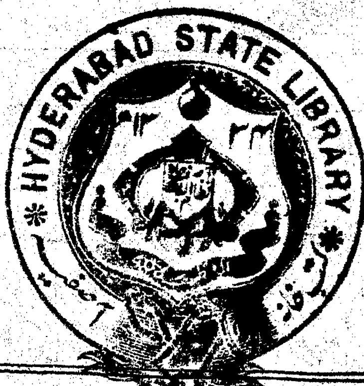
یہ واقعے کا حوالہ بقید جلد و صفحہ کتاب اس کتاب کے ہر صفحے کے نیچے لکھدیا گیا ہو اور اِس طرح میں نے اپنا وہ فرض ادا کر دیا ہو جو بحیثیت ناقل میرے ذمے تھا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

خادم طلبا

محمد حبیب الرحمن خان شروانی

بھیکن پور ضلع علیگڑھ

۱۹۔ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ



فہرست مضامین رسالہ علمای سلف

عنوان اوّل

طلب علم

علماے سلف کے جن حالات سے ہم بحث کرنا چاہتے ہین اون مین طلب علم کو
سب سے اول ہم نے قائم کیا ہی اہل علم کی زندگی کے مختلف مدارج ہین یہ منزل سب سے
پہلی ہے اور نیز اسکا تقدم نہ صرف بہ لحاظ زمانے کے ہی بلکہ باعتبار اہمیت و شان کے اولی ہی یہی وہ منزل ہی
جو اس بات کا فیصلہ کردیتی ہی کہ کون منزلِ مقصود تک پہونچے گا اور کون حرمان نصیب ہوگا
ایک عالِم کا ذکر آپ آگے پڑہین گے کہ ایک شب انہون نے دو طالب علموں کو انہون نے دو حالتون
مین پایا۔ ایک تکیے کا سہارا لیے مطالعۂ کتاب کر رہا تہا دوسرا دوزانو مستعد بیٹہا کتاب بینی مین مشغول تہا
اور وقتاً فوقتاً کچہہ لکہتا بھی جاتا تہا۔ جوہر شناس اُستاد نے یہ ماجرا دیکہکر اول کی نسبت کہا کہ
اِنَّہ لَا یَبلُغ دَرَجَۃَ الفضلِ دوسرے کی بابت فرمایا کہ سَیُحَصِّلُ الفضلَ وَ
یکونُ لہ شان فی العلم آگے چلکر صاف ثابت ہوگیا کہ یہ پیشین گوئی بالکل سچی تہی پس
جو منزل اس طرح آیندہ زندگی کا فیصلہ کردینے والی ہو اُسکے مہتم بالشان ہونے مین کس کو کلام ہوسکتا ہی
اس منزل کو اگر صرف اول منزل کہکر چھوڑ دیا جائے تو ایک پہلو اُسکا بیان ہوگا جس طرح یہ منزل
سب سے اول ہی اُسی طرح سب سے آخر ہی بلکہ یہ کہنا قطعاً مبالغے سے مبرا ہے کہ باکمال علما
کی زندگی مین اول سے آخر تک یہ منزل ختم نہین ہوتی آپ آگے کے صفحوں مین بہت سے واقعے
اس دعوے کی تائید مین پائینگے اہل کمال نوّے ۹۰ برس کی عمر مین بھی طالب علم تہے اور جب

اُنکی روح سکرات کے "تلاطم" مین تھی اُنکا دل و دماغ خدمتِ علم مین مصروف تھا۔ شعر

مہر تو در وجودم و عشق تو در سرم ۔۔۔ با شیر اندرون شد و با جان بدر شود

شیخ الاسلام انصاری نے فرمایا ہو کہ ھٰذا الشَّانُ شانُ مَنْ لَیْسَ لَہٗ شانٌ سِوٰی ھٰذا الشَّانِ یعنی طلب علم اُن جوان مردوں کا کام ہی جن کو مقصود بالذات یہی کام ہو۔ طالب علمی کے مختلف دور ہیں۔ پہلا دور مکتب یا مدرسے مین اُستاد کی زیر نگرانی ختم ہوتا ہی اور عمارت کا منصوبہ دماغ میں قائم کرے اور اُس کی بنیاد بھر کر سطح زمین سے کچھ بلند کردے اور اتنی محنت کے بعد وہ یہ خیال کرے کہ بس مکان بنا چکا تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ عالیشان عمارت بن چکی۔ چند روز مین ہوا اور بارش کے صدمے اُتنی بنیاد کو بھی نسیاً منسیاً کردینگے اور اُسکے بانی کی پست ہمتی کی ایک عبرتناک یادگار قایم رہجائیگی۔ بجنسہ یہی حال اُن ہونہار طالب علموں کا ہی جو مدرسہ چھوڑکر یہ سمجھ لین کہ ہم عالم بن چکے۔ یہ طلبہ بھی اپنی ہونہاری کا خون کرکے اپنے اُستاد اور دوستون کے دلوں کو حسرت کا داغ دینگے۔ دوسرا دور طالب علمی کا مدرسے کے بعد شروع ہوتا ہی جس میں انسان خود شاگرد بنتا ہے اور خود استاد ۔ معلم کیست عشق و کنج خاموشی و بستانش ✤ سبق نادانی و دانا دلم طفل سبق خوانش ✤ زہر کس نا ید این اُستادشاگردی نہ ہر کوہے ✤ بدخشان باشد و ہر سنگریزہ لعل رخشانش ۔ اِس دور کی انتہا وہ ہے جو بلند خیال ابن العلا نے مقرر کی ہے یعنی ماد امتِ الحیوۃ تحسن بہ یہی دور کمال کا دور ہی۔ پس طالب علمی اور کمال گویا ایک ہی ہیں اور اسی لحاظ سے ہم نے طلب علم کو اول اور آخر منزل قرار دیا ہی۔

جن جوان مردون نے میدان طلب علم کو طی کیا ہے وہ جانتے ہین کہ یہ راہ کیسی معرکہ خیز اور صبر آزما ہی کہیں افلاس کا مردم خوار دیو اپنی منحوس صورت دکھلاتا ہے اور قوتِ لایموت کے حاصل ہونے کی بھی کوئی شکل نظر نہیں آتی کبھی جڑی بوٹی کے پتوں پر بسر کرنی ہوتی ہی اور

کبھی نان بائی کی دوکان پر صرف بوے طعام پر قانع ہونا پڑتا ہی۔ کہیں محنت اور مشقت سے دل گھبراتا ہی اور چھکے چھوٹتے ہیں۔ کسی کو ناز و نعمت کے کرشمے اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ کسی کی نفسانی خواہش دست بگریباں ہوتی ہیں۔ غرض ایک ہنگامہ بلاخیز سے سامنا کرنا پڑتا ہی۔ جن ارادوں میں ذرا بھی قوت کی کمی ہوتی ہے وہ اِن معرکوں کے مقابلے میں پست ہو جاتے ہیں اور زبان حال پر اُنکی لا طاقۃ لنا الیوم کا مضموں ہوتا ہے۔ لیکن سچی طلب اپنا راستہ صاف کر کے طالب کو مطلوب تک پونہچا دیتی ہی۔ اور جس قدر دقّت اور صُعوبت پیش آتی ہی ان بہادر طالبوں کے عزم زیادہ مستحکم اور حوصلے زیادہ بلند ہوتے جاتے ہیں۔ اگر حوصلوں میں وُسعت اور ارادوں میں استحکام نہوتا تو اہل اسلام کو شیخ الاسلام بقی بن مخلدؔ امام بخاری اور حکیم ابو نصر فارابی نصیب نہوتے کیا چقندر کے پتے اور جنگل کی گھاس کھاکر اور شب کو پاسبانوں کی لالٹینوں سے مطالعہ کر کے امام اور حکیم بنجانا آسان ہی۔ نہیں ہرگز نہیں۔ وہ کون سی قوت تھی جس نے علی بن عاصم عراقی اور ابن سنجر کو ناز و نعمت کے آغوش سے چھین کر راہ طلب میں سرگرداں کر دیا اور اتنا بڑھایا کہ ایک کو مسند عراق اور دوسرے کو حافظ کبیر بنا کر چھوڑا۔ بیشک یہ طلب صادق ہی کا کرشمہ تھا اتنی تمہید یہ امر ناظرین با تمکین کے ذہن نشین کر سکے گی کہ ہم علماے سلف کی طلب علمی کی نسبت کس کس پہلو پر بحث کرنے والے ہیں۔ اور سچی طلب کا معیار ہمارے پاس کیا ہی۔

افلاس

انسان کا حوصلہ پست کرنے والی اور ہمت کی ہرا دینے والی دُنیا میں کوئی چیز غالبًا افلاس سے بڑھکر نہیں ہی۔ مفلسی میں پھنسکر آدمی عزم کا استحکام اور ارادے کی استواری بالکل کھو بیٹھتا ہی۔ اور دل و دماغ کی شگفتگی جو تمام بلند خیالیوں کا سرچشمہ ہی قطعًا معدوم ہو جاتی ہی۔ اگر ایک سرسبز چمن کی سیرابی کے سارے ذرائع مسدود کر دیے جائیں تو وہ مائہ بہجت سراپا وحشت بنجائے گا اور ظاہر ہی کہ جس چمن کے نشو و نما یافتہ گلبن جل کر ہیزم

خشک ہو جائیں اُس میں تازہ نوبادون کے اُگنے کی کیا امید ہو سکتی ہی بعینہ یہی مصیبت افلاس کے ہاتھوں انسانی دل و دماغ پر نازل ہوتی ہے مفلسی نہ صرف موجودہ خیالات کا ناس مارتی ہی بلکہ آیندہ حوصلوں اور اُمنگوں کا پیدا ہونا بھی بند کر دیتی ہی ؎ آنچہ شیران را کند روبہ مزاج * احتیاج ست احتیاج ست احتیاج -

خدا جانے کتنی قابلیتوں کا خون اس مردم خوار دیو کی گردن پر ہی اور کس قدر مستعد اپن اس بیدرد کے ہاتھوں ضائع ہوئی ہیں - جو بلند ہمت نوجوان اپنے بڑھتے ہوئے ارادوں میں افلاس کے پھندے میں پھنسکر مایوسی کے ساتھ بیدست و پا رہجاتے ہیں اُنکی مثال بجنسہ ایسی ہی کہ ایک سیاہ ہرن اپنی طاقت اور قوت کے زُعم میں اکڑا چلا جا رہا ہی میدان کی وُسعت اُسکے دل میں اُمنگیں پیدا کر رہی ہی اور قدم قدم پر اُسکی چال بڑھتی جاتی ہی ناگاہ وہ صیاد کے مضبوط پھندون میں (جو دور تک پھیلے ہوئے ہیں) پھنسکر گر پڑا اب وہ جسقدر اپنی قوت صرف کرتا ہی اُتنی ہی اُن پھندوں کی گرفت سخت ہوتی جاتی ہی - جن لوگوں نے یہ منظر ملاحظہ کیا ہی وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ جنگل کا آزاد منش پہلوان کیسا اُن پھندوں میں پڑکر اپنی چوکڑی بھول جاتا ہے - آہ ای افلاس! آج تو مسلمانوں کے حوصلون پر ہمیشہ سے زیادہ بیداد کر رہا ہی - جس قوم میں حوصلوں کا قحط اور ہمت کا کال ہو اُس میں اگر کچھہ اولوالعزم جوہر قابل نکل آئیں تو اُنکو تو پیسکر رکھدے - ہاے یہ کیسا ظلم ہی - لیکن تجکو یاد ہو گا کہ تیرا زور آجکل کی طرح ہمیشہ ہماری ہمتوں پر غالب نہیں رہا -

کیا تجکو یاد نہیں ہی کہ جب حافظ الحدیث حجاج بغدادی شبابہ کے یہاں تحصیل علم کو جانے لگے تو اُنکی مقدرت کی کُل کائنات یہ تھی کہ اُنکی دلسوز والدہ نے سو کلچے پکا دیے تھے جن کو وہ ایک گھڑے میں بھر کر ساتھ لے گئے - روٹیاں مہرباں ماں نے پکا دی تھیں سالن ہونہار

اور دلبر فرزند نے خود تجویز کر لیا اور اتنا کثیر کہ آج تک صدہا برس گذرنے کے بعد بھی ویسا ہی تر و تازہ موجود ہے وہ کیا؟ دجلے کا پانی۔ حجّاج ہر روز ایک روٹی دجلے کے پانی میں بھگو کر کھا لیتے اور اُستاد سے پڑھتے جس روز وہ روٹیاں ختم ہوگئیں اُن کو اُستاد کا فیض بخش دروازہ چھوڑنا پڑا[1] الشیخ الاسلام بقی بن مخلّد اس سے بھی زیادہ مؤثر ایک حکایت بیان کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جس پر ایام طالب علمی میں اتنا سخت زمانہ گذرتا تھا کہ بے مایگی کی وجہ سے چقندر کے پتّے کھا کھا کر بسر کرتا[2]۔ پتّے کھانا کچھ زیادہ عجیب بات نہیں۔ بھوک وہ بلا ہے کہ لخت جگر بچوں کے کباب ماں باپ کو کھلا کر چھوڑتی ہے۔ قابل تحسین ہزار آفرین یہ امر ہے کہ جس افلاس نے چقندر کے پتّے کھانے پر مجبور کیا اُس میں اتنی قوت نہ تھی کہ علمی شوق پر غالب آتا اور اُس دلیر طالب علم کی ہمّت توڑ دیتا۔ یادش بخیر امام بخاری کو ایام طالب علمی میں ایک سفر میں تہیدستی نے اتنا مجبور کیا کہ تین دن برابر اُنھوں نے جنگل کی بوٹیاں کھائیں[3]۔ ابن المقری۔ ابو الشیخ۔ اور طبرانی یہ تینوں شیخ عصر ایک زمانے میں مدینۂ طیبہ میں طالب علمی کرتے تھے۔ ایک بار اِن پر ایسا وقت آیا کہ خرچ کی قلت نے بہت پریشان کیا اور یہاں تک نوبت پونہچی کہ روزے پر روزہ رکھا بھوک نے جب بہت مضطرب کیا تو اُنھوں نے حضرت سرور کائنات کا وسیلہ ڈھونڈھا اور سب کے سب ملکر روضۂ عالی پر گدایانہ حاضر ہوئے اور صدا دی کہ یارسول اللہ الجوع۔ اس کے بعد طبرانی تو وہیں بیٹھ گئے اور کہا کہ یا موت آئیگی یا روزی

[1] (تذ جزء صفحہ ۱۳۰) [2] (تذ جزء صفحہ ۲۰۴) [3] (مقدمہ صفحہ ۵۶۶)

ابن مقری اور ابو الشیخ لوٹ کر فرودگاہ پر چلے آئے۔ وہ صدمۂ خالی کب جاتی کچھ عرصے کے بعد دروازۂ مکان پر کسی نے دستک دی دروازہ جو کھولا تو دیکھا کہ ایک والا دودمان علوی مع دو غلاموں کے تشریف فرما ہین اور غلامون کے سرون پر بہت سامان رکھا ہوا ہے۔ اُنکو دیکھکر علوی نے کہا کہ آپ لوگوں نے میری شکایت حضور نبوی ہین کی خواب مین آپنے مجھسے یہ فرمایا ہے کہ تمہارے پاس کچھہ پونہچادون چنانچہ یہ حاضر ہے۔

شیخ الفقہا امام برغانی جب اسفرائن پڑہنے گئے تو اُنکے پاس تین اشرفیان اور ایک درہم تھا سو، اتفاق سے اشرفیان راہ مین گم ہوگئین درم باقی رہ گیا۔ اسفرائن پہونچکر وہ درہم انھون نے ایک نان بائی کے یہان جمع کردیا۔ ہر روز نان بائی کے یہان سے دو روٹیان لے لیتے اور احمد بن بشر کے یہان سے ایک جزکتاب کا لاکر شام تک نقل کرتے اور شام کو نقل شدہ جزو واپس پونہچادیتے تیس جز نقل ہوئے تھے کہ درہم ختم ہوگیا اور اُنھون نے مجبور ہوکر اسفرائن سے سفر اختیار کیا[1]۔ امام ابو علی بلخی جب عسقلان میں تھے تو خرچ سے اسقدر تنگ ہوئے کہ کئی فاقون کی نوبت پونہچی۔ اور ضعف نے لکھنے سے معذور کردیا جب بھوک کی اذیت برداشت نہ ہوسکی تو نان بائی کی دوکان پر اس غرض سے جا بیٹھے کہ کھانے کی خوشبو سے ہی کچھہ تقویت طبیعت کو پونہچالیں[2]۔

فن حدیث کے عالی مرتبہ امام ابو حاتم رازی اپنا قصہ خود بیان کرتے ہین کہ مین زمانہ طالب علمی مین چودہ برس بصرے رہا ایک وقت تنگدستی کی یہ نوبت پونہچی کہ کپڑے تک بیچ کر کھالئے۔ جب کپڑون کی قیمت بھی خرچ ہوگئی تو دو دن بھوکا رہا آخر ایک رفیق سے جاکر

---

[1] (تذ ج۳ صفحہ ۱۸۳) [2] (تذ ج۳ صفحہ ۲۷۵) [3] (تذ ج۲ صفحہ ۳۷۱) ۱۲

حال کرنا پڑا خوش قسمتی سے اُسکے پاس ایک اشرفی تھی نصف اُسنے[1] محمود ہدی - شیخ الاسلام
ابو العلائی ہمدانی کو بغداد مین اس حال مین کسی نے دیکھا کہ رات کو مسجد کے چراغ کی روشنی
مین جو بلندی پر تھا کھڑے کھڑے لکھ رہے تھے - ظاہر ہی کہ اگر اُن کو روغن خریدنے کی مقدرت
ہوتی تو یہ تکلیف وصعوبت کیون گوارا کرتے[2] حکیم ابو نصر فارابی جس کا ایک عالم مین شہرہ
ہی اس کی نسبت بہت کم لوگ جانتے ہونگے کہ وہ عہدِ طالب علمی مین تہیدستی کی بدولت
چراغ کا تیل خریدنے سے بھی معذور تھا تاہم اُس کا شوق بیکار رہنے والا نہ تھا - رات کو
پاسبانون کی قندیلون سے کام لیتا اور اون کی روشنی کا کتاب کا مطالعہ کیا کرتا - اسی تنگ
حالی مین اُس نے وہ علمی ترقی کی کہ سارے جہان مین اپنا نام روشن کر دیا[3] -

سفر

آج کل مسلمانون کی علمی دُنیا مین جو افسردگی چھائی ہوئی ہی اُس پر
لحاظ کر کے یہ عنوان نرالا معلوم ہوگا - موجودہ حالت دیکھکر مشکل سے باور آسکتا ہی کہ کبھی
ہم مین بھی ایسے لوگ تھے جو علم کی دُھن مین برِ اعظم او سمندر کاٹ کر ڈالنا ایک بات سمجھتے تھے
جو ایک کتاب کی خاطر صدہا میل پیادہ پا جاتے اور جو صرف نباتات کے حالات تحقیق کرنے
ملکون ملکون پھرتے - اگر اُن کے دلون مین وہ جوش اور دماغون مین وہ ولولہ نہ ہوتا تو
تو ہمکو ابن بیطار اور سید شریف نصیب نہ ہوتے - اور ابو حاتم رازی اور حافظ ابن طاہر کے
کارنامے ہمارے قومی خیالون مین فخر نہ پیدا کرتے - عُلمائے سلف کے حالات دیکھنے سے
عیاں ہوتا ہے کہ اُن بزرگون کے دل مین شوقِ علم کی ایک بیتابی تھی جو اُن کو کسی شہر یا
ملک مین قرار نہین لینے دیتی تھی اور ایک سمندر سے دوسرے سمندر مین اور ایک اعظم سے
دوسرے براعظم مین لیے پھرتی اگر آج ہمارے دلون مین اُسکا ایک شمہ بھی ہوتا تو ہم علم و فن مین

---

۱ (تذ ج۴ صفحہ ۱۴۷) ۲ (تذ ج۴ صفحہ ۱۲۰) ۳ (عیون ج۲ صفحہ ۱۳۴)

ہر قوم و ملت کے مقابلے مین پست نہ ہوتے ۔ اور حق یہ ہے کہ جب ہمارے ارادے پست ہماری ہمتین قاصر ہو رہی ہین تو ہمارا اسلاف کے کارنامون پر اترانا اُن بزرگون کے نام روشن کو دھبا لگانا ہے۔ اور اپنے آپ کو حقیر کرنا ۔ جس ملت کے پیشوا کا یہ مقولہ ہے اُطْلُبُوا العلم وَ لَوْ بالصِّین ۔ اُس ملت کے افراد کو سفر کا نام سنکر لرزہ چڑھے ع ھٰذا لَعَمْرِی فی القِیاسِ بدیعٌ اور جس قوم کے بچے بچے کے کان اس حکیمانہ مقولہ سے آشنا ہون کہ ؎ تا بکے کان خانہ در گروی ، ہرگز ای خام آدمی نشوی ، وہ گھر سے قدم باہر نہ نکالے ھٰذا الشَّیءُ عُجَاب ۔ محدثین کے حالات پڑھنے سے نفظ رحلت بجائے خود ایک مقدس لفظ معلوم ہونے لگتا ہے حیف ۔ ایک وہ گروہ قدسی تھا کہ جس نے سیاحت کرتے کرتے خود لفظ مین تقدس پیدا کر دیا ۔ اور ایک ہم ہین کہ گھر مین گھسے گھسے سارے عالم کے یہ ذہن نشین کر دیا کہ "مسلمان اور سفر" ان دونون لفظون مین کوئی مناسبت ہی نہین ہے ؎ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا ۔

یہ قصہ دراز ہے اور ہمکو دوسری داستان بیان کرنی ہے اس لئے اس سے قطع نظر کر کے ہم اپنے مدعا کی طرف رجوع کرتے ہین ۔ سب سے اول ہم اون سیاحتون کا ذکر کرینگے جو علمائے سلف نے احادیث نبویہ کے حاصل کرنے کے واسطے کین ۔ کیونکہ مسلمانون کی علمی دنیا مین سفر کا رواج ابتدا ر اُسی پاک فن کی بدولت ہوا ۔ محدثین کے سفر کا حال بیان کرنے کے بعد ہم اُن علمار کا حال لکھین گے جنھون نے حدیث کے سوا اور علوم کے حاصل اور دقائق علمیہ کے حل کرنے کے واسطے دور دراز ممالک کے سفر اختیار کئے تھے

امام مالک نے حضرت سعید بن المُسَیَّب تابعی سے روایت کی ہے کہ مین ایک حدیث کی خاطر راتون اور دنون پیادہ پا چلا ہون[1] ۔ امام دارمی نے

[1] (تذ ج صفحہ ۵۲)

طلب حدیث مین حرمین-خراسان-عراق-شام-اور مصر کا سفر کیا تھا[1]-صحیح بخاری کے مصنف امام بخاری نے چودہ برس کی سن مین سیاحت شروع کر دی تھی-اُنکی والدہ اور خواہر سفر مین نگران تھین-بخارا سے لیکر مصر تک سارے ممالک وس عالیمقام امام کے سفر کی فہرست مین ہین[2]-

امام ابو حاتم رازی نے اپنی سرگذشت خود بیان کی ہے کہ مین نے تین ہزار فرسخ سے زیادہ مسافت پیادہ پا طے کی تھی-(ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے لہذا پیادہ روی نو ہزار میل سے زائد ہوئی) یہ اُنکی سیاحت کی انتہا نہین بلکہ شمار کی حد ہے کیونکہ امام ممدوح فرماتے ہین کہ اس کے بعد مین نے میلون کا شمار کرنا چھوڑ دیا[3]-

امام فسوی نے تیس برس سفر مین بسر کر دئے[4]-شیخ الاسلام بقی ابن مخلد نے ۲۸۰ سی دوسو شیوخ سے حدیث روایت کی ہی خود اُنھون نے فرمایا ہے کہ مین جس شیخ کے پاس گیا پیادہ پا گیا[5]-محدث اندلس (اسپین) ابن حیون نے حدیث اندلس-عراق-حجاز-اور یمن کے شیوخ کی خدمت مین حاضر ہوکر اخذ کی[6]-یہ معلوم نہین کہ اُنھون نے یہ سفر کس راستے سے کیا لیکن نقشے کے معاینے سے واضح ہوتا ہے کہ اگر یہ سفر دریا کے راستے سے کیا گیا تو پورا بحیرہ روم اور تمام و کمال بحر احمر اُنھون نے طے کیا ہوگا-اور اگر خشکی مین کیا ہوگا تو طنجہ سے لیکر سویز تک سارا بر اعظم افریقہ اُنھون نے پے سپر کیا ہوگا اُس کے بعد اگر براہ راست یمن آئے تو کل بحر احمر مین سفر کرکے یمن پونچے ہون گے اور اگر بیت المقدس وغیرہ کی جانب چلے گئے ہون گے تو شام و حجاز و عراق مین پھر کر انھون نے منزل علمی ختم کی ہوگی-

---

1 (تذ جا صفحہ ۱۱۴) 2 (تذ جا صفحہ ۱۴۴) 3 (تذ جا صفحہ ۱۴۷) 4 (تذ جا صفحہ ۱۶۰) 5 (تذ جا صفحہ ۲۰۵) 6 (تذ جا صفحہ ۴)

مگر چونکہ اُن کے سلسلۂ سفر میں مصر کا ذکر نہیں اس لئے غالباً بحری راستے سے یہ سفر ہوا ہے۔ کیونکہ خشکی کے راستے میں ضرور مصر پڑتا اور یہ ناممکن سا معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں کوئی طالب علم مصر جاتا اور وہاں کے مشایخ سے استفادہ نہ کرتا۔ اسپین سے یمن براہ راست ساڑھے تین ہزار میل سے زیادہ ہے۔

ابن المقری بیان فرماتے ہیں کہ میں نے صرف ایک نسخہ ابن فضالہ کی خاطر ستر منزل کا سفر کیا تھا۔ اُس نسخے کی ظاہری حیثیت یہ ہے کہ اگر کسی نان بائی کو دیا جائے تو وہ ایک روٹی بھی اُس کے عوض میں دینا گوارا نہ کرے گا۔ (ایک منزل معمولی طور پر بارہ میل کی قرار دی گئی ہے پس اگلے علما آٹھ سو چالیس میل ایک ایک کتاب کی خاطر طے کر ڈالتے تھے) اس کے علاوہ امام موصوف نے چار مرتبہ مشرق (ممالک ایشیا) اور مغرب (ممالک افریقہ و اسپین) کا سفر کیا تھا۔ اور دس دفعہ بیت المقدس گئے تھے[1]۔ حافظ ابن مفرج نے سعید بن الاعرابی سے حدیث کی سماعت مکہ مکرمہ میں کی۔ ابن رشد سے دمشق میں۔ قاسم بن اصبغ سے قرطبہ (کارڈوا ملک اسپین) میں ابن سلیمان سے طرابلس میں۔ محمد سے مصر میں اور دیگر مشایخ سے جدہ۔ صفا۔ اور بیت المقدس میں[2]۔ یہ مقامات اگر نقشے میں دیکھے جائے تو تین براعظموں میں بکھرے ہوئے ملیں گے۔ قرطبہ یورپ میں مصر افریقہ میں۔ طرابلس سے مراد اگر طرابلس شام ہے تو ایشیا میں ہے ورنہ افریقہ میں۔ باقی مقدمات ایشیا میں۔ عبرت کا مقام ہے کہ جو مقامات ایک زمانے میں ہمارے پاک مذہبی علوم کے سرچشمہ تھے وہاں آج کوئی مذہب اسلام کا جاننے والا تو بڑی بات ہے جاننے والا بھی نہیں۔ اسپین میں اگر کوئی شخص اب جا کر سیاحت

---

1 (تذکرہ صفحہ ۱۸۳) 2 (تذکرہ صفحہ ۲۱۴)

کرے تو کیا اس کے گمان مین بھی آسکتا ہے کہ دُنیاے اسلام کے نامور عالم اور مشایخ
بیسیون نہین سیکڑون ہزارون اس سرزمین سے اُٹھے تھے ابن عبد البر حمیدی
شیخ اکبر۔ کہان کے تھے ؟ اسی اسپین کے جو آج یورپ مین ملکر بھاگے ہوئے غلام
کیطرح اپنے قدیم آقا کی صورت سے بھی بیزار ہے۔ اگر ہم عبرت حاصل کرین تو ہماری
آنکھین کھولنے کے واسطے یہ واقعہ کم نہین کہ مادر زاد نابینا حافظ الحدیث ابو العباس
رازی اپنے نبی پاک کے اقوال و افعال کی شیفتگی مین بلخ ـــه بخارا۔ نیشاپور۔ اور بغداد
کا سفر کرتے پھرتے تھے امام ممدوح باوجودیکہ دُنیا کے دیکھنے سے محروم تھے[1] تاہم انکی بھی
سوانح عمری باب سیاحت سے خالی نہین۔ حیف ہم پر جو خدا کی دی ہوئی ایک چھوڑ دو دو
آنکھین رکھتے ہین عالم کو دیکھتے ہین اور پھر بھی آنکھین بند ہین۔ حافظ ولید سرقسطی
(باشندہ سراگوسا ملک اسپین) کے حالات مین امام ذہبی فرماتے ہین۔ رحل من اقصی
اندلس الی خراسان۔ یعنے انھون نے انتہاے اندلس سے خراسان تک سفر کیا
حافظ ممدوح سراگوسا مین پیدا ہوئے تھے اور سرزمین دینور۔ (واقع ایران) مین
آرام کر رہے ہین۔ امام ابو زکریا کے سفر کا آغاز بخارا سے اور انجام قیروان (واقع
ایفریقیہ) پر ہے۔[3]

حافظ ابن طاہر مقدسی نے جتنے سفر طلب حدیث مین کے اُن مین کبھی اُنھون نے
کسی سواری کا سہارا نہین لیا۔ سواری اور بار برداری دونون کا کام وہ اپنے ہی
نفس سے لیتے تھے۔ سفر پیادہ پا کرتے تھے اور کتابون کا پشتارہ پشت پر ہوتا تھا

ـــه بلخ سے بغداد براہ بخارا ۱۳۶۵ میل ہے ۱۲ [1] (تذ ج۳ صفحہ ۲۴۳) [2] (تذ ج۳ صفحہ ۲۴۳ و ۲۸۰ و ۲۸۱)
[3] (تذ ج۳ صفحہ ۳۵۱)

مشقت پیادہ روی کبھی کبھی یہ رنگ لاتی کہ پیشاب مین خون آنے لگتا۔ اسی جفاکشی سے
جو سیاحت حافظ ممدوح نے کی اُس مین حسب ذیل مقامات منجملہ اور مقامون کے تھے
بغداد۔ مکہ مکرمہ۔ جزیرۂ تینیس۔ (واقع بحیرۂ روم) دمشق۔ حلب۔ جزیرہ۔ اصفہان
نیشاپور۔ ہرات۔ رُحبہ۔ لوفان۔ مدینہ طیبہ۔ نہاوند۔ ہمدان۔ واسط۔ سادہ۔ اسدآباد
انبار۔ اسفرائن۔ آمل۔ اہواز۔ بِسطام۔ خسروجرد۔ جُرجان۔ آمد۔ استرآباد۔ بوسنج
بصرہ۔ وینوز۔ ری۔ سرخس۔ شیراز قزوین کوفہ۔

حافظ ابوعبداللہ اصفہانی ایک مرتبہ اپنے مقامات رحلت کی تفصیل بیان کرنے
لگے کہ مین حدیث حاصل کرنے گیا ہون طوس۔ ہرات۔ بلخ۔ بخارا۔ سمرقند۔ کرمان۔
نیشاپور۔ جُرجان۔ غرض اسیطرح وہ نام لیتے گئے یہانتک کہ ایک سوبیس مقامات
کے نام لے ڈالے۔ مین خیال کرتا ہون کہ اگر ایک سوبیس مقامون کے نام مسلسل لئے جائین
تو سُننے والے گھبرا جائین گے آفرین اُس باہمت جوان مرد پر جو اتنے مقامون کا سفر
کرتے کرتے نہین گھبرایا۔

واقعۂ ذیل اس بات کا پتا دیتا ہے کہ کیسا شوق علم کے واسطے سفر کرنے کا اُن دنون
مسلمانون کے دلون مین تھا۔ امام اسمٰعیل نے جب محمد بن ایوب رازی کی خبر وفات سنی تو روئے
پیٹے۔ کپڑے پھاڑ ڈالے۔ اور سر پر خاک ڈالی اُنکی پریشانی دیکھکر سارے گھروالے
جمع ہوگئے اور پوچھا کہ خیر ہے کیا حال ہے۔ اُنھون نے دلگیر ہوکر کہا کہ تم لوگ مجھکو
سفر کرنے سے روکتے رہے آخر محمد بن ایوب وفات پاگئے اب مین اُن کو کہان پاؤنگا

عہ بکسرتا ی مثناۃ و کسرۂ نون مشددہ و سکون یائے تحتانی و سین مہملہ ۱۲ ؎ بضم را ئے مہملہ و
سکون حائے مہملہ ۱۲ ؎ بکسر دال مہملہ و فتح نون ۱۲ ؎ (تذ ج صفحہ ۴۰) ؎ (تذ ج صفحہ ۵۳)

گھر والون نے انگوتسلی دی اور انتظام کرکے مامون کے ہمراہ شہر نسا کو ایک دوسرے شیخ وقت ابن سفیان کی خدمت مین بھیجدیا۔ اسمٰعیل کا سن اُس وقت سترہ برس کا تھا تاہم اتنی عمر تک بھی گھر مین بیٹھا رہنا انھون نے مصیبت خیال کیا[1]۔

اسی کے قریب قریب امام ابو سعد کا واقعہ ہے کہ جب وہ سولہ برس کی عمر مین سفر کرکے حافظ ابو نصر زینبی سے پڑھنے بغداد گئے تو وہان پونہچکر اُنکی وفات پانے کی خبر سُنی۔ اس جگر خراش خبر نے ایسا صدمہ ابو سعد کے دل کو پونہچایا کہ وہ چیخ کر رو ئے۔ طمانچون سے مُنہ لال کرلیا اور حسرت سے کہا کہ من این لی علی بن الجعد عن شعبۃ[2]

امام عزالدین مقدسی چودہ برس کی عمر مین تحصیل علم کے واسطے بغداد پونہچ گئے تھے[3]۔

حافظ ابو الخطاب اندلسی نے تحصیل علم کی غرض سے اولاً تمام ملک اسپین مین سفر کیا وہان سے فارغ ہوکر مراکش (مراکو) آئے۔ مراکش اور دیگر ممالک حبش کی سیاحت کے بعد مصر پونہچے اور مصر کے بعد شام۔ عراق عرب۔ عراق عجم۔ اور خراسان کا سفر کیا۔ اور اس طرح تین بر اعظم اُن کے ملک پیما قدمون کے نیچے سے نکل گئے[4]۔ امام ابو الولید باجی شہر باجہ مین (جو شبیلیہ کے متصل اسپین مین واقع تھا) پیدا ہوئے تھے۔ علوم عقلیہ پڑھنے کے واسطے سفر کرکے موصل آئے اور وہان ابو جعفر سمنانی سے ان علوم کو حاصل کیا[5]۔

فن ادب کے مشہور امام کسائی ایک مجلس علما مین اکثر جایا کرتے تھے۔ ایک دن جو وہان پونہچے تو بہت خستہ ہو گئے تھے۔ اپنی خستگی ظاہر کرنے کے لئے اُنھون نے کہا عییت (بالتشدید) یعنی مین تھک گیا۔ اہل مجلس نے ٹوکا کہ تم غلط لفظ استعمال کررہے ہو اُنھون نے

---

[1] (تذ ج ۳ صفحہ ۱۶۱) [2] تذ ج ۳ صفحہ ۱۰۰) [3] (تذ ج ۴ صفحہ ۱۹۳) [4] (تذ ج ۴ صفحہ ۲۸۱) [5] (تذ ج ۳ صفحہ ۳۷۱)

دجہ دریافت کی تو جواب ملا کہ اگر تمھاری مراد ماندگی ہے تو اعییتُ کہو اور اگر درماندگی کا اظہار مقصود ہی تو لفظ عییتُ (بالتخفیف) استعمال کرو۔ کسائی کے دل پر اس غراض سے ایک چوٹ لگی اور فوراً مجلس سے باہر نکل آئے اور دل مین یہ تہیہ کر لیا کہ وہ فن سیکھنا چاہیے جس سے پھر آیندہ ایسی خفّت کسی محفل مین حاصل نہ ہو۔ یہ عزم کرکے کسائی فن ادب کے استاد یگانہ خلیل بصری کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اُن سے ادب عربی کی تحصیل کرنے لگے مگر جو رتبۂ امامت اُن کو اس فن مین ملنے والا تھا اُس کے حصول کے لئے خلیل کی مجلس کافی نہ تھی۔ ایکدن ایک بدوی نے اُن پر یہ طعن کیا کہ تم کانِ ادب نبی تمیم اور نبی اسد کو چھوڑ کر عربیت حاصل کرنے بصرے آئے ہو۔ یہ چُبھتا ہوا فقرہ کسائی کے دل مین اثر کر گیا اور اپنے علاّمہ اُستاد سے کسی موقع پر اُنھون نے پوچھا کہ آپنے فن ادب کھان سیکھا۔ اُستاد نے جواب دیا کہ حجاز[1]۔ تہامہ۔ اور نجد کے جنگلون مین۔ اب کیا تھا کسائی کے سر مین ایک تازہ سودا پیدا ہوا اور شہر چھوڑ کر صحرا کی راہ لی۔ اور قبیلہ در قبیلہ اتنے پھرے کہ اُس فن کے امام بن گئے جسکی نہ جاننے سے شرمندہ ہونا پڑا تھا۔ کیا مبارک تھی کسائی کی غلطی جس نے لاکھون کروڑون آدمیون کو صحیح عربی پر قادر کر دیا۔ اس واقعی سے۔ اندازہ ہوتا ہے کہ اگلے مسلمانون کی علمی حمیت کیسی حساس تھی جس کو جوش مین لانے کے لئے ادنٰی تحریک کافی ہوتی تھی شاید بیجا نہ ہوگا نہ ہوگا اگر ہم اس کی اور دو ایک مثالین ہدیۂ ناظرین کرین۔ ایک دوسرے امام ادب سیبویہ کا قصہ ہے کہ ابتداءً طالب علمی مین وہ فقہ اور حدیث پڑھا کرتے تھے۔ نحو سے اس وقت اُنکو چندان مناسبت نہ تھی۔ اُس زمانے مین وہ حماد بن سلمہ کے مستملی بھی تھے ایک روز کسی حدیث کی روایت مین حماد نے الفاظ لیس ابا الدرداء املا کئے سیبویہ

[1] جزیرہ نمائے عرب پانچ حصون پر منقسم ہے۔ پہلا یمن دوسرا حجاز تیسرا تہامہ چوتھا نجد پانچوان یمامہ ۱۲ (صناجتہ الطرب)

نے اُن کو ادا کرتے وقت لیس ابو الاسود ۶ سامعین کو سُنایا۔ شیخ نے کہا کہ غلط لفظ مت بتاؤ لیس ابا الاسود ۶ کہو۔ اس گرفت سے سیبویہ کو نہایت انفعال ہوا اور اُنھون دل مین کہا کہ مین وہ علم کیون نہ سیکھون جو ایسی غلطیون سے محفوظ رکھے۔ چنانچہ اُنھون نے نحو سیکھنی شروع کی اور اس جہد اور کوشش سے سیکھی کہ سیکڑون برس سے طلبہ اُنکا نام لے لیکر نحوی ہو رہے ہین۔ اشبیلیہ کے مشہور طبیب قاضی ابوبکر کو آغاز عمر مین شطرنج کی بہت لت تھی۔ مثل ہے کہ کار بکثرت۔ اِس کھیل کی کثرت نے اتنا ماہر کر دیا کہ اُنکا لقب شطرنجی پڑ گیا یہ ذلیل لقب قاضی صاحب کے دل کو صدمہ پہونچاتا تھا۔ آخر اُنکی غیرت نے یہ مشورہ دیا کہ کسی علم مین کمال پیدا کرنا چاہئے تاکہ اُس علم کی نسبت یہ داغ بدنامی مٹادے۔ غور کرکے اُنھون نے طب کو اپنے واسطے پسند کیا۔ اور اِس فن شریف مین وہ کمال اور نام پیدا کیا کہ آج قریباً سات سو برس کے بعد اُنکا حال آپ میرٹھ مین سُن رہے ہین۔ ظاہر ہے کہ اس نام آوری کے سامنے وہ بدنام کنندہ لقب کیا ٹھہرتا۔ لوگ ابوبکر طبیب کو دیکھکر شطرنجی قاضی صاحب کو بھول گئے۔ ادیب مشہور ابن جنی موصل مین فن نحو کا درس دیا کرتے تھے ایک روز اسی میدان کے شہسوار ابو علی فارسی وہان وارد ہوئے اور ایک مسئلے مین جو ابن جنی سے پوچھے تو وہ دم بخود رہ گئے اُن کو حیران دیکھکر بچہ کار ابو علی نے طنزاً کہا زبیت قبل ان تحصرم [۵] اور اتنا کہکر وہان سے چلے آئے۔ اُن کے چلے آنے کے بعد ابن جنی نے لوگون سے پوچھا کہ یہ کون تھے۔ لوگون نے کہا ابو علی فارسی۔ یہ سُنکر ابن جنی نے مسند تدریس وہین چھوڑی اور ابو علی کی شاگردی کے شوق مین اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جب تک یہ اُنکی فرودگاہ پہ آئین وہ روانہ ہو چکے تھے

---

۱ الانزہتہ صفحہ ۸۲ ۲ (عیون ج۲ صفحہ ۸۵) ۵ حصرم غورہ انگور کو کہتے ہین اور زبیب کہتے ہین انگور خشک کو جو کشمش کے نام سے مشہور ہے۔ پس اس عبارت کے معنے یہ ہوئے کہ تم خام ہونے سے پہلے پختہ ہوگئے ۱۲

آخر اگلی منزل پر جالیا اور تلمذ کی آرزو ظاہر کر کے ساتھ ہو لئے۔ جب تک ابو علی زندہ رہے
اُنھون نے اُن کا دامن عاطفت نہین چھوڑا۔ اور اس طرح داغ خامی اپنے دامنِ حال سے
چھڑا ڈالا۔[1] آمدم برسرِ مطلب امام نضر بن شمیل نے چالیس برس صرف مختلف قبائل کے زبانون
کی تحقیقات کے خاطر صحراے عرب مین بسر کر دئیے[2]۔ اندلس کے طبیب ابن رومیہ نے اُن نبا
تات کے حالات دریافت کرنے کے لئے جو مغرب مین پیدا نہین ہوتین مدتون سیاحت کی[3] سپین
سے مصر آئے اور مصر سے شام و عراق کا سفر کیا۔ اِن ممالک کے تمام نباتات کو خاص اون کی روئیدگی
کے مقامات مین جاکر مشاہدہ کیا اور اُنکے افعال و خواص کی تحقیقات کی[4]۔ اسیطرح علم نباتات کے
بے نظیر عالم ضیاء الدین ابن بیطار نے خاص نباتات کی تحقیقات کی غرض سے ممالک روم یونان
اور اسپین کو چھان ڈالا۔ ان ملکون کی تمام بوٹیون کو اُنکی پیدایش کی جگہہ جاکر دیکھا اور اُنکی
احوال تحقیق کر کے قلمبند کئے۔ ابو المنظور نے بہت سے نئے نباتات ایسی دریافت کین جن کا
ذکر متقدمین کی کتابون مین نہ تھا۔ اُن کا طریقہ یہ تھا کہ جو مقامات روئیدگی نباتات کے واسطے
مشہور تھے مثلاً جبل لُبنان (شام) اُن مین پھرتے تھے اور بوٹیون کو دیکھتے اور جانچتے۔ ایک
مصور اون کے ہمراہ رہتا جس کے پاس ہر رنگ کی روشنائی مُہیا رہتی۔ ابو المنظور نباتات کا
خود مشاہدہ کر لینے کے بعد مصور کو دِکھلاتے اور وہ اُس کے رنگ۔ شاخ اور برگ و بیخ کا اندازہ
کر کے ہو بہو اُسکی تصویر کھینچتا۔ یہ محقق طبیب ایکبار کے مشاہدے پر قانع نہوتا۔ بلکہ نشو و نما کے
مختلف مدارج مین نباتات کا معاینہ کرتا۔ ایام نمو و تازگی کی علحدہ تصویر کھچواتا اور زمانہ کمال کی
جدا۔ اور جب وہ بوٹی خشک ہو جاتی تو ایک تیسرا نقشہ لیا جاتا۔ اسی طرح ہر بوٹی کی تصویرین
اُس نے اپنی کتاب مین (جو ادویہ مفردہ کے حال مین تھی) درج کی تھین۔ جن کو دیکھکر ناظرین

[1] (نزہۃ صفحہ ۴۰) [2] نزہۃ صفحہ ۱۱۱) [3] (عیون ج ۲ صفحہ ۸۱) [4] (عیون ج ۲ صفحہ ۱۳۳)

کتاب اُن نباتات کے مختلف اشکال صحیحہ اپنی آنکھ سے دیکھ لیتے تھے۔
کاش اُن دنون مین چھاپا ہوتا تو آج ایک عمدہ ثبوت اگلے مسلمانون کی علمی تحقیقات کا ہم پیش کرسکتے۔ علامہ سید شریف کو ایام طالب علمی ہی مین یہ شوق ہوا کہ شرح مطالع خود اُس کے مصنف سے پڑہین۔ اُسی دُہن مین وہ ہرات پہونچے۔ اور علامہ رازی سے ملے۔ اُنکی عمر اُس وقت دسوین منزل کی انتہا پر پونہچ چکی تھی اور قُویٰ اپنی آخری بہار دکہا رہے تھے۔ کہن سال علامہ نے جوان ہمت سید کو پڑہانا اپنی طاقت سے باہر سمجھکر اُن سے کہا کہ تم میرے شاگرد مبارک شاہ کے پاس قاہرہ چلے جاؤ اُسکا پڑہانا میرا پڑہانا ہی اور چلتے وقت ایک سفارشی تحریر لکھدی۔ میر سید شریف کا شوق اُن کو خراسان سے مصر لے پونہچا۔ قاہرہ پونہچکر وہ مبارک شاہ سے ملے اور اُستاد کا خط اُن کو دیا سفارش کے اثر سے یہ حلقۂ درس مین تو داخل کرلیے گئے۔ لیکن نہ اونکا مستقل سبق مقرر ہوسکا اور نہ جماعت مین قرأت کی اجازت ملی مجبوراً سماعت پر قانع ہونا پڑا ایک شب مبارک شاہ صحن مدرسہ مین ٹہل رہے تھے کہ ایک جانب سے کسی کی آواز کان مین آنے لگی متوجہ ہوکر سنا تو میر سید شریف کہہ رہے تھے کہ قال المصنّف کذا وقال الاستاذ کذا واقول کذا خوبی بیان مبارک شاہ کے دل مین گہر کرگئی۔ اور صبح کو انھون نے سید جرجانی کو سب طلبہ پر مقدم کردیا۔
جہان پیما ابن بطوطہ جب اسکندریہ پونہچا تو شیخ روزگار برہان الدین اعرج کے حضور مین بھی گیا شیخ نے اثنای ملاقات مین اُس سے اپنے تین بھائیون کو سلام پونہچانے کی فرمایش کی جن مین سے ایک فرید الدین نامے ہند مین تھے دوسرے زین الدین سندھ مین اور تیسرے برہان الدین چین مین۔ چنانچہ ابن بطوطہ نے دوران سیاحت مین

---

۱ (عیون جز صفحہ ۲۱۹) ۲ (شق جز صفحہ ۱۶۸) ۳ یعنی مصنف کتاب نے یون کہا۔ استاد نے یون کہا۔ اور مین یون کہتا ہون ۔ ۱۲

ان سب کو مقامات مذکورہ میں پایا اور مشتاق بھائی کا سلام پہونچا دیا[1]۔ اُس زمانے میں سفر میں مصیبتوں سے ہوا کرتا تھا اور سیاحت میں جو صعوبتیں اُٹھانا پڑتی تھیں وہ ذیل کے واقعے سے خیال میں آسکتی ہیں۔

امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں کہ سفر میں ایک دفعہ میں جہاز سے اُترا تو خرچ بالکل پاس نہیں رہا تھا دو میرے رفیق اور تھے اُنکا بھی مضمون واحد تھا۔ ہم تینوں نے تین دن فاقے سے پیدل سفر کیا۔ آخر تیسرے دن ایک مقام پر کثرت ضعف نے تھکا کر گرا دیا۔ اُن دونوں رفیقوں میں ایک بیچارہ بڈھا تھا وہ گرتے ہی بیہوش ہو گیا۔ ذرا دیر کے بعد ہم دونوں نے پھر ہمت باندھا۔ آگے بڑھنے کا ارادہ کیا۔ بڈھے کو دیکھا تو بالکل غافل تھا۔ مجبوراً اُس کو وہیں چھوڑا۔ اور ہم آگے بڑھے۔ تھوڑی دور چلے تھے کہ میرے حواس نے جواب دیا اور میں بھی غش کھا کر زمین پر گر پڑا۔ رفیق بڈھے کی طرح مجکو بھی راہ میں چھوڑ کر خود آگے بڑھا۔ حسن اتفاق سے کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد اُس کو ایک کشتی نظر پڑی جس نے قریب ہی ایک مقام پر اپنے مسافر اُتارے۔ مسافروں کو دیکھکر اُس نے اظہار مصیبت کے لیے اپنی چادر رومال میں اوڑائی یہ نشان بیچارگی دیکھکر مسافر اس طرف متوجہ ہوئے اور اُن میں سے کچھ لوگ اُس کے پاس آئے اور تشنگی سے اُس کو بیدم دیکھکر پانی پلایا جب پانی پیکر اُس کو تسکین ہوئی۔ تو اُس نے کہا کہ میرے دو رفیق اور اسی مصیبت کے مارے پیچھے چھٹ گئے ہیں اُن کی خبر گیری ضرور ہے۔ مہربان مسافر یہ سُنکر ہماری طرف آئے۔ میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ایک آدمی مُنہ پر پانی کے چھینٹے دے رہا تھا جب مجکو ہوش آگیا تو پانی پلایا۔ اُس کے بعد ہم سب ملکر بیکس بڈھے کے پاس گئے۔ اور اُس کی بھی خدمت کی۔ آخر ہم نے ایک مقام

---

[1] (رحلة ۳۱ صفحہ ۱۱۵) [2] (تذکرہ ج ۲ ص ۱۴۷)

چند روز ٹھہر کر آرام کیا۔ تب جان مین جان آئی۔ حیف! ہمارے اسلاف ایسے اور ہم انکی اخلاف ایسے۔ کہ ہمارے مقابلے مین دنیا کی ساری قومین علم و حکمت کے زیادہ قدر شناسی کی مدعی ہین۔ اگر پچھلی ہمت کا ادنا اثر بھی ہم مین ہوتا تو آج امتحان مقابلہ ہمارے واسطے ایک عجیب مسالہ قرار پاتا۔ اور ہر صیغے اور شعبے مین ہم رعایت کی ذلیل صدا بلند نہ کرتے جس طرف کان لگائے مسلمان طلبہ اور اسلامیہ مدارس مین افلاس افلاس کی صدا بلند ہے۔ انصاف! لاسے طاعت ست۔ لاکھ افلاس سہی لیکن چقندر کے پتے اور جڑی بوٹی کھانے کا اتفاق تو نہین ہوتا سچ یہ ہے کہ شوق اور ہمت نہین ورنہ بھی کڑوی گھونٹ شربت کیطرح گوارا ہو جائے۔ اور ساری سخت منزلین آسان ہو جاتین۔

کتابونکا لکھنا چھاپے نے اس زمانے مین کتابون کا وجود اتنا آسان کر دیا ہے کہ اب اُس وقت کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔ جو پچھلے زمانے مین کتابون کے بہم پہونچانے مین پیش آتی تھی۔ آجکل عمدہ سی عمدہ کتاب دام خرچ کرنے سے بلا دشواری مل سکتی ہے لیکن جب یہ بات کہان تھی۔ جو بھاری کام اب بسیلہ ور پتھر نے اُٹھا لیا ہے اُس وقت کے طلبہ کو خود کرنا پڑتا تھا۔ یعنی وہ اپنے واسطے کتابین خود لکھتے تھے گویا اپنے چلنے کے واسطے اُن کو سڑک بھی خود بنانا پڑتی تھی۔ شقائق نعمانیہ مین لکھا ہے کہ ابتداءً جب علامہ تفتازانی کی تصانیف روم مین پہونچین اور درس مین مقبول ہوئین تو اُن کے نسخے دام خرچ کرنے پر بھی نہین ملتے تھے مجبوراً علامہ شمس الدین کو علاوہ جمعے اور سہ شنبے کی معمولی تعطیلون کے دوشنبہ کی تعطیل مدارس مین اور مقرر کرنا پڑی۔ پس ہفتے مین تین دن طلبہ کتابین لکھتے تھے اور چارون پڑھتے تھے۔ کثرت مشق اور رات دن کے لکھنے نے اگلے لوگون کو تحریر پر ایسا قادر کر دیا تھا کہ اب اُن کی حکایتین

---

۱ (تذ ج۲ ص ۱۴۷) ۲ شق ج ا ص ۳۰)

مشکل سے باور ہوتی ہین۔

حافظ ابن فرات بغدادی نے جب وفات پائی تو کتابون کے اٹھارہ صندوق چھوڑے جن کتابون سے اٹھارہ صندوق بھر گئے تھے اُن مین سے اکثر خود اُن کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھین خوبی تحریر کی سند اس سے بڑھکر اور کیا ہوسکتی ہے کہ محدثین کے نزدیک اُنکی لکھی ہوی کتابین صحتِ نقل اور جودتِ ضبط مین حجت اور سند خیال کی جاتی تھین[1] ۔ سبط ابن جوزی فرماتے ہین کہ مین نے اپنے دادا (شیخ ابن جوزی) کو ایکبار سر منبر یہ کہتے سُنا کہ مین نے اپنی اِن اُنگلیون سے دو ہزار جلدین لکھی ہین جس شیخ وقت نے ڈہائی سو کتابین تصنیف کر ڈالین ہون اُس کا دو ہزار جلدین لکھ لینا ناممکن نہین۔

جن قلمون سے اُنھون نے حدیث شریف کی کتابین لکھی تہین اونکا تراشہ جمع کرتے گئے تھے جب وہ وفات پانے لگے تو وصیت کی کہ میرے غسل کا پانی اوسی تراشے سے گرم کیا جائے چنانچہ جس پانی سے اُن کو غسل دیا گیا اُس کے نیچے وہی پاک ایندہن ملایا گیا تھا[3]۔

حضرت یحیی بن معین نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ مین نے اپنے ہاتھ سے چھ لاکھ حدیثین لکھی ہین[4]۔ امام ابواُسامہ کوفی نے ایک سو دس برس کی عمر مین وفات پائی تاہم سلسلہ تحریر آخر عمر تک قائم رہا اُن کے بیٹے نے بیان کیا ہے کہ میرے والد نے جب اشعار عرب مدوّن کیے تو چھ ادپر اسّی قبائل کا کلام تھا جب وہ ایک قبیلے کا کلام شایع کر چکتے تو اُس کے شکرانے مین ایک نسخہ کلام اللہ کا لکھکر مسجد مین پونہچا دیتے۔ اس طرح اسّی سے زیادہ نسخے کلام پاک کے اونہون نے لکھکر وقف کر دیے۔ بعد وفات امام ابوجعفر طبری کے تصانیف کا حساب

---

[1] (تذ ج۳ ص ۲۲۰) [2] (تذ ج۴ ص ۱۳۸) [3] (تذ ج۱ ص ۲۷۹) [4] (تذ ج۲ ص ۲۱۵) [5] (ابن ج۱ ص ۶۵) [6] یعنی شیخ ابن جوزی ۱۲

لگایا گیا تو ابتدائی شباب سے یومِ رحلت تک چودہ ورق روزانہ کا اوسط پڑا۔ اور عام تحریر کا اندازہ کیا گیا تو چالیس ورق یومیہ ہوئے[1]۔ حکیم المظفر مصری کے حال مین علامہ ابن ابی اصیبعہ لکھتے ہین عجب تر یہ بات ہے کہ اُن کے خانے مین ہزارون کتابین ہر فن کی تھین۔ مگر کوئی کتاب کسی فن کی اُن کے یہان کی ایسی نہین تھی جس پر خود اُن کے قلم کی کچھہ تصنیف نادر یا تہین فن کتاب کے مناسب لکھی ہوئی نہو۔ چنانچہ مین نے اپنے آنکھہ کی بکثرت طب اور دیگر فنون کی کتابین حکیم مذکور کے کتاب خانے کی دیکھی ہین جنپر اُن کا نام اور فوائد متفرقہ متعلق کتاب درج تھے[2]۔ قوت تحریر پر واقعۂ ذیل بھی عمدہ شاہد ہے۔

مفتی قسطنطنیہ ابو سعود رومی نے بارہا ایک ایک دن مین ہزار ہزار رقعون کا جواب لکھڈالا جن مین سے ایک بھی خوبی سلوبی اور حُسن معنی کے لحاظ سے گرا ہوا نہین ہوتا تھا[3]

توجہ کامل اور شوق طلب

اس عنوان کے ضمن مین جو واقعات آگے مذکور ہوتے ہین۔ اُن مین آپ عُلما کو زندگانی کی مختلف سختیون مین پائین گے۔ کسی کو آپ سرد ملک مین شب کو مسجد کے دروازے پر کھڑا دیکھین گے۔ کوئی بزرگ شدت گرما کے باعث پانی کے ایک بڑے ظرف مین بیٹھے ملین گے۔ کوئی عالم آپ کو بورے پر دراز نظر آئینگے۔ کوئی اپنے جانی دشمن حاکم وقت کے خوف سے صحرا مین روپوش ملین گے۔ کسی کے دل مین العشق نارٌ یحرق ماسوی المطلوب" کا جلوہ دکھائی دے گا۔ غرض مختلف گرم و سرد حالات جو ایک انسان پر گذر سکتے ہین۔ اُن پر آپ گذرتے دیکھین گے۔ لیکن ہر حال مین آپ اُن کے دل کو اطمینان سے اپنے مطلوب یعنی علم کی طلب مین مشغول پائین گے۔ اور واقعات ثابت کرین گے کہ یہ حوصلہ فرسا حوادث اُن کے دلون مین علم کی جانب سے تنفر پیدا کر نہین

---

[1] (تذ جِ۳ ص ۲۷۹) [2] (عیون جِ۲ ص ۱۰۸) [3] (العقد ص ۲۸۵)

قاصر تھے۔ بعض صورتوں میں آپ دیکھیں گے کہ وہ بظاہر ایک کام میں مصروف ہیں مگر قلب اُن کا علم کی جانب ہے کوئی حکیم سو سو مرتبہ ایک ایک کتاب کا مطالعہ کرتا ہے کسی فقیہ کے زیر مطالعہ ایک ایک کتاب پچاس پچاس برس رہی ہے ان تمام واقعات سے آپ کو اون کی توجہ کامل اور ماسوا سے بے نیازی کا پورا پتا ملے گا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حصول کمال کی جانب جب تک انسان اپنے دل کو پورے طور سے مائل نکردے کمال حاصل ہو نہیں سکتا۔ اس زمانے کے مسلمان بھی مدارس کے حجروں میں اپنی عمریں صرف کردیتے ہیں پڑھتے پڑھتے بوڑھے ہو جاتے ہیں مگر کمال تو بڑی چیز ہے اُس کا کوئی شمہ بھی اُن میں نظر نہیں آتا۔ کوئی اس کے اسباب کچھ ہی بتائے مگر میں یہ کہتا ہوں کہ صرف توجہ اور ہمت کا تفاوت ہے۔ اگر ہم وہی توجہ پیدا کرلیں تو وہ کمالات پھر پیدا ہو سکتے ہیں۔ آیۂ پاک لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی صاف صاف بتلا رہی ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی کوشش کا پھل پاتا ہے جو کتابیں علما کے حالات میں طبقات کے طور پر لکھی گئی ہیں اُن پر نظر غائر ڈالی جائے تو عیاں ہوتا ہے کہ جتنا طبقہ بہ طبقہ جہد طلب میں تفاوت آتا گیا اُسی قدر درجہ بدرجہ کمالات علمیہ میں تنزل ہوتا گیا۔ سلک الدرر میں (جو بارھویں صدی کے علماء کے حالات میں ایک ضخیم کتاب ہے) ایک بھی عالم پانچویں یا چھٹی صدی کے علماء کے مثل نظر نہیں پڑتا اس کے ساتھ بھی بارھویں صدی کے عالم کی جہد طلب پانچویں یا چھٹی صدی کے علما کی جانفشانی کے مشابہ نہیں۔ اگر ہم سلک الدرر کے کسی عالم کے حالات اُن حالات کے مثل پائیں جو ابن خلکان یا ترجمۃ الالباء کے علما کے ہیں اور پھر دیکھیں کہ ویسے کمال کو اول الذکر نے نہیں پایا تو بیشک ہمکو توجہ اور شوق کے سوا کسی اور سبب کے تلاش کی ضرورت پیش آئے گی۔ لیکن جب ہم ہمت ہی کا تفاوت پاتے ہیں تو پھر الزام کے لئے اور اسباب کا پیدا کرنا دور از عقل سے بعید ہے۔

بحث بالا کو واقعات ذیل سے ملائیے اور اسطرح اُس کی صحت یا غلطی خود بخود منکشف

ہو جائے گی۔ کمال توجہ کا اظہار فارسی کی اس مثل مین کیا گیا ہی۔ دل بیار دوست بکار۔ امام دار قطنی ایک مرتبہ ابتدائے سن مین اسمٰعیل صفار کی مجلس املا مین حاضر تھے۔ شیخ تو املا مین مصروف تھے اور یہ ایک کتاب کی نقل کرتے جاتے تھے ایک شخص اُنکی بے توجہی دیکھکر جھنجلایا اور کہا کہ تم نقل کتاب مین مصروف ہو پھر تمھارا سماع کسطرح قابل وثوق ہوسکتا ہی۔ دارقطنی نے یہ اعتراض سُنکر کہا کہ سماع سماع مین فرق ہوتا ہی تم تو ہمہ تن متوجہ ہوکر سُن رہے ہو بتلاؤ تو شیخ نے ابتک کتنی حدیثین روایت کی ہین۔ معترض کو مجموعی تعداد کا خیال نہ تھا لہٰذا اس سوال کا جواب نہ دے سکا۔ دارقطنی نے کہا اٹھارہ حدیثین اس وقت تک املا ہوئی ہین۔ پہلی کا یہ متن ہی کہ یہ اسناد۔ دوسری کا یہ متن ہی یہ اسناد غرض اسی طرح وہ ساری حدیثین سُنا دین۔ حاضرین اُن کا ضبط دیکھکر دنگ رہ گئے۔

ایک مرتبہ دو شیخ خراسان سے مکہ مکرمہ مین آئے اور حرم محترم کے دو جانب بیٹھکر اُنھون نے ایک ہی وقت مین روایتِ حدیث کی۔ دونون کے سامعین اور مستملی[1] جُدا جُدا تھے حافظ ابن اثرم دونون کے بیچ مین بیٹھ گئے اور دونون کا بیان برابر لکھتے رہے۔

بیشک یہ توجہ کی یکسوئی کا ایک کرشمہ تھا جس نے ایک سامع کو دو سامعون کی قوت دیدی۔ بہت سے حاضرین مجلس ایسے ہوتے ہین کہ سب کچھ سُننے کے بعد بھی اُن کو نہین معلوم ہوتا کہ کیا سُنا اور کم

---

[1] (تذ ج ۳ ص ۲۰۰) سے اگلے زمانے مین طریقہ تعلیم یہ تھا کہ اُستاد کسی اونچے مقام پر بیٹھکر کسی موضوع کی نسبت زبانی تقریر کرتا تھا اور شاگرد اوس کو سُنتے اور ضبط کرتے تھے اس طریقے کا نام املا تھا۔ وقت ضرورت ایک یا زائد اشخاص اس غرض سے کھڑے ہو جاتے تھے کہ اُستاد کے الفاظ بجنسہٖ شاگردون تک پوہنچاتے جائین ان لوگون کو مُستملی کہتے تھے۔ یہ طریقہ یورپ کے لیکچر کے طریقہ سے مشابہ تھا ۱۲

تو بھی اُن کو نزدیکان بے بصر کا خطاب دلاتی ہے[1] علی بن الحسن راوی ہین کہ ایک شب
مین نماز پڑہکر مسجد سے باہر آنے کو حضرت عبد اللہ بن المبارک کے ساتھہ ساتھہ اُٹھا اُس
رات کو سردی کی بہت شدت تھی دروازے پر پہونچکر ابن المبارک نے ایک حدیث کا ذکر
چھیڑا جب وہ فرما چکے تو مین نے اُس کی نسبت کچھہ کہا میرے بعد پھر اُنھون نے کچھہ بیان کیا
غرض اسی طرح سلسلہ کلام جاری تھا کہ مؤذن نے فجر کی اذان دیدی - اور ہم دونون مسجد کو لوٹ
آئے[2] حافظ حدیث حمیدی میورقی جزیرہ میورقہ[5] مین پیدا ہوئے شام وعراق مین علم حاصل
کیا اور بغداد مین آکر رہے گرمیون مین جب شب کو لکھنے بیٹھتے اور گرمی ایذا پونہچاتی
تو ایک بڑے سے ظرف مین پانی بھر کر اُس مین بیٹھتے اور لکھتے -

ابو عمرو بن العلاء (امام ادب) ایک زمانے مین سفاک حجاج ابن یوسف کے خوف سے
صحراے عرب مین بھاگے پھرتے تھے - ادھر تو جان کے لالے پڑ رہے تھے اُدھر اُس علامہ
ادب کو یہ تلاش تھی کہ آیا لفظ فرجہ (بمعنی کشایش) بالضم ہے یا بالفتح ایک روز اثناے بادیہ
پیمائی مین ایک قائل کو اُنھون نے یہ شعر پڑہتے سنا ؎ ربما تجزع النفوس
من الامر لہ فرجۃ کحل العقال فرجہ کو اُس نے زبر سے ادا کیا - یہ شعر پڑہکر وہ
بدوی ابو العلا کی طرف مخاطب ہوا اور کہا کہ سُنتے ہو ظالم حجاج مرگیا - ابو العلا کہتے ہین
کہ مجکو اُس وقت یہ تمیز نہ ہو سکا کہ آیا مین کس بات سے زیادہ خوش ہوا - لفظ فرجہ کے
صحت ہو جانے سے یا اپنے عدوی جانی کی خبر وفات پانے سے اس حکایت سے معلوم ہوتا
ہے کہ اُس شیفتۂ علم کے نزدیک ایک ایک علمی مسئلہ جان کے برابر عزیز تھا اُسی کی بدولت
ابو العلا کو یہ ملبنہ مرتبہ حاصل ہوا کہ امام فن قرار پائے - جو لوگ اپنی جسمی آسایشون کو بھی علم

[1] (تذکرۃ ص ۱۴۹) [2] (تذکرۃ ص ۲۵۲) [3] (تذکرۃ ص ۱۸) [5] مجارکا واقعہ بحیرہ روم ۱۲

پر قربان ہوسکیں وہ کیا شان حاصل کر سکتے ہیں۔ اب مدرسے بہت اور مدارس بہت لیکن اور ہمت نایاب۔ اس لئے ہماری علمی محفلوں میں ہر طرف سناٹا سا ہے[1]۔

ابو عبید بن سلام نے ایکبار اپنے تلامذہ سے کہا کہ میں نے چالیس برس اپنی کتاب غریب الحدیث کی تصنیف میں صرف کئے ہیں۔ اکثر فوائد مجکو لوگوں سے باتوں باتوں میں ہاتھ لگ جاتے تھے اور میں اون کو موقع موقع سے اُس کتاب میں درج کرتا جاتا تھا ان فائدوں کے حاصل ہونے سے اتنی خوشی مجکو حاصل ہوتی کہ میں ساری ساری رات فرط محبت سے جاگتا رہتا۔ تم چار پانچ مہینے بھی میرے پاس آکر رہتے ہو تو کہتے ہو کہ ہم بہت رہے[2]۔

حضرت امام زہری کا مطالعے کے وقت یہ عالم ہوتا کہ اِدھر اودھر کتابیں ہوتیں اور اُنکے مطالعے میں ایسے مصروف ہوتے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہتی۔ بی بی کو کب گوارا تھا کہ اُنکے سوا کسی اور کی اس قدر گنجایش اُن کے شوہر کے دل میں ہوتی ایک روز بگڑ کر کہا واللہ لھذہ الکتب اشد علی من ثلث ضرائر یعنی قسم ہے رب کی یہ کتابیں مجھ پر تین سوکنوں سے زیادہ بھاری ہیں[3]۔ امام شافعی کے جلیل القدر شاگرد امام مزنی نے اپنے اُستاد کی کتاب الرسالہ کا پچاس برس مطالعہ کیا اور وہ خود ناقل ہیں کہ ہر مرتبہ کے مطالعے میں مجکو نئے نئے فوائد حاصل ہوتے گئے[4]۔

ارسطو کی کتاب النفس کا ایک نسخہ کسی کے ہاتھ لگا جس کا حکیم ابو نصر فارابی نے سو مرتبہ مطالعہ کیا تھا۔ اور اُس پر حکیم موصوف کی ہاتھ کی یہ عبارت تحریر تھی۔ انی قرأت ھذا الکتاب مائۃ مرۃ یعنے میں نے اس کتاب کو سو مرتبہ پڑھا ہے[5]۔

شیخ الرئیس کے مطالعے کی بھی ایک حکایت ذہبی قریب اسکے ہیجس کو شیخ نے خود بیان

---

[1] (نزہتہ ص ۳۲) [2] (ابن خ ص ۳۱۹) [3] (ابن خ ص ۱۳۵۱) [4] (ابن خ ص ۱۱۳) [5] (ابن خ ج ۲ ص ۸)

بیان کیا ہے ابن سینا کا بیان ہی کہ ایام طالب علمی مین جب مین نے کتاب مابعد الطبیعہ کا مطالعہ شروع کیا تو مطلقاً وہ میری سمجھ مین نہین آئی اور نہ اوس کے واضع کی کوئی غرض مفہوم ہوئی۔ انتہا یہ ہی کہ چالیس مرتبہ مین نے اُسکا مطالعہ کیا۔ عبارت تو برزبان ہوگئی۔ لیکن مدعا نے اپنی جانب سے بالکل مایوس کردیا۔ اتفاقاً اُسی عرصے مین ایک روز عصر کے وقت مین کتاب فروشون مین جا نکلا۔ وہان ایک شخص کتاب بیچتا ہوا آیا اور مجھسے کہا کہ یہ کتاب فن مابعد الطبیعہ مین ہے آپ لے لیجئے۔ چونکہ اس فن کو اپنے ذہن مین بیمعنی ٹھہرا چکا تھا اس لئے مین نے خریداری سے انکار کردیا۔ اُس نے منت کی اور کہا کہ کتاب سستی ہی صرف تین درہم اس کی قیمت ہی۔ اور اسکا مالک ضرورت مند ہی۔ مین نے اُسکے اصرار سے مجبور ہوکر کتاب لے لی۔ خریدنے کے بعد کھول کر جو دیکھا تو ابو نصر فارابی کی تصنیف نکلی جس مین مصنف نے اغراض کتاب مابعد الطبیعہ سے بحث کی تھی مین خوش ہوکر مکان پر آیا اور اُس کا مطالعہ شروع کیا۔ اصل کتاب چونکہ پہلے سے مجکو ازبر تھی اس نو خرید کتاب کو پڑھتے ہی سب مشکلین آسان ہوگئین[1]۔

ابو العباس ثعلب نے بغداد مین اسحٰق موصلی کے کتاب خانے مین ایک ہزار جز فن لغت کے دیکھے جو سب کے سب اسحٰق کی سماع مین آچکے تھے[2]۔

مولانا جمال الدین رومی نے ایک رات طلبہ کے حجرون مین مخفی طور پر گشت کیا۔ ایک طالب علم کو دیکھا کہ تکیے سے لگا ہوا مطالعۂ کتاب مین مصروف ہی۔ دوسرے کو دیکھا دوزانو مستعد بیٹھا ہی کتاب زیر مطالعہ ہی اور موقع موقع سے کچھ لکھتا بھی جاتا ہی۔ یہ دیکھکر تجربہ کار اُستاد نے اول کی نسبت کہا انّہٗ لا یبلغ درجة الفضل دوسرے کی نسبت فرمایا سیحصّل الفضل و یکون لہٗ شان فی العلم۔ آیندہ زمانے نے ظاہر کردیا کہ یہ پیشینگوئی بالکل سچی تھی[3]۔ یہ امر قابل لحاظ ہی کہ امام زُہری ہون

---

[1] (عیون ج۲ ص ۴) [2] (ابن ج۱ ص ۹۲) [3] (شق ج۱ صفحہ ۳)

یا امام غزنی۔ حکیم فارابی ہون یا شیخ الرئیس ان کے علمی کمالات کی اصل بنیاد یہی مطالعہ کی کثرت تھی کہ ایک ایک کتاب کو سو سو بار پڑہتے تھے۔ اور پچاس پچاس برس دیکھتے اب مطالعہ معدوم لہذا علمیت معلوم۔ بیدر رہین وہ لوگ جو ان بزرگون کی جان کاہیون کو نظرانداز کرکے اُنکے علمی کمالات کو محض اُس زمانے کے آثار کا ثمرہ بتا کر اپنے زُعم باطل مین اپنے لئے ایک عذر تراشتے ہین اگر ابونصر یا شیخ الرئیس کی سی جانفشانی آجکل کے مسلمان کرین تو ضرور اُنکے برابر ہوسکتے ہین علم وحکمت کچھ نبوت نہ تھی جو کسی ذات پر ختم ہوگئی اور ہم پر یہ ایمان لانا واجب ہوگیا کہ فارابی اور شیخ کمالات علمیہ کو ختم کرگئے ؎ فیض روح القدس ار باز مدد فرماید ٭ دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد ٭ آمدم برسرمطلب۔

ابوالبرکات طبیب مشہور ابتدا مین موسوی ملت کے پیرو تھے۔ اُس عہد کے اُستاد طب ابوالحسن کی یہ آن تھی کہ وہ منکرین حضرت مسیحا کو طب نہین پڑہاتے تھے۔ ابوالبرکات اُنسے پڑہنے گئے۔ لیکن ناکام واپس آئے۔ اُس طرف سے جب مایوس ہوئے تو شوق نے ایک اور راہ بتلائی یعنی اُنھون نے دربان کو ملایا اور اُس سے درس کے وقت دروازے مین بیٹھے رہنے کی اجازت لے لی ؎ نخواہم داد دربان ترا بہر درون زحمت ٭ بسندست اینکہ گاہے بنیم آن دیوار بیرون را۔ ایک سال کامل یہ دروازے مین بیٹھکر اُستاد کی تعلیم سے فیض یاب ہوتے رہے۔ ایک روز کسی مسلئے مین ابوالحسن کے درس مین الجھاؤ پڑ گیا اور کسی طرح وہ گتی نہ سلجھی۔ آخر چپے رستم ابوالبرکات عبارت کرکے آگے بڑہے اور کہا کہ اجازت ہو تو اس مسئلے مین کچھہ مین بھی عرض کرون۔ اُستاد نے اجازت دی تو اُنھون نے اُس کو جالینوس کے قول سے حل کردیا اور کہا کہ فلان روز یہ قول آپ ہی نے بیان فرمایا تھا۔ ابوالحسن نے حیرت سے پوچھا کہ تم نے میرا قول کہان سُنا۔ اُنھون نے صورت حال گوش گذار کی حکیم موصوف کے دل پر اُنکے شوق کا گہرا اثر پڑا اور اعتراف کیا کہ ایسے شخص کو علم سے محروم رکہنا

مذاق نہیں۔ چنانچہ اُسی روز ابو البرکات کو شامل درس ہونے کی اجازت ہو گئی۔

خطیب تبریزی شارح حماسہ کے ہاتھ ایک کتاب لغت ابو المنصور کی تصنیف لگی جو کئی چھوٹی چھوٹی جلدوں میں تھی۔ اُسکے مطالب حل کرنے کو وہ اپنے شہر کے ایک عالم لغت کے پاس گئے۔ عالم موصوف نے اُن کو یہ مشورہ دیا کہ ابو العلا معری کے پاس چلے جاؤ خطیب نے اون اجزا کو ایک تھیلے میں بھر کر پشت پر ڈالا اور پیادہ پا تبریز سے مُعرہ (واقع ملک شام قریب حماۃ) کو چل کھڑے ہوئے۔ راستے میں اس کتاب کی جلدیں پسینے سے ایسی نمناک ہو گئی تھیں کہ بغداد میں لوگوں نے ان کو دیکھا تو گمان کیا کہ پانی میں بھیگ گئی ہیں غرض اسی حال میں خطیب معرہ پونہچے اور ابو العلا کی خدمت میں حاضر ہو کر اُس کے مشکلات کو حل کیا[1]۔ علامہ ابن ابی اصیبعہ نے اپنے عم مکرم رشید الدین طبیب کی طالب علمی کا حال کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے۔ ہم اُس کو زمانۂ ماضی کے طرز طالب علمی اور طریقۂ کسب علوم ظاہر کرنے کے لئے یہاں نقل کرتے ہیں۔ رشید الدین نے اولاً کلام اللہ تمام ضروری مراتب کے لحاظ کے ساتھ حفظ کیا حفظ کلام پاک سے فارغ ہو کر فن حساب کی تحصیل کی۔ حساب کے بعد فن طب پڑہنا شروع کیا۔ مصر کے رئیس الاطبا اُن کے والد کے دوست تھے اس لئے رشید الدین کو اُنھوں نے خود طب شروع کرائی اور جالینوس کے سولہ رسالے پڑہائے[2]۔ جن میں سے چند ابتدائی لفظ بہ لفظ حفظ کئے گئے۔

ان رسالوں کو رئیس الاطبا سے پڑہکر اور اساتذۂ فن سے سبق لینے لگے۔ نری کتابی خوانی پر قناعت نہ تھی بلکہ سبق سے فارغ ہو کر بیمارستان (شفاخانہ) جاتے اور وہاں کے مریضوں کو دیکھکر معالج اطبا نے جو اُن کا مرض تشخیص اور علاج تجویز کیا ہوتا اس کو سنتے اسی ضمن میں فن کحالی (آنکھہ بنانا) سیکھا اور اُس کا عمل نفیس الدین سے (جو بیمارستان

---

[1] (عیون ج۱ ص ۲۷۹) [2] (ایضاً ج۲ ص ۲۳۳)

مین اس صیغے کے افسر اعلےٰ تھے) حاصل کیا اور سرجری (جراحی) کی مشق بھی شفاخانہ مذکورہ مین کی فن طب کے ان مشاغل کے ساتھ دیگر علوم سے بھی وہ بے خبر نہ تھے۔ ادب عربی اور فلسفہ عبداللطیف بغدادی سے اور منطق کا ایک سبق علوم حکمیہ کے استاد سدید الدین منطقی سے پڑھتے۔ ابو محمد جعفری سے فن نجوم۔ اور ابن الدیجور سے فن موسیقی حاصل کرتے ۲۰ بیس برس کی عمر مین شام پہونچکر اُنھون نے مطلب شروع کر دیا۔ بااینہمہ طب رضی الدین سے پڑھتے رہے اور وہان کے مشہور اُدباسے ادب۔ اتفاقاً اُن کے اُستاد عبداللطیف بغدادی بھی شام پہونچ گئے۔ تو اُنسے فلسفے کا شغلہ پھر جاری کر دیا۔ اِس جانفشانی کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہنوز اُن کا سن پچیس ۲۵ برس کا نہ ہوا تھا کہ طب مین اُن کو نمود حاصل ہو چکی اور مذکورہ بالا علوم کی تحصیل سے فارغ ہو گئے۔ علاوہ اِن علوم کے رشید الدین زبان ترکی و فارسی مین بھی ماہر تھے بلکہ فارسی مین شعر بھی کہتے تھے۔ حکایت بالا سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگلے اطبا اِس فن شریف کے تمام شعبے حاصل کرتے تھے۔ اور آج کل کے اطبا کی طرح اُن کا علاج دوسرون کے بھروسے پر نہین چلتا تھا[1]۔ امام طبرانی کی وسعتِ معلومات دیکھکر ایک شخص نے اُن سے دریافت کیا کہ آپ کا علمی خزانہ اس قدر مالامال کیونکر ہوا۔ تو امام ممدوح نے فرمایا کہ جانِ عزیز تیس۳۰ برس میری کمر نے بوریے کے سوا اور کسی بستر کا لطف نہین اُٹھایا[2]۔

امام ادب ثعلب ناقل ہین کہ پچاس برس سے ہم ابرہیم ابراھیم حربی کو اپنی ہر مجلس لغت و ادب مین موجود پاتا ہون[3]۔ امام رازی کو تاسف ہوتا تھا کہ کھانے کا وقت کیون علمی مشاغل سے خالی جاتا ہے۔ چنانچہ وہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ واللہ انی اتاسف فی الفوات عن الاشتغال بالعلم فی وقت الاکل فان الوقت والزمان عزیز یعنی خدا کی قسم

---

[1] (عیون ج۲ ص ۲۴۸) [2] (تذ ج۳ ص ۱۱۸) [3] (تذ ج۲ ص ۱۶۲)

مجھکو کھانے کے وقت علمی مشاغل کے چھوٹ جانے پر افسوس آتا ہی کیونکہ فرصتِ وقت بہت عزیز چیز ہے ؎ در بزم وصال تو بہنگام تماشا * نظارہ ز جنبیدن مژگان گلہ دارد۔ امام رازی اگر اوقات کو عزیز نہ سمجھتے تو نہ اُن پر علوم کے راز کھلتے اور نہ اُن کو کوئی امام کہتا۔ محویت شوق کا یہ لطیفہ بھی قابل سُننے کے ہے۔ کہ ادیب مشہور ابو محمد اعرابی اپنے چہرے پر روغن ملکر آفتاب کے سامنے بیٹھا کرتے تھے تاکہ اُن کا رنگ بدویون کی طرح کالا ہو جائے۔ اور آعرابی کا لقب ظاہری اور باطنی دونون حیثیتون سے اُن پر صادق ہو چنانچہ میدانِ طلب مین اُن کو یہ سرخروئی حاصل ہوئی کہ اُن کو اسود کا خطاب مل گیا۔ اور آج تک اسی لقب سے وہ تاریخ مین مشہور ہین۔ فدائیان شوق کا بھی ایک رنگ ہے[1]۔ مولانا خسرو سلطان محمد خان فاتح قسطنطنیہ کے وقت مین نہایت باوقار تھے اور عہدۂ قضا پر ممتاز۔ اگرچہ بہت سے خدام اُن کی خدمت مین تھے تاہم مطالعے کے کمرے مین اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتے اور خود چراغ روشن کرتے اور آتشخانے مین آگ سلگاتے[2]۔ اسحٰق بن سلیمان طبیب سو برس کے ہو کر فوت ہوئے اُن کے کوئی اولاد نہ تھی اور نہ مدة العمر انھون نے شادی کی۔ آخر عمر مین ایک مرتبہ کسی نے اُنسے پوچھا کہ آپ کے دل مین اولاد کی تمنا ہے۔ تو اُس دانا حکیم نے جواب دیا کہ اپنی کتاب حمیات کے ہوتے ہوئے اولاد ہونے کا کبھی خیال بھی مجکو نہین آتا[3]۔

حضرت یحییٰ ناقل موطا مدینۂ منورہ مین ایک روز امام مالک صاحب کے درس مین حاضر تھے کہ غوغا اٹھا کہ ہاتھی آیا۔ عرب مین ہاتھی عجوبہ چیز ہے۔ اس آواز کو سنتے ہی سارے طلبہ درس چھوڑ کر بھاگ اٹھے مگر یحییٰ اسی طرح اطمینان سے بیٹھے رہے۔ امام مالک صاحب نے

---

[1] (عیون ج ۲ ص ۳۳) [2] (نزہتہ ص ۱۳۴) [3] (شق ج ۱ ص ۱۲۲) [4] (عیون ج ۲ ص ۳۰)

درس مین حاضر تھے کہ غوغا اٹھا کہ ہاتھی آیا۔ عرب مین ہاتھی عجوبہ چیز ہے۔ اس آواز کو سنتے ہی
سارے طلبہ درس چھوڑ کر بھاگ اٹھے مگر یحییٰ اسی طرح اطمینان سے بیٹھے رہے۔ امام مالک صاحب نے فرمایا کہ یحییٰ
تمھارے ملک اندلس مین ہاتھی نہین ہوتا تم بھی جا کر دیکھ آؤ۔ انکے دل مین اور ہی خیال بس
رہا تھا۔ جواب دیا کہ حضرت! اندلس سے مین آپ کو دیکھنے اور علم سیکھنے آیا ہون ہاتھی دیکھنے کے
واسطے بے خان و مان نہین ہوا ہون ۔ بہ بست دیدہ مجنون ز خویش بیگانہ ، چہ آشنا گہی
بود چشم لیلےٰ را [1] ابو بکر بن بشار ادب کے مشہور امام بغداد مین شاہزادون کے اتالیق
تھے۔ ایک روز قصر خلافت کو جاتے ہوئے۔ نخاس سے گذرے ، وہان ان دنون ایک جاریہ
آئی ہوئی تھی جس کے حسن اور سلیقے کا سارے بغداد مین شہرہ تھا۔ ابن بشار اس کو دیکھکر مفتون
ہو گئے۔ جب دار الخلافہ مین پونہچے۔ تو خلیفہ نے پوچھا کہ آج دیر مین کیون آئے۔ انھون نے
جاریہ کا ماجرا عرض کیا۔ یہ سنکر خلیفہ نے در پردہ خدام کو حکم دیا کہ وہ جاریہ خرید کر ابن بشار کے
مکان پر ان کے پہونچنے سے پہلے پونہچا دی جائے۔ جب علامہ ممدوح مکان کو واپس آئے
تو جاریہ کو بیٹھا پایا۔ دریافت کیا تو حال معلوم ہوا اس کو انھون نے بالا خانے پر بھیجدیا
اور خود وہین بیٹھکر ایک علمی مسئلے پر (جسکی تحقیقات مین وہ ان روزون مصروف تھے)
غور کرنے لگے طبیعت تو اور ہی طرف لگ رہی تھی۔ غور کرنے مین الجھنے لگے۔ قلب کا رنگ یہ
دیکھکر ابن بشار نے خادم کو آواز دی اور کہا کہ اس شہر آشوب کو لیجا کر نخاس مین واپس
آؤ میرے نزدیک اتنی اسکی قدر نہین ہو کہ میرے دل کو علم سے پھیر لے۔ چنانچہ خادم گیا
اور جاریہ کو واپس کر آیا[2]۔

حفظ و استحضار علمی | یہ ایک مشہور مقولہ ہی کہ علم سینہ بہ از علم سفینہ۔ ہمارے اگلے

[1] (ابن خ ص ۲۱۲) [2] (نزہتہ ص ۳۳۶)

علما کا ایک دورہ تھا جب کتاب کا وجود بھی سلیمانون مین نہ تھا - جو کچھ اُستادون سے پڑھتے اور سیکھتے - اُس کو صفحۂ حافظہ پر ثبت کرنا پڑتا - یہان تک کہ کاغذ و قلم کی مدد کو وہ عار سمجھتے تھے - چنانچہ بعض علمائے سلف فخریہ یہ بیان کرتے کہ ہمنے کبھی سپیدی پر سیاہی کے دہبے نہین ڈالے - گویا اُن کے دماغ کتاب خانے تھے جن مین علمی مسائل خوبی اور خوش اسلوبی سے چُنے ہوئے تھے - اسی قوّت حافظہ کی وجہ سے اُس زمانے مین تعلیم کا طریقہ املا کے طرز پر تھا - حق یہ ہے کہ جیسے اساتذۂ فن اس روش تعلیم نے پیدا کئے وہ کتاب خوانی کے طریقہ سے پیدا نہو سکے - جتنے فن آج اسلام مین مدّون ہین اُنکے روسا وکملا اُس عصر مین ملین گے جب طریقۂ املا رائج تھا - متاخرین کے پاس سرمایۂ فخر حاشیہ شرح نویسی ہی - برخلاف متقدّمین کے کہ وہ مجتہدانہ قوت پر ناز کرتے تھے - اُن بزرگون کے حفظ اور استحضار علمی کے واقعات دیکھکر یہ اندازہ ہو سکتا ہی کہ کیسی شاقّہ محنتین وہ علوم کی تحصیل مین برداشت کرتے ہون گے - اُن حکایتون کی نسبت اپنی حالت پر قیاس کرکے بدگمانی کی نظر ڈالنا آئین حق سے بعید ہی - یہ ظاہر ہی کہ انسان کے تمام قُویٰ مشق اور کثرت کار سے ترقی کرتے ہین اور ترقی کی کوئی حد مُعین نہین آیندہ دوران بیان مین آپ کو ایسی حکایتین ملین گی جن کو معتبر مورخین نے چشمدیدہ لکھا ہی - یا دوسری عینی شہادت کو نقل کیا ہی - بعض اپنے حالات خود ایمۂ ثقات نے نقل کئے ہین - اِن حالتون مین میری رای ناقص مین کسی شک و شبہہ کی گنجایش بہت کم رہتی ہی - رفتہ رفتہ کتابین تصنیف ہوئین اُن پر اعتماد بڑھا اور قوت حافظہ بیکاری کی وجہ سے مضمحل ہوتی گئی - جو علم متقدمین کے دماغون مین تھا وہ مُتاخرین کے کتاب خانون مین آکر ٹھہرا اور نوبت یہانتک پہنچی کہ اگلون کے حالات پچھلون کے قیاس سے بھی باہر معلوم ہونے لگے -

غور کرنے سے یہہ بات معلوم ہوتی ہی کہ متقدّمین کی قوت علمیہ کو ان تین ذرایع سے بہت مدد ملتی تھی۔ اولاً حفظ ثانیاً کتابون کا اپنے ہاتھ سے لکھنا۔ ثالثاً کثرت مطالعہ۔ متاخرین سے رفتہ رفتہ یہہ سب سلب ہوگئے۔ حفظ کو کتابون کی تصنیف نے باطل کر دیا۔ اور تحریر یہہ کتابون کی کثرت سے فضول ہوگئی۔ اور اس زمانے مین جبکہ مطبع کتابون کے وجود سے دُنیا کو مالا مال کر رہا ہی کتابون کا نقل کرنا تضیع اوقات سے زائد نہین خیال جا سکتا۔ ایک مطالعہ باقی تھا اُس کو ہمارے زمانے مین اُس طرز تحشیہ نے بالکل غارت کر دیا جو بدقسمتی سے درایج ہوگیا ہی۔ ضمائر کے مرجع۔ اشارون کے مشاٌ الیہ ہندسون کی مدد سے ظاہر کئے جاتے ہین۔ تقریباً ہر ہر لفظ پہ حاشیہ بلکہ حواشی نقل کئے جاتے ہین۔ نتیجہ یہ ہی کہ طلبا ان کتابون کو خرید کر نہ مطالعے کی محنت اُٹھاتے ہین نہ اساتذہ کی تقریرون کو پورے طور سے قابو مین کرتے ہین۔ اسی اعتماد نے کہ ہماری کتاب مین سب کچھ لکھا ہے جب ضرورت ہوگی دیکھہ لین گے دماغی قوت کا بالکل ستیاناس کر دیا۔

مجھسے اس عہد کے ایک مشہور فاضل نے اپنی طالب علمی کا قصّہ بیان کیا کہ میر زاہد رسالہ پڑہنے کے وقت ہمارا یہہ عالم تھا کہ جو جو رموز اور نکات اُستاد کی زبان سے نکلتے ہماری یہہ کوشش ہوتی کہ ہمارے دماغون مین نقش ہو جائین۔ کیونکہ اگر استاد کی زبان سے نکلکر ہمارے دماغون مین نہ ٹھہرتے تو پھر کہان ملتے۔ غرض پڑہتے وقت ہم اُستاد کے بیانون کو پوری توجہ سے سنکر خیال مین رکھتے درس سے فارغ ہو کر اُس کا خلاصہ لکھتے اور لکھے ہوئے کو یاد رکھتے انہین دنون مین لکھنو یا کانپور سے رسالہ مذکور محشی ہو کر نکلا اور نکلتے ہی مدارس مین پھیلا اُس رسالے کے خریدتے ہی طلبہ کی ہمت مین قصور آگیا اور اُنھون نے سمجھلیا کہ جو اُستاد کی زبان پر ہی وہ ہمارے

پاس موجود ہی۔ پھر جانفشانی بیکار ہی۔ افسوس ہی کہ کتابون مین سب کچھ تھا مگر اُن کے دماغون مین کچھ بھی نہ آیا۔ جو کتابین اگلے اساتذہ کو دیکھنے کو نہ ملتی تھین آج وہ دوکانون مین بھری پڑی ہین۔ لیکن علم کا قحط ہی۔ اب تھیہ برطرف اصل مدعا سینئے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی مصنف جامع ترمذی (جو صحاح ستہ مین شامل ہی) فرماتے ہین کہ ایک دفعہ مین نے دو جز ایک شیخ کے روایت کردہ احادیث کے لکھے تھے بحسن اتفاق اُسی عرصے مین خود وہ شیخ مجکو مل گئے۔ مین نے اُنسے احادیث مذکورہ کی اجازت طلب کی اور اُنھون نے میری استدعا قبول فرمائی اور اُن احادیث کو سُنانا شروع کردیا درخواست کرنے وقت مجکو خیال تھا کہ مذکورۂ بالا دونون جز میرے پاس ہین۔ اب جو دیکھتا ہون تو بجائے اون کے دو سادے جز مین نے غلطی سے اپنے پاس رکھ لیے تھے مجھے سوائے اس کے کچھ نہ بن پڑا کہ وہی سادے جز ہاتھ مین لیکر شیخ کی حدیثین سُننے لگا۔ سوءِ اتفاق سے شیخ کی نظر اُن اوراق پر پڑ گئی اور انھون نے بگڑ کر کہا کہ تم کو مجھسے شرم نہین آتی۔ مین نے اصلی ماجرا بیان کیا اور کہا کہ جو حدیث آپ سُناتے ہین وہ مجکو یاد ہوتی جاتی ہی۔ شیخ کو میرے قول کا اعتبار نہ آیا۔ اور فرمایا سُناؤ۔ مین نے سب سُنی ہوئی حدیثین لفظ بہ لفظ سُنا دین۔ اُنکا شُبہہ اب بھی نہ گیا اور کہا کہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ حدیثین میرے سُنانے سے پہلے تم حفظ کر چکے تھے۔

مین نے گذارش کی کہ آپ اور نئی حدیثین بطورِ امتحان روایت فرمائے چنانچہ چالیس حدیثین انھون نے نئی سُنائین اُنکو بھی مین نے فوراً اُدہرا دیا اور ایک بھی غلطی نہین کی۔ واقعہ بالا سے معلوم ہوتا ہی کہ کثرتِ مشق اُن کے حافظے کی قوت کو کیسا بڑھا دیتی

ـــــــــــــــــــ

لـ (تذ ج ص ۲۰۹)

تھی کہ غور سے سُننا اور حفظ ہو جانا یہ دونوں عمل اُن کے واسطے ایک ہو گئے تھے

داؤد ابن سمعہ نے ایک بار کہا کہ لوگ حفظ کے بارے میں ابو حاتم رازمی اور ابو زرعہ

کی نظیر دیا کرتے ہیں میں نے واللہ قرطبہ سے بڑھکر کوئی حافظ نہیں دیکھا ایک دفعہ میں

اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُنھوں نے اپنی کتابوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ

اِن کتابوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان کتابوں میں سے جس کو چاہو اُٹھا لو میں حفظ

سُناؤنگا امتحاناً میں نے ایک کتاب اُٹھا کر کہا کتاب والاشربہ۔ میں نے اتنی تحریک کی

تھی کہ اُن کی قوتِ حافظہ کا چشمہ روان ہو گیا اور ساری کتاب سُنا ڈالی[1]۔

خطیب بغدادی اپنی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں کہ ادیب مشہور ابو عمرو زاہد

قاضی محمد کے صاحبزادے کو ادب کی تعلیم دیتے تھے۔ ایک روز اُنھوں نے اپنے شاگرد کو

لغت کے تیس مسلے اور اُن کے آخر میں دو شعر لکھوائے۔ اتفاقاً اُسی دن عہد

مذکور کے تین اُستاد کامل ابن دُرید۔ ابن انباری اور ابو بکر۔ قاضی ممدوح سے ملنے

آئے (کثرت بیان کی وجہ سے بعض لوگ ابو عمرو کی نسبت یہ بدگمانی کرنے لگے تھے

کہ وہ بہت سی باتیں طبعزاد بھی کہدیتے ہیں لہذا) قاضی صاحب نے وہ مسائل عُلمائے

موصوف کی خدمت میں پیش کئے اور اُن کی تنقیح چاہی۔

ایک علامۂ وقت کے مسائل پر رائے زنی کرنا پوری ذمہ داری کا کام تھا۔ ابن انباری

اور ابو بکر تو اپنے مشاغل کا عذر کر کے خاموش ہو رہے۔ ابن دُرید نے بے ساختہ کہا کہ اِن

مسائل کی لغت میں کوئی اصل نہیں۔ سب ابو عمرو کے گڑھے ہوئے ہیں۔ ابو عمرو کو یہ

خبر پہنچی تو قاضی صاحب کے کہلا بھیجا کہ اپنے کتاب خانے میں سے فُلاں فُلاں شعراء

---

[1] (تذکرہ ص ۳۰۹)

عرب کے دیوان نکلوا دیجئے۔ چنانچہ وہ سب دیوان نکالے گئے۔ ابو عمرو نے ایک ایک مسئلہ لیکر اُس کے شواہد اُن دیوانوں سے نکال نکال کر قاضی صاحب کو دکھلانے شروع کئے اور اس طرح تیئسوں[2] مسئلے اہل زبان کے کلام سے ثابت کر دیے۔ دو شعر جو اخیر میں لکھوا دیے تھے اُنکی نسبت کہا کہ میرے اُستاد ثعلب نے فلان روز آپ کے سامنے پڑھے تھے اور آپ نے فلان کتاب کی پشت پر لکھ لئے ہیں۔ جب وہ کتاب بھی دیکھی گئی تو فی الواقع وہ شعر اُس پر ثبت تھے۔ ابن دُرید نے اس حال کو سنکر پھر کبھی کوئی لفظ ابو عمرو کی نسبت زبان سے نہیں نکالا[1]۔

متنبّی شاعر مشہور سے ابو علی فارسی امام نحو نے ایکبار پوچھا کہ فِعلی کے وزن پر عربی زبان میں کتنے اسم جمع آئے ہیں۔ متنبّی نے بے تامل کہا حجلے۔ اور ظربے۔ ابو علی نے تین شب متواتر لغت کی کتابیں چھانیں۔ مگر تیسرا اسم جمع اُن کو اس وزن کا نہ ملا[2]۔

جب حسن ابن سہل وزیر خلیفہ مامون الرشید عراق میں آیا تو اُس نے علمای ادب سے ملنے کی خواہش ظاہر کی حسب ایما۔ اصمعی۔ ابو عبیدہ۔ اور ابو بکر نحوی۔ بارگاہ وزارت میں حاضر ہوئے۔ اِسکے مخاطب ہونے سے پیشتر وزیر نے اُن عرائض پر دستخط کیے جو اہل حاجت نے پیش کی تھیں۔ جب اِن عرضیوں پر جو شمار میں پچاس تھیں دستخط کر چکا تو اُن اُدبا کی طرف متوجہ ہو کر معذرت کی اور سلسلۂ کلام شروع کیا۔ اثنای کلام میں اُن علمای گذشتہ کا ذکر ہوا جن کی قوت حافظہ مشہور تھی۔ اور امام زُہری اور قتادہ کا ذکر ہونے لگا۔ ابو عبیدہ نے کہا حدیث زندہ گویم مردہ در گور۔ اس وقت یہاں ایسا شخص موجود ہے کہ کبھی کتاب کو ایکبار پڑھکر دوبارہ دیکھنے کی اُس کو حاجت نہیں ہوئی

---

[1] (تذکرۃ ص ۹۱) [2] (ابن خلکان ص ۳۶)

اور جو بات ایک دفعہ اُس کے خزانۂ حافظہ مین پہونچ گئی پھر نہین نکلی یہہ سُنکر اصمعی نے
جسارت کرکے کہا کہ یہہ میری طرف اشارہ کرتے ہین ۔[1] ان دعوے کو مین اسطرح
ثابت کرسکتا ہون کہ وزارت مآب نے جسقدر عرائض پر اِس وقت دستخط فرمائے
ہین اُن سب کا خلاصۂ مضمون اور دستخطون سے اصل عبارت سُنادون ۔ وزیر کے حکم سے
کل عرضیان واپس آکر پیش ہوئین اصمعی نے بیان کرنا شروع کیا کہ فلان عرضی کے
پیش کنندہ کا یہہ نام ہے اور یہہ کام اور یہہ دستخط اُس پر ہوئے اسی طرح وہ نادرۂ
روزگار بیان کرتا گیا جب کچھہ اوپر چالیس عرضیون کی نوبت پہونچی تو حاضرین مین سے
ابونصر نے کہا کہ اصمعی خدا کے لئے اپنی جان پر رحم کرو کہین نظر نہ لگ جائے ۔ یہہ سُنکر
وہ چہکتا ہوا بلبل خاموش ہوگیا ۔

امام ابوسعد کو ساری صحیح مُسلم ۔ حافظ ابو الحسین اصفہانی کو صحیح بخاری و صحیح مُسلم
اور امام تقی الدین بعلبکی کو الجمع بین الصحیحین ۔ صحیح مسلم اور اکثر مسند امام احمد بزبان تھی
امام آخر الذکر ایک جلسے مین ستر حدیثین حفظ کرلیتے تھے اور ایک ماہ ایک دن سے
کم مین اُنھون نے مقامات حریری کے تین مقامے ازبر کرلئے ۔[2] علامہ ابن اصیبعہ مؤلف
مؤلف طبقات الاطبا نے ادویۂ مفردہ کے متعلق کچھہ کتابین مصنفہ ابن بیطار خود مصنف سے
پڑھی تھین ۔ اپنے اُستاد کی تعلیم کا جواب اسلوب اُنھون نے طبقات مین لکھا ہے
اُس سے علاوہ استحضار علمی کے یہی آشکارا ہوتا ہے کہ اساتذۂ سلف کسطرح اپنے تلامذہ کو
کامل بنانے تھے ۔ وہ بیان کرتے ہین کہ ہمارے اُستاد کے درس کے وقت بہت سی
کتابین مُفردہ دواؤن کے متعلق مثل کتاب حکیم دیسقوریدس ۔ کتاب جالینوس ۔

۱ (ابن ج ص ۳۸۶) ۲ (تذ ج ص ۸۰ - ۱۱۶ - ۲۳۱)

کتاب غافقی موجود رہتین - اُن کے پڑہانیکا طریقہ یہ تھا کہ اول ایک مفرد دوا کا یونانی نام (جو دِیسقوریدس نے لکھا ہے) لیتے اُسکے بعد اُسکے معنی (جو اُنھون نے روم مین رہکر تحقیق کئے تھے) بیان کرتے - پھر جو کچھ طبیب مذکور نے اُس دوا کے افعال وخواص لکھے ہین سُناتے - اسیطرح جالینوس اور متاخرین کے اقوال ومذاہب کا بہ ترتیب ذکر کرتے - پھر اطبا کے باہمی اختلاف کی (دوای مذکور کی نسبت) تشریح کرتے - آخر مین وہ غلطیان ظاہر کرتے جو اطبای مذکور سے اُس دوا کے متعلق سرزد ہوئی تھین - اُستاد جب ان مدارج کو طے کر چکتے تو ہم محولہ کتابون کو کھولکر دیکھتے اُن کے زبانی بیان اور کتابون مضمون مین سرِمو فرق نہ نکلتا - جب ہم کتاب دیکھتے تو ابن بیطار یہ بتاتے جاتے کہ دیسقوریدس نے فلان مقالے مین اس کا دوا کا ذکر کیا ہے اور مقالہ مذکور مین اس کا یہ نمبر ہے - اِس قدر بیان پر علامہ اُستاد کو تسلی نہ ہوتی بلکہ جن نباتات کا ذکر درس مین ہوتا وقتاً فوقتاً جنگل مین لے جاکر اُنکا مشاہدہ بھی طلبہ کو کرا دیتے - جو اُستاد اپنے طلبہ کے سامنے بقراط اور جالینوس کی غلطیان نکال کر رکھدے اُن کو کتاب کا کیڑا نہ بنائے بلکہ حقایق کے مشاہدے کا خوگر کرے اُس کے شاگرد بے شک کامل اور محقق ہون گے - جو لوگ جالینوس اور ارسطو کی عقل کو معصوم مان چکے اُنھون نے تو گویا اپنی عقلون کو یونانیون کے ہاتھ بیچ ڈالا - پھر کمال کیسا اور تحقیقات کہان۔

امام داود ظاہری ناقل ہین کہ میری محفل مین ایک روز ایک شخص ابو یعقوب بصری نامے شکستہ حال وارد ہوئے اور بدون کسی اشارے کے خود بخود صدر مین آبیٹھے - اور فخریہ لہجے مین مجھسے کہا کہ سَلْ یافتی عمّا بدا لک (اے جوان تیرے

لے (عیون - ج ۲ ص ۱۳۳)

دل میں جو آئے مجھسے پوچھ لے) مجکو اُن کی اس شیخیت پر سخت غصہ سا آیا اور اظہار اُسکا میں نے کیا کہ حجامت[1] کی نسبت کچھ فرمائے ابو یعقوب نے بارک اللہ کہا اور سب سے اول محدثانہ اور فقیہانہ گفتگو شروع کی۔

حدیث اَفطَرَ الحَاجِمُ وَالمَحجُومُ کو روایت کرکے بیان کیا کہ کس راوی نے اُس کو مُسند اور کس نے موقوف اور کس نے مرسل روایت کیا ہے۔ اور فقہا میں سے کس کس کا عمل اسپر ہے اس کے بعد انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پچھنے لگوانے کے مختلف طریقے بیان کئے اور اُس اُجرت کا ذکر کیا جو آپ نے حجام کو مرحمت فرمائی تھی اور یہ ثابت کیا کہ اگر اُجرتِ حجامت حرام ہوتی تو آپ مرحمت نہ فرماتے۔ پھر ایک اور حدیث کے طرق روایت سُنائے جس کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت نے بصری سینگیاں کھچوائی تھیں۔ پھر اس باب کی تمام احادیث صحیحہ متوسطہ اور ضعیفہ کو علی الترتیب بیان کیا۔ اصُول حدیث و فقہ کے مطابق اس قدر بحث کے بعد وہ طب کی طرف جھکے اور اطبا کی جو رائے حجامت کی نسبت مختلف زمانوں میں رہی ہے اس کو مشرح کرکے سُنایا طب کے بعد تاریخ کا نمبر تھا آخر کلام میں انھوں نے یہ ثابت کیا کہ سب سے اوّل یہ عمل اصفہان میں ایجاد ہوا تھا۔ امام ظاہری فرماتے ہیں کہ میں یہ وسعت تقریر دیکھکر متحیر رہگیا اور اُنکی طرف مخاطب ہو کر کہا قسم اللہ ما احتقرت بعدک احداً ابداً یعنی میں بعد تمھارے کسی کو بہ نظر حقارت نہیں دیکھوں گا۔ مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس نے ایک زمانے میں بیان کیا تھا کہ میں جب تک دو سو سطریں حفظ نہیں کرلیتا سوتا نہیں۔

---

[1] (ابن۔ ج ص ۱۷۶) [2] پچھنے لگوانا ۱۲

قرامان واقع ملک روم مین جو مدرسہ بنام مدرسۂ سلسلہ جاری تھا اس کے بانیکی جانب سے یہ شرط تھی کہ اوس کا مدرس وہ عالم مقرر کیا جائے جس کو صحاح جوہری از بر ہو چنانچہ مولانا جمال الدین اپنے عہد مین مدرسۂ مذکور کے مدرس تھے[1]۔

علم سے سیر نہونا

علامہ ابن العلا سے ایک بار کسی نے پوچھا کہ آدمی کو علم کب تک حاصل کرنا چاہئے۔ اُس عالی دماغ نے جو اب مین کہا کہ مَا دامتِ الحیاۃُ تحسُنُ بہٖ یعنی جب تک حیات مہربان رہے۔ دریا ے علم ناپیدا کنار ہے اور انسانی زندگی محدود۔ بایں ہمہ اگر آدمی ایک حد پر پہونچ کر علم سے سیر ہو جائے تو یہ اُسکی حرمان نصیبی ہی شوق کا تقاضا یہ ہے کہ ؎ دست از طلب ندارم تا کام من بر آید یا تن رسد بجانان یا جان ز تن بر آید + اور یہ محض ایک دل خوش کن خیال نہین ہی۔ آپ میدان علم مین ایسے جوان مرد پائین گے۔ جنھون نے اس قول کو دم واپسین تک عزیز رکھا اور دکھلا دیا کہ جب اجل کا فرشتہ اُنکی جان شیرین تن سے جدا کر رہا تھا وہ علم کی خدمت مین مشغول تھے۔ اور سچ یہ ہے کہ جب علم محدود نہین تو طلب کی بھی کوئی حد نہونا چاہئے۔ کسی کمال کے طالب کا یہ خیال کر لینا کہ مین حد طلب کو پہونچ چکا اُسکی حق مین سم قاتل ہی۔ یہ مسالہ پایۂ ثبوت کو پہونچ چکا ہے کہ عالم مین کسی حالت کو وقوف نہین ہی۔ یا ترقی ہی یا تنزل۔ پس علمی عروج مین بھی جس زینے پر طالب کا قدم رُکا وہین سے اُس کا تنزل شروع ہو جائے گا۔ اور جب اُس کے ذہن مین اپنی نادانی کا خیال راسخ اور اس کی ہمت کا مقولہ پیش نظر رہے گا اُس کو میدان طلب مین فتح وظفر ہی نصیب ہوتی جائیگی۔

[1] دمشق ج ص ۲۳۳ د ۲)

سقراط کا مقولہ ہے کہ میرے علم کی معراج یہ ہی کہ مین نے یہ سمجھہ لیا ہی کہ مجکو کچھہ نہین آتا - دیار مغرب کا ایک حکیم دانا جب بستر نزع پر دم توڑ رہا تھا تو اوس نے کہا کہ دنیا میرے علم کی نسبت معلوم نہین کیا کیا گمان کر رہی ہے - مگر مین اپنے آپ کو یہ سمجھہ تا ہون کہ ایک نافہم بچہ سمندر کے کنارے پر چند حزف پارون سے کھیل رہا ہی اور علم کا ناپیدا کنار سمندر اسکے سامنے موج زن ہی - بیشک اگر ان حکما کا یہ دلی عقیدہ نہ ہوتا تو برگزیدہ علمی مراتب پر سرفراز نہ ہوتے ؎ اے برادر بے نہایت درگہے ست + ہرچہ بروے میرسی بروے مایست

امام ابن السنی کے صاحبزادے فرماتے ہین کہ میرے والد نے ایک روز لکھتے تھے قلم دوات کے منہ مین رکھا اور دعا کو ہاتھ اٹھائے - جو ہاتھ دعا کے لئے اٹھتے تھے پھر وہ قلم نہ اوٹھا سکے اور عین حالت دعا مین روح عالم بالا کو پرواز کر گئی - ابن السنی کا سن اوس وقت اسی برس سے متجاوز ہو چکا تھا - حافظ ابن مندہ کا بیان ہی کہ ان کے والد جب دنیا سے رحلت کر رہے تھے تو اوس وقت بھی حافظ ساجی ان کے سامنے غرائب شعبہ کی قراءت مین مصروف تھے - امام ادب ابو العباس ثعلب کی وفات کے واقعے سے زیادہ موثر مثال اس مبحث مین مشکل سے ملے گی - ثعلب کی عمر اکانوے برس کی ہو چکی تھی کہ ایک دن جمعے کے بعد مسجد سے مکان کو جانے لگے راستے مین کتاب دیکھتے جاتے تھے - کتاب مین محویت اور اوس پر ثقل سماعت - پیچھے آواز کیا سنتے - ایک گھوڑے کا دھکا لگا اور اوس کے صدمے سے بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے - لوگ غشی کی حالت مین اٹھا کر مکان پر لائے ضعف پیری اتنے بڑے صدمے کو کب برداشت کر سکتا تھا اسی حالت مین رحلت کی انتہائے پیری مین بھی انکا شوق طلب اتنا قوی تھا کہ رہ نوردی مین جو وقت گذرتا

۱ (تذ ج ۳ ص ۱۵۱) ۲ (تذ ج ۳ ص ۴۴)

اُس کا جاتا رہنا بھی گوارا ہوا ع چہ حالتست ندانم جمال سلمیٰ را ۔ کہ پیش دیدہ نش افزون کند تمنا را ۔ اور سچ یہ ہے کہ اگر یہ علمی تشنگی نہ ہوتی تو ابو العباس ادب مین امامت کے درجے کو نہ پہونچتے ۔[1]

انسان جب کسی پریشانی مین مبتلا ہوتا ہی تو اُس سے معمولی کام بھی نہین ہو سکتے لیکن طلب صادق مین یہ کرامات ہے کہ وہ پریشانی کو بھی جمعیت کے قالب مین لے آتی ہی علمائے سلف نے پریشان خاطری کی حالت مین وہ کام کئے ہین کہ زمانہ آج تک اُن پر آفرین کر رہا ہی ۔ ابو تمام طائی شاعر مشہور ایک مرتبہ خراسان کے دربار کو جا رہا ۔ ہمدان پہونچکر موسم سرد مہری سے پیش آیا اور برف اس کثرت سے پڑی کہ رستے بند ہوگئے اور ابو تمام کو چند دہین قیام کرنا پڑا ۔ حالت سفر مین ایسا حرج واقع ہونے سے جو پریشانی طبیعت کو ہوتی ہی وہ محتاج بیان نہین ۔ مگر ہمارے زندہ دل شاعر کی خاطر جمع تھی ۔ جس رئیس کا وہ مہمان تھا اُس کے کتاب خانے مین دواوین عرب بکثرت تھے تمام نے موقع کو غنیمت سمجھ کر تمام دیوان پڑھے اور اُن مین سے اشعار انتخاب کرکے نظم عربی کا ایک بے بہا مجموعہ تیار کر لیا جو آجتک حماسہ کے نام سے سارے عالم مین مشہور ہے ۔[2] شیخ الرئیس سے ایک زمانے مین حکام وقت برہم تھے اور جان کے خوف نے اُس کو روپوش کر رکھا تھا اسی تباہ حالی مین کچھ دن کے لئے اُسے ایک عطار کے گھر مین پناہ مل گئی اتنا سا اطمینان پاکر شیخ کو اپنے علمی مشاغل یاد آئے اور عطار سے سامان تحریر منگوا کر تصنیف شروع کر دی ۔ یہ کوئی معمولی تصنیف نہ تھی بلکہ شیخ اپنی کتاب شفا کو تمام کر رہا تھا ۔ طرز تصنیف یہ تھا کہ اول رؤس مسائل اپنی یاد سے ایک جز پر لکھے اُس کے بعد اُن مسائل کی تشریح کی ۔ اس طرح فن طبعیات و الہیات ختم کر دے فنون

[1] (ابن خ ص ۲۷۱) [2] (ابن خ ص ۱۶۱)

حکمیہ مین کتاب حیوان وکتاب نبات اگرچہ باقی تھی۔ لیکن شیخ انکو چھوڑ کر فن منطق لکھنے لگا ہنوز منطق تحریر ہورہی تھی کہ قضیہ دگرگون ہوگیا۔ کسی مخبر نے حاکم کو خبر کردی اور اُس نے شیخ کو گرفتار کرکے قلعۂ فرجان مین بھیجدیا اُس بلند و ستوار حصار مین شیخ کا جسم بے شک مقید تھا لیکن اُس کے علمی شوق کو کوئی دنیاوی طاقت مقید نہین کرسکتی تھی۔ اُسی زندان مین کتاب الہدایات رسالۂ حی ابن یقظان۔ اور کتاب القولنج شیخ نے تصنیف کرڈالین۔ اس زمانے کے لوگ اگلے زمانے کے ایک بہشتی زمانہ تصوّر کررہے ہین جس مین علما کے واسطے در و دیوار اور زمین و آسمان سے اطمینان و فارغ البالی برستی تھی۔ اور انکا یہ گمان بلکہ بدگمانی ہے کہ جو نمایان کام پچھلون نے کیے وہ اسی فراغ خاطر کی بدولت تھے حالانکہ واقعات اس کی تردید کررہے ہین۔ کیا حکایت بالا کو پڑھکر کسی دل مین یہ تمنّا پیدا ہوگئی کہ کاش اُس کو شیخ الرئیس کا سا اطمینان نصیب ہوتا۔ اگر شیخ نجات و فراغ خاطر کا منتظر رہتا تو دنیا کو شفا وغیرہ جیسی بہا تصانیف کب میسر آتین[1]۔ شیخ ابن جوزی ایک زمانے مین واسطہ مین نظر بند تھے یہ وہ وقت تھا یہ واقعات پڑھنے کے بعد یہ سوال دل مین پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان مجالس کے حاضرین کے شمار کرنے کا کیا طریقہ تھا۔ اور حقیقۃً ان روایتون پر وثوق اُس طریقے کی صحت و عدم صحت پر موقوف ہے۔ ذیل کا واقعہ اس سوال کا جواب دیگا۔ احمد بن جعفر راوی ہین کہ جب ابو مسلم بغداد مین آئے تو رحبۂ غسان نامے مقام پر انھون نے حدیث کا املا کیا سات مستملے کھڑے ہوئے۔ جن مین سے ایک دوسرے کو شیخ کی روایت پہنچاتا تھا اور لوگ کھڑے کھڑے تحریر حدیث مین مصروف تھے یہ اندازہ کرنے کے لئے کہ کس قدر آدمی اُس وسیع میدان مین فراہم تھے میدان مذکور

---

[1] (عیون ج۲ ص۶)

کی پیمائش کی گئی۔ اور دواتوں کا شمار کیا گیا۔ کچھ اوپر چالیس ہزار دواتیں شمار ہوئیں جو لوگ لکھتے نہ تھے صرف سماعاً شریک تھے وہ اس تعداد سے خارج ہیں۔ جب شیخ وقت فریابی نے بغداد میں املای حدیث کیا تو تین سو سولہ مستملے انکی مجلس میں حاضر تھے۔ اور حاضرین تخمیناً تیس ہزار ابوالفضل راوی ہیں کہ جب میں نے فریابی سے حدیث سُنی ہے تو قریباً دس ہزار آدمی اُن کے پاس ایسے پڑھنے آتے تھے جو دوات قلم لیکر بیٹھتے۔ امام ذہبی ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں کہ تیسری صدی ہجری میں یہ شوق اپنے رسول پاک کے اقوال و احوال کا اہل اسلام میں تھا کہ ایک ایک مجلس میں دس دس ہزار دواتیں رکھی جاتی تھیں۔

امام بخاری کے صرف ایک شاگرد فربری سے نوے ہزار آدمیوں نے صحیح بخاری کی اجازت حاصل کی تھی۔ جب فرا نے اپنی تصنیف کتاب المعانی (فن ادب) کا املا کیا تو لوگوں نے حاضرین کا شمار کرنا چاہا۔ مگر بوجہ ہجوم کے نہ کر سکے۔ صرف قاضیوں کو گنا تو اسی تھے۔

دوسرا ذریعہ عامۂ مسلمین میں علم کی کثرت دریافت کرنے کا اُن باکمالوں کی تعداد ہے جو ایک ایک شہر میں ایک ہی وقت میں موجود تھے۔ جب اس بات پر لحاظ کیا جائے کہ فی صدی کتنے طلبہ اعلیٰ تعلیم تک پہونچتے ہیں۔ اور پھر اعلیٰ تعلیم تک پہونچنے والوں میں کتنے ایسے ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو علم و فن کی خدمت کے لئے وقف کر کے کمال حاصل کرتے ہیں تو ہیئت باکمالوں کی تعداد مسلمانوں میں علم کے عام اور شایع ہونے کی شہادت بن سکے گی۔ ذیل کے واقعے صرف ایک ایک فن کے

(۱) تذ ج ۲ ص ۱۹۶ - ۲۶۲ - ۲۱۰ (۲) مقدمہ ص ۵۸۰ (۳) (ابن ج ۲ ص ۲۲۸)

تھے) سات لاکھ درہم طلب مین صرف کئے۔ اسی طرح ابن متوکل بخاری نے اسی ہزار درہم۔ حافظ
کبیر ابن سنجر نے نو ہزار اشرفیان۔ حافظ ابن رستم نے تین لاکھ درہم۔ اور امام ذہبی نے ڈیڑھ
لاکھ درہم طلب علم مین خرچ کئے۔

ابو بکر جوزقی کی نسبت روایت ہی کہ اُنھون نے طالب علمی مین ایک لاکھ درہم خرچ کیے[1]
اور جس فن کو اتنا گران خریدا اُس کو کبھی سستا نہین بیچا یعنی اسکے ذریعے سے کبھی دنیا نہین
کمائی[2]۔ ابو یوسف سدوسی حافظ علامہ جن کی مسند کبیر فن حدیث مین ایک گران مایہ کتاب ہے
بہت متمول اور باثروت تھے چالیس کاتب اُنکی سرکار مین شب و روز کتابون کی نقل کے
واسطے حاضر رہتے۔ اگلے علما جس حوصلے اور ہمت سے کتابین تصنیف کرتے تھے
وہ اس سے عیان ہی کہ جس مسند کو کبیر کا لقب ملا ہی اسکی تیاری اور تکمیل مین دس ہزار
اشرفیان صرف ہوئی تھین[3]۔ ابو مسلم صاحب سُنن نے اوّل مرتبہ روایت حدیث کرنے
کی خوشی مین دس ہزار درہم خیرات کیے۔ فاروق خطابی اُنکے ایک شاگرد راوی ہین کہ جب
ہم لوگ اُنسے سُنن سُنکر فارغ ہوئے تو ہماری ضیافت اُنہون نے بڑی دھوم سے کی
جس مین ایک ہزار اشرفیان خرچ ہوئین[5]۔ اسی طرح جب ابن احمد ہمدانی نے پچھلی بار اپنے
وطن ہمدان مین املائے حدیث کیا تو سات سو اشرفیان طلبائے حدیث کے نذر کین۔ شاہ
عبدالعزیز صاحب حافظ ابن حجر عسقلانی کے حالات مین فرماتے ہین کہ جب حافظ ممدوح
بخاری کی شرح فتح الباری کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو اس مسرت مین اُنھون نے ایک
شاندار دعوت پانسو اشرفی لگا کر کی[6]۔ دارقطنی کے اُستاد امام دعلج کی سرکار سے محدثین کے

---

۱ (تذ ج ۱ ص ۲۵۵) ۲ (تذ ج ۲ ص ۱۰) و ص ۱۵۶ - و ص ۱۴۷ - و ص ۱۱۴) ۳ (تذ ج ۲ ص ۲۱۹)
۵ (تذ ج ۲ ص ۱۵۵) ۶ (بستان ص ۹۵):—

مکہ، مدینہ و عراق وسجستان کے وظائف مقرر تھے[1]۔ حافظ ابوعبداللہ رازی اخیر دفعہ بصرے گئے تو صرف کاتبین کی اُجرت کی بابت دس ہزار درہم ادا کیے[2]:۔

مسلمانان سلف میں عموماً علمی ذوق۔

علمای سلف کی علمی شیفتگی سے بحث کرنے کے بعد غالباً ایک نظر اُس زمانے کے عموماً اہل سلام کی علمی حالت پر ڈالنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ اس دور شایستگی میں جس طرح ہر شایستہ ملک و ملت کے فی صدی تعلیم یافتہ لوگوں کی صحیح تعداد آئینہ ہو رہی ہی اُس طرح ہم اگلے زمانے کے خواندہ مسلمانوں کا ٹھیک شمار پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ مگر بہت سے واقعے کتابوں میں ایسے ملتے ہیں جنکی مدد سے قیاس اپنا کام کرسکتا ہی۔ اور ایک تخمینی حالت پچھلے مسلمانوں کی بکثرت تعلیم یافتہ ہونے کی ہمارے ذہن میں پیدا ہوسکتی ہی۔ اس مبحث کو ہم تین حصوں پر تقسیم کرتے ہیں۔ عامۂ مسلمین میں علم کا شوق اور رواج۔ بیبیوں میں علم کا چرچا۔ اُمرا میں علم۔

عامۂ مسلمین میں علم کا شوق اور رواج

عامۂ اہل سلام میں علمی رواج و مذاق کا پتا لگانے کے تین ذریعے ہمارے پیش نظر ہیں۔ اولاً اون حاضرین کی تعداد جو ایک ایک حلقۂ درس میں شامل اور حاضر ہوتے تھے۔ ثانیاً اُن اہل کمال کا شمار جو ایک ایک شہر میں تھے۔ ثالثاً چند متفرق حکایتیں۔

یحیی[3] ابن جعفر بیکندی بیان کرتے ہیں کہ علی ابن عاصم کے حلقۂ درس حدیث میں تیس تیس ہزار آدمی جمع ہوتے تھے۔ یزید بن ہارون نے جب بغداد میں درس حدیث

[1] (تذ ج ۲ ص ۹۸) [2] (تذ ج ۲ ص ۲۱۶) [3] (تذ ج ۱ ص ۲۹۰-۲۹۱- ۳۶۰-۳۶۴)

تو اُس میں ستر ہزار حاضرین کا تخمینہ کیا گیا - ایک مرتبہ سلیمان ابن حرب کے واسطے بغداد میں قصرِ خلافت کے قریب ایک مرتفع جگہ مثل منبر تیار کی گئی تاکہ اُس پہ بیٹھکر املای حدیث کریں - اُس مجلس میں امیر المومنین مامون الرشید اور تمام امرائے خلافت حاضر تھے جو لفظ امام ممدوح کے منہ سے نکلتا تھا اُس کو امیر المومنین اپنے قلم سے لکھتے جاتے - جب کل حاضرین درس کا تخمینہ کیا گیا تو چالیس ہزار نفوس اندازمیں آئے - امام عاصم ابن علی املای حدیث کے واسطے بغداد سے باہر نخلستان میں ایک بلند چبوترے پر بیٹھتے تھے اُن کے مُستملے ہارون نے اپنے کھڑے ہونے کے واسطے ایک خمدار کھجور کا درخت پسند کر رکھا تھا - خلیفہ معتصم باللہ نے ایک بار ایک اپنا معتمد اُس مجلس کی شمار کا اندازہ کرنے کے لئے بھیجا - معتمد نے ارشاد خلافت کی تعمیل کی تو ایک لاکھ بیس ہزار پر حاضرین کی تعداد پہنچی جس قوم کے افراد ایک ایک مجلس علمی میں سوا سوا لاکھ جمع ہو جائیں قیاس کیجیے کہ اُس قوم کے سینے میں کتنا شوق علم بھڑک رہا ہوگا - اور جو شہر اپنے سوا سوا لاکھ باشندے ایک جلسۂ علمی میں بھیجدے وہ کتنا آباد ہوگا -

یہ واقعات پڑھنے کے بعد یہہ سوال دل میں پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان مجالس کے حاضرین کے شمار کرنے کا کیا طریقہ تھا - اور حقیقۃً ان روایتوں پر وثوق اُس طریقے کے صحت و عدم صحت پر موقوف ہے - ذیل کا واقعہ اس سوال کا جواب دیگا - احمد بن جعفر راوی ہیں کہ جب ابو مسلم بغداد میں آئے تو رحبۂ غسان نامے مقام پر انھوں نے حدیث کا املا کیا - سات مستملے کھڑے ہوئے - جن میں سے ایک دوسرے کو تبلیغ کی - روایت پہنچاتا تھا اور لوگ کھڑے کھڑے تحریر حدیث میں مصروف تھے یہ اندازہ کرنے کے لیے کہ کس قدر آدمی اُس وسیع میدان میں فراہم تھے میدان مذکور کی پیمائش کی گئی - اور

دواتون کا شمار کیا گیا۔ کچھ اوپر چالیس ہزار دواتین شمار ہوئی ہین۔ جو لوگ لکھتے نہ تھے صرف سماعاً شریک تھے وہ اس تعداد سے خارج ہین۔ جب شیخ وقت فریابی نے بغداد مین املائی حدیث کیا تو تین سو سولہ مستملے انکی مجلس مین حاضر تھے۔ اور حاضرین تخمیناً تیس۳ ہزار ابو الفضل راوی ہین کہ جب مین نے فریابی سے حدیث سُنی ہے تو قریباً دس ہزار آدمی اُن کے پاس ایسے پڑھنے آتے تھے جو دوات قلم لیکر بیٹھتے۔ امام ذہبی ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہین کہ تیسری صدی ہجری مین یہ شوق اپنے رسول پاک کے اقوال و احوال کا اہل اسلام مین تھا کہ ایک مجلس مین دس دس ہزار دواتین رکھی جاتی تھین[1]۔

امام بخاری کے صرف ایک شاگرد فربری سے نوے ہزار آدمیون نے صحیح بخاری کی اجازت حاصل کی تھی۔ جب فرّا نے اپنی تصنیف کتاب المعانی (فن ادب) کا املا کیا تو لوگون نے حاضرین کا شمار کرنا چاہا مگر بوجہ ہجوم کے نکر سکے۔ صرف قاضیون کو گنا تو اسّی تھے[3]۔

دوسرا ذریعہ عامہ مسلمین مین علم کی کثرت دریافت کرنے کا اُن باکمالون کی تعداد ہے جو ایک ایک شہر مین ایک ہی وقت مین موجود تھے۔ جب اس بات پر لحاظ کیا جائے کہ فی صدی کتنے طلبہ اعلیٰ تعلیم تک پہونچتے ہین۔ اور پھر اعلیٰ تعلیم تک پہونچنے والون مین کتنے ایسے ہوتے ہین جو اپنے آپ کو علم و فن کی خدمت کے لئے وقف کر کے کمال حاصل کرتے ہین تو بے شک باکمالون کی تعداد مسلمانون مین علم کے آپ اور شائع ہونے کی شہادت بن سکیگی ذیل کے واقعے صرف ایک ایک فن کے کمالات بتلاتے ہین۔

---

[1] (تذ ج۲ ص ۱۹۶- ۲۶۲- ۲۱۰) [2] (مقدمہ ص ۵۸۰) [3] (ابن خ ج۲ ص ۲۲۸)

گر قیاس کی آنکھین دیکھ سکتی ہین کہ جس شہر مین نو سو سے زیادہ سند یافتہ طبیب ہو گئے
اُس مین کتنے محدّث ہون گے کس قدر ادیب اور کتنے مہندس وغیرہ ذالک پس
اولاً ذہن مین کل فن کے باکمالون کی تعداد ایک فن کے باکمالون پر قیاس کر کے قایم کیجیے
پھر یہ سوچیے کہ کتنے پڑہنے والون مین ایک باکمال پیدا ہوتا ہے تو عامۂ مسلمین مین کثرت
تعلیم کا ایک اجمالی مفہوم ضرور آپ کے ذہن مین قایم ہو سکے گا۔
مسلم ابن ابراہیم کہتے ہین کہ مین نے آٹھ سو شیوخ سے فن حدیث حاصل کیا ہے
اور باوجود شیوخ کی اس کثرت کے بین پل اتر کر نہین گیا۔ یعنے ایک ہی شہر مین آٹھ سو
اساتذہ حدیث اون کو ایسے مل گئے جو شیخ کا لقب حاصل کر چکے تھے[1]۔ ۳۱۹ھ مین خلیفہ
عباسی مقتدر باللہ کو یہ سکر سخت افسوس ہوا کہ شہر بغداد مین ایک شخص کی جان کسی
طبیب کے جہل مرکب کی نذر ہو گئی۔ آیندہ انسداد کے لئے رئیس الاطبا ابن ثابت کے نام
یہ حکم صادر کیا گیا کہ تمام اطبائے بغداد کا امتحان لیا جائے جو امتحان مین کامیاب ہون
اون کو سند عطا ہو اور جو ناکامیاب ہین اون کو علاج کرنے سے روک دیا جائے
بغرض مزید احتیاط سند مین اس امر کی تشریح بھی ہو کہ دارندۂ سند کو فلان فلان
قسم کے امراض کے معالجے کی اجازت ہے تاکہ وہ اُنہین امراض کا علاج کر سکے جنسے
اوس کو پوری واقفیت ہو ابن ثابت نے فرمان خلافت کی تعمیل کی اور کل اطبائے
دار السلام کا امتحان لیا۔ کیا یہ حیرت خیز بات نہین ہے کہ بعد امتحان دار الخلافہ کے
دونون حصّون مین جن اطبا کو سند علاج عطا ہوئی انکی تعداد کچھہ کم نو سو تھی۔ مزید
برآن وہ اطبا اس شمار سے خارج ہین جو بوجہ شہرت فضل و کمال امتحان سے

---

[1] تذکرہ ج ص ۱۶۱ (۳) ؎ غالباً بغداد کا پل جو دجلے پر تھا ۱۲

مستثنی رہے یا جن کو سرکار خلافت مین تعلق حاصل تھا۔ خدا کو علم ہے کہ ایسے طبیب کتنے تھے اور اون کی تعداد نوسو کے عدد کو کہان تک بڑھا دیتی[1]۔

امام ادب نضر بن شمیل جب بصرے سے خراسان کو جانے لگے تو تین ہزار آدمی شہر سے اُنکی مشایعت کو ایسے نکلے جو یا نحوی تھے یا لغوی عروضی تھے یا محدث یا اخباری کیا ہم اُنہین اسلاف کے خلف ہین جن مین کمال کی یہ کثرت تھی۔ ہمارے پست حالت تو ان واقعات کو بھی رستم و اسفندیار کے افسانون کے پہلو بہ پہلو بٹھانے پر آمادہ ہے جیسے تین ہزار اہل بصیرت ایک شہر بصرہ سے باہر آئے تھے ویسے تین بھی آج تمام دنیائی مُسلمین مین یقیناً نہین نکلے گے۔ جس قوم مین یہ قحط رجال ہو اُسکے اگلے شہرون کی یہ مردم خیزی محال تو بے شک نہین مگر بعید از حال وخیال تو ضرور ہے۔ تیسیر آ ذریعہ یہ متفرق واقعے ہین جن سے ایک نہ ایک پہلو سے ہمارا مدعا عیان ہوتا ہے۔ ابن الاعرابی کوفی نے ایک روز اپنے درس مین دو آدمیون سے جو کہ باہم باتین کر رہے تھے اُن کا وطن دریافت کیا۔ ذرا غور سے سُنیے کہ ایک نے اپنا وطن اسپیجاپ (متصل حد چین) بتلایا۔ دوسرے نے اسپین۔ ابن الاعرابی کو اس خیال سے حیرت ہوئی کہ کس قدر دور ودراز ملک کے باشندون کو شوق علم کی کشش اُنکی مجلس مین کھینچ لائی تھی[2]۔ امام ابو العباس نے ایام طالب العلمی مین اپنی والدہ سے اجازت چاہی کہ امام قتیبہ کی خدمت مین حاضر ہو کر فیضیاب ہون مگر اجازت نہ ملی اور اُنھون نے عزم فسخ کر دیا جب اُنکی والدہ رحلت فرما گئین تو یہ بلخ پونچے۔ قتیبہ اُنکے پونچنے سے پہلے وفات پا چکے تھے کسی جلیل القدر اُستاد کے فیض سے محروم رہجانا اُن دنون دنیائے اسلام مین ایک ایسی مصیبت

[1] (عیون ج ۱ ص ۲۲۲) [2] (ابن خ ص ۱۶۱) [3] (ابن خ ۱ ص ۴۹۳)

عُظمیٰ سمجھی جاتی تھی کہ لوگ ابوالعباس کے پاس اُنکی محرومی کی تعزیت کرنے آتے تھے[1]
حافظ کبیر ابو نعیم کی کتاب الحلیہ کا پہلا نسخہ جب نیشاپور پونہچا تو وہان اُسکی یہ قدر ہوئی کہ
چار سو اشرفی کو فروخت ہوا[2]۔
علامہ محدث ابن فطیس قرطبی کی کتابین اُنکی وفات کے بعد بیچی گیئن تو چالیس
ہزار اشرفیون مین فروخت ہوئین[3]۔

بیبیون مین علم کا ذوق

جن کتابون کی مدد سے ہم نے یہ اوراق مرتب کیے ہین
وہ عورتون کی تعلیمی حالات سے اور بھی خاموش ہین[4]
لیکن خوش قسمتی سے کچھہ واقعات متفرق ایسے ملے ہین جو صاف کہہ رہے ہین کہ ہماری
ترقی کے دور مین انسانی صنف نازک بھی ایک علمی شان ومرتبہ رکہتا تھا اور جو کمالات
اگلے مسلمان حاصل کرتے تھے اُمہین اُنکی ماؤن اور بہنون کی مدد غیر معتدبہ نہین
ہوتی تھی امام حافظ ابن عساکر مؤرخ دمشق نے جن اساتذہ سے فن حدیث حاصل کیا
تھا اُن مین آسی سے زیادہ عورتین تھین۔ حفید ابن زہر اشبیلیہ کے طبیب مشہور
کی بہن اور بھانجی طب اور معالجات کی عالمہ تھین اور امراض نسائی کے معالجے مین بالخصوص
اُن کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ خلیفہ منصور (فرمان رواے اندلس) کے محلات کا علاج
اُن کے سپرد تھا اس بیان سے یہ سمجھنا چاہئے کہ جیسے عموماً گھر کی بڑی بوڑھیان عورتین
اور بچون کے علاج کر لیا کرتی ہین ایسی ہی ابن زہر کی بہن اور بھانجی بھی ہون گی
مؤرخ ابن ابی اصیبعہ جو علاوہ علامۂ وقت ہونے کے اعلیٰ درجے کے طبیب بھی تھے

[1] (تذکرۃ ص ۲۱۳) [2] (تذکرۃ ص ۲۹۳)
[3] (تذکرۃ ص ۲۶۲) [4] (تذکرۃ ص ۱۲۳)

اپنی تاریخ میں اُن کی نسبت یہ الفاظ لکھتے ہیں۔ وکانت اُختہ وابنتہا ھذہ کلاعالمتین بصناعۃ الطب والمداواۃ لصاحبتہٖ جیدۃ بما یتعلق بمداواۃ النساء[1] امام یزید بن ہارون کو آخر عمر میں ضعف بصارت نے کتاب بینی سے معذور کردیا تھا اُنکی جاریہ اس مصیبت میں اُن کے کام آتی اور وقت ضرورت کتابیں دیکھکر اُن کے لئے حدیثیں یاد کرلیتی[2]۔ ابن سماک کوفی نے (جو اپنے عہد میں مشہور عالم تھے) ایک مرتبہ تقریر کرنے کے بعد اپنی جاریہ سے پوچھا کہ میرا طرز بیان کیسا ہے۔ سخن شناس جاریہ نے کہا کہ تقریر تو اچھی ہے لیکن اتنا نقص ہے کہ تم ایک ہی بات کو بار بار کہتے ہو۔ ابن سماک نے کہا میں اعادہ کلام اس لئے کرتا ہوں کہ جو مخاطب اول مرتبہ نہ سمجھے ہوں وہ بھی سمجھ جائیں۔ جاریہ نے کہا جب تک کم فہم سمجھیں گے۔ سمجھنے والے مکدر ہوچکیں گے[3]۔ امام ابن جوزی کو اُنکے والدین برس کا چھوڑکر رحلت کر گئے تھے باپ کے بعد یتیم بچے کی پرورش کی کفیل پھوپیاں ہوئیں۔ ابن جوزی کی بہت چھوٹی عمر تھی۔ کہ اُنکی پھوپیاں اُن کو لے کر علما کے حلقۂ درس میں جایا کرتی تھیں تاکہ بچپن سے ہی اُن کے کان علمی باتوں سے آشنا ہو جائیں۔ اس حفظ اوقات کا یہ نتیجہ ہوا کہ ابن جوزی دس برس کی عمر میں وعظ فرمانے لگے اور بڑے ہو کر دنیا کے ایک جلیل القدر امام ہو گئے[4]۔ امام ربیعۃ الرائے (استاد امام مالک وخواجہ حسن بصری) کے والد فروخ خلافت بنی اُمیہ کے عہد میں لشکر میں ملازم تھے جن زمانے میں امام ممدوح اپنی والدہ کے بطن میں تھے اس وقت خراسان کو ایک لشکر خلیفۂ دمشق کی جانب سے روانہ کیا گیا۔ اور فروخ کی خدمت اس لشکر کے سپرد ہوئی۔ وہ دور اسلامی فتوحات کا دور تھا

[1] (عیون ج ص ۷۰) [2] (تذ ج ص ۲۹۲) [3] (ابن ج ص ۲۹۱)
[4] (تذ ج ص ۱۳۶-۱۳۷)

اور مسلمان فرمان روا بر و بحر کو اسلامی پرچم کے نیچے لانے کا تہیہ کر رہے تھے۔ فروخ
کو خراسانی مہم مین ستائیس برس لگ گئے۔ جب وہ لوٹے تو جس بچے کو مان کے پیٹ
مین چھوڑ گئے تھے وہ بڑا ہو کر امام وقت بن چکا تھا۔ قصہ مختصر فروخ لوٹ کر اپنے وطن
مدینہ منورہ کو آئے اور گھوڑے پر سوار نیزہ ہاتھ مین لئے اپنے گھر کے دروازے
پر پہونچے اور بند دروازے کو نیزے کی انی سے کھٹکھٹایا۔ ربیعہ نے جو کھٹکا سنا تو
دروازہ کھولا اور باہر آئے۔ اگرچہ باپ نے بیٹے کو نہین پہچانا مگر گھر انکا تھا۔ دروازہ
کھلنے پر بے تکلف اندر جانے لگے۔ ربیعہ نے جو دیکھا کہ ایک اجنبی سوار اندر جانا چاہتا ہے
تو اون کو وحشت ہوئی اور للکار کر کہا کہ یا عدو اللہ تو میرے مکان مین کس طرح
گھسا پڑتا ہے۔ سپاہی منش فروخ کو جنگی رگون مین فتح کا جوش تازہ تھا یہ سنکر طیش آیا اور
کہا کہ خدا کے دشمن میرے حرم سرا مین تیرا کیا کام۔ غرض بات بڑھی اور خدائی بیچ پڑوسی
جمع ہو گئے امام مالک صاحب بھی اُستاد کا معاملہ سمجھکر تشریف لے آئے اور مصلحانہ لہجے مین
فروخ سے کہا کہ بڑے میان آپ کو ٹھہرنا ہی مقصود ہے تو دوسرا مکان موجود ہے۔ امام صاحب
کی نرمی نے فروخ کے دل پر اثر کیا اور کہا کہ جناب میرا نام فروخ ہے اور یہ مکان میرا ہے۔ ربیعہ
والدہ نے نام سنکر پہچانا اور کہا کہ یہ تو ربیعہ کے باپ ہین۔ اب تو باپ بیٹے گلے ملے اور ملکر
خوب روئے۔ دلون کی حرارت جب رونے سے کم ہوئی تو دونون گھر مین آئے اندر آکر
پھر جوش محبت مین صاف دل باپ نے بی بی سے پوچھا کہ میرا ہی بیٹا ہے۔ انھون نے
کہا ہان۔ فروخ جب اطمینان سے بیٹھ لئے تو اون کو وہ تیس ہزار اشرفیان یاد آئین جو
چلتے وقت بی بی کو دے گئے تھے اور اون کی نسبت استفسار کیا۔ زیرک بی بی نے
کہا کہ گھبرائیے نہین حفاظت سے رکھی ہون۔ ربیعۃ الرائ اس عرصے مین مسجد نبوی مین

جا کر اپنے حلقۂ درس میں متمکن ہوئے جس میں امام مالک اور خواجہ حسن بصری جیسے
اعیان شامل تھے تلامذہ کا یہ ہجوم تھا کہ چاروں طرف سے شیخ کو گھیرے ہوئے
تھے۔ فروخ جو نماز پڑھنے مسجد میں گئے تو وہاں یہ عالم دیکھا اور دیر تک شوق
اوس مجمع کو دیکھتے رہے۔ ربیعہ اوس وقت سر جھکائے تھے اور سر پر اونچی
ٹوپی تھی۔ اِس لئے باپ کو ایک دفعہ پھر بیٹے کے پہچاننے میں دقت ہوئی اور
اُنھوں نے متعجب ہوکر لوگوں سے پوچھا اے شیخ کون ہی۔ سامعین نے جواب
دیا کہ ربیعہ ابن عبد الرحمٰن فروخ کے اوس وقت کی مسرت کا اندازہ سوائے
عالم الغیب کے کون کرسکتا ہے۔ فرط مسرت میں اون کی زبان سے بے اختیار
نکلا لقد رفع اللہ ابنی جب خوش خوش گھر آئے تو بی بی سے سارا ماجرا بیان
کیا۔ بی بی نے کہا کہ آپ کو کیا زیادہ پسند ہے۔ بیٹے کی یہ شان یا تیس ہزار اشرفیان
شوہر نے کہا کہ واللہ میں اس شان کو زیادہ پسند کرتا ہون۔ بی بی۔ میں نے وہ
اشرفیان ربیعہ کی تعلیم میں صرف کردیں۔ زندہ دل شوہر۔ واللہ ما
ضیعتہ (قسم رب کی تم نے وہ مال ضایع نہیں کیا) اس واقعے میں یہ امر قابل
غور ہی کہ ایک بچہ باپ کی تربیت سے محروم ہوکر ماں کی حفاظت میں رہے اور
ماں کے قبضے میں تیس ہزار اشرفیاں ہوں۔ پھر اُس بچے کو ایسی بیش بہا تعلیم
دیجائے کہ اوس کے شاگرد دنیا کے نامآور امام ہوں۔ بے شک یہ اس عہد کی
عورتوں کے عقل اور علم دوست ہونے کی دلیل ہی۔ ہمارے ملک میں اگر چودھوین
صدی کی کسی ماں کے اختیار میں تیس ہزار اشرفیاں اور ایک بچہ دیدیا جائے
تو معلوم نہیں بلند اقبال صاحبزادے کے اقبال کہاں تک ترقی کریں۔[1]

[1] (ابن خ ص ۱۸۳)

عربی کے ریاضیات میں شرح چغمنی جس پایہ کی کتاب ہے اوس سے ہر ایک مشرقی طالب علم واقف ہے لیکن یہ بات بہت کم معلوم ہوگی کہ اگر قاضی زادہ رومی کی ہمشیر اپنے بھائی کی مدد نہ کرتیں تو ہمارے کتاب خانے میں اس مشہور کتاب سے محروم رہتے۔ شارح چغمنی نے ابتدائے علوم کی تحصیل اپنے وطن روم میں کی تھی جب آئندہ تعلیم کمال کا شہرہ انہوں نے سنا تو خراسان کا شوق اُن کے دل میں پیدا ہوا اور چپکے چپکے سامان سفر کرنے لگے۔ اُنکی بہن اپنی رہبری سے بھائی کے ارادے کو پا گئیں اور بجائے اس کے کہ رو پیٹ کر گھر بھر کو خبردار کر دیتیں۔ اپنا بہت سا زیور بھائی کے سامان سفر میں چھپا چھپا کر رکھ دیا تاکہ مسافرت میں خرچ کی طرف سے پریشانی نہو بہن کے اس عزیز توشے سے جو نفع دنیا ہو گا اُس کا اندازہ علامہ بھائی کے دل سے کوئی پوچھتا۔ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ امام بخاری نے جب چودہ برس کے سن میں علم حاصل کرنے کے لئے سفر شروع کیا تھا۔ تو اُن کی والدہ اور خواہر نگرانی کی متکفل تھیں[1]

اُمرا میں علم کا ذوق

ہم اس عنوان میں صرف دو تین مثالیں بیان کرینگے مثالوں کی قلت کسی کے ذہن میں واقعات کی قلت کا احتمال نہ پیدا کرے۔ ابتدائی ہجری صدیوں میں مسلمان اُمرا عالم ہونے کی حیثیت سے علما کے پہلو بہ پہلو رہے ہیں۔ بنی موسی اور سیف الدولہ کے فضل و کمال سے کون واقف نہیں۔ مگر چونکہ ہم دوسرے وادی میں ہیں اس لئے انہیں مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ اُستاد ابن عمید وزیر آل بویہ نے ایک دفعہ بیان کیا کہ میں اس خیال باطل میں تھا کہ وزارت و ریاست سے زیادہ پُر لطف کوئی چیز دنیا میں نہیں۔ مگر جب

---

[1] دمشق ج ص ۱۴۷

شتلنے سلیمان ابن ایوب طبرانی اور جعابی کا مناظرہ سنا تو اس لطف کو مقبول گیا - اس
مناظرے مین طبرانی قوت حافظہ کے زور سے اور جعابی جودت فہم کی مدد سے اپنے
اپنے حریف پر غالب آنے کی کوشش کرتے تھے - یہان تک کہ انکی آوازون مین
بلندی پیدا ہونے لگی - ایک بار جوش مین جعابی نے کہا کہ میرے پاس ایک ایسی
حدیث ہے جو سارے عالم مین کسی کے پاس نہین - طبرانی نے "بسم اللہ سنائیے" جعابی نے سلسلہ روایت
شروع کیا - ابو خلیفہ تا سلیمان ابن ایوب طبرانی - "سلیمان ابن ایوب میرا ہی نام ہے - اور ابو خلیفہ
نے یہ حدیث مجھی سے حاصل کی تھی - اب تم مجھے اسکی سند عالی حاصل کرو - جعابی یہ سنکر دم بخود رہگئے مجکو
طبرانی کے اس وقت کی فرحت دیکھکر یہ تمنا ہوئی کہ کاش مین طبرانی ہوتا تا کہ یہ لطیف فرحت نصیب ہوتا - صاحب ابن عباد فخر الدولہ کے وزیر تھے ایک موقع پر امیر بخارا نوح سامانی نے اپنے وزارت کے
لئے اون کو طلب کیا - ابن عباد نے معذرت نہ آسکنے کے جو عذر لکھے ان مین یہ بھی
تھا کہ صرف میری کتابون کے اٹھانے کے لئے چارسو اونٹون کی ضرورت ہوتی ہے - وزیر
ممدوح کے ہمراہ ہر سفر مین اتنی ادب کی کتابین رہتی تھین کہ ان کے اٹھانے کے لئے تین
اونٹ درکار ہوتے تھے -[2]

علامہ موفق الدین بغدادی ایک بار قاضی فاضل سے ملنے گئے جو سلطان صلاح الدین
کے سب سے زیادہ مقرب امیر تھے - جب یہ انکی خدمت مین پہنچے تو ان کو اس حال
مین پایا کہ خود لکھ رہے تھے اور دو کاتبون کو مضمون تبلاتے جاتے تھے جب یہ پہنچے
تو ان سے بہت سے علمی نازک سوال کئے مگر لکھنا اور مضمون تبلانا برابر جاری رہا - علامہ
ممدوح بیان کرتے ہین کہ وہ شخص سراپا قلب و دماغ معلوم ہوتا تھا - دوران تحریر مین اون کے
لب اور چہرے سے جو رنگ رنگ کے حرکات ہویدا ہوتے تھے وہ صاف کہ رہے تھے

[1] (تذکرہ ص ۱۲۹) [2] (ابن خلکان ص ۷۶ - ۳۳۴)

کہ کس قدر ولولہ اُن کی طبیعت میں مضمون آفرینی کا تھا۔

عنوان دوم

حق پسندی و راست گوئی

جس پاک گروہ کو ہم نے مدارس میں سرگرم طلبِ علم چھوڑا تھا اب اُس کی نسبت یہ دیکھنا ہے کہ مکتب و مدرسہ سے باہر آکر اون کے اخلاق اور اُنکی طرزِ معاشرت کیسی ھی۔ اس سے علاوہ اس کے کہ عُلما کے مزید حالات معلوم ہوں ہماری گزشتہ تعلیم کی نسبت یہ راے قائم ہو سکے گی کہ وہ کس ڈھنگ کے انسان پیدا کرتی تھی۔ عنوان ہذا میں ہم اخلاق انسانی کی سب سے اعلیٰ اور افضل صفت کو اپنا موضوع قرار دیتے ہیں وہ کیا۔ حق پسندی اور راست گوئی دنیا میں شاید کوئی انسان ہوگا جو اس امر کا مدعی نہ ہو کہ وہ حق اور راستبازی پر دل و جان سے شیدا ہے۔ لیکن عمل (جو قول کی کسوٹی ہی) صاف کھرے اور کھوٹے کی حقیقت کھول دیتا ہی۔ اور حق یہ ہے کہ حق پسندی جتنی بے بہا صفت ہے اوسیقدر دشوار اور معرکہ خیز ہے۔ وہ شخص بے شک حق پرست ہو سکتا ہی جو زبردست کے خوف منفعت کی امید اور عزیزوں کی محبت کو حق پر نثار کر دے یا بالفاظ دیگر سوائے حق کے اوسی کو کسی سے کچھ سروکار نہ ہو۔ کیا فرمایا تھا حضرت خیر البشر نے اپنے صحابی جناب عمرؓ کی نسبت ترکہ الحق وما لہ من صدیق[1]۔ یعنے حق گوئی نے عمرؓ کو بے یار کرکے چھوڑا مگر ایسے دنیا میں بہت کم ہوئے ہیں خداوند تعالی جن دلوں کو اس قدر بے لوث فرما دیتا ہے

[1] (عیون ج ۲ ص ۲۰۵)

وہ بجز حق کے سبب سے بیگانہ ہو جاتے ہین وہ البتہ اس عالی رتبہ کو حاصل کر سکتے ہین۔
ایک سچ کے خاطر زبردست سے بیخوف۔ فائدے سے بے پروا اور غرض ن سے
نا آشنا رہنا بیحد مشکل ہے اور غالباً کسی آدمی کی حق پرستی کے امتحان کے لئے ان حالتون
سے زیادہ عمدہ معیار ہاتھ آنا ناممکن ہے۔ لہذا ہم علمائے سلف کی حق پسندی انھین تینون
حق کے دشمنون کے مقابلے مین ثابت کرین گے ورنہ وعظ اور تصنیف یہہ دونون تو بڑے
دلکشا میدان حق کے ہین۔

حق پسندی بمقابلہ حکام

لفظ حکام مین جس قدر جبروت اور قہاری اگلی تاریخ مین
نظر آتی ہے اُسکی نظیر آجکل کے آئینی عہد مین ملنی ناممکن ہے
جس سلطنت کے زیر سایہ ہم رہتے ہین وہ تو ایسی امن دوست اور رفاہ پسند ہے کہ ان
مہیب صفات کا کوئی شمہ ان ممالک مین نہین پایا جاتا والحمد للہ علے ذالک
اگر سارے عالم کے مخبر اخبار بھی ہمکو زمانۂ حال مین کوئی ایسا فرمانروا نہین تبلاتے جس کے
دربار مین حجاج ابن یوسف یا تیمور کی ہیبت کا نشان مل سکے۔ پس جب ہم اس دور
عافیت مین حق پسندی کا قحط پاتے ہین تو اگلے زمانہ مین اس صفت کو وجود عنقا ہونا چاہیے
تھا۔ لیکن واقعات اس کے خلاف ثابت کرنے کو آمادہ ہین۔ اُن واقعات کو پڑھکر معلوم
ہوتا ہے کہ جن بزرگون نے اگلے جلاد بادشاہون کے عہد مین حق کو نباہا انھون نے بڑا
کام کیا۔

ایک مرتبہ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) نے حجاج کو خطبہ پڑھتے دیکھا تو غضب
آلود ہوکر برملا فرمانے لگے۔ خدا کا دشمن یا خدا کی حرام کی ہوئی باتون کو اس نے حلال کرلیا
خدا کے گھر کو خراب کیا اور خدا کے دوستون کو قتل۔ حجاج نے اپنی نسبت یہہ سخت کلمات

سنکر پوچھا کہ یہ کون ہے۔ کسی نے کہا عبداللہ ابن عمر۔ اتنا سنکر وہ سفاک آپ کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ بڑے میاں اب تم سٹھیا گئے ہو اور تمہارے حواس بجا نہیں منبر سے اترا تو دل میں بخار بھرا ہوا تھا اپنے ایک ملازم کو اشارہ کیا اور اس نے ایک زہر میں بجھا ہوا حربہ حضرت ابن عمر کے پانو پر مار دیا۔ اسی ہتھیار کی سمیت آپ کی وفات کا باعث ہوئی۔ مزید عنایت دیکھیے کہ جو مرض خود پیدا کیا تھا اس کی عیادت کو آیا۔ مگر حضرت عبداللہ نے نہ اسکے سلام کا جواب دیا نہ کلام کا[1]۔ جو واقعہ ہم آگے بیان کرتے ہیں وہ استقلال اور ثابت قدمی کی ایک بے نظیر مثال پیش کرتا ہے۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق پرستی ان بزرگوں کے دل ایسے مضبوط کر دیتی تھی کہ موت ان کے سامنے کھڑی ہوتی اور وہ بے پروائی سے ہنستے۔ اور جلاد کے ہاتھ میں شمشیر برہنہ ان کے واسطے کوئی خوفناک چیز ثابت نہ ہوتی۔ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء جلیل القدر تابعی حضرت سعید ابن جبیر سے دولت بنی امیہ مخالف ہوگئی تھی اور یہ بچتے پھرتے تھے۔ مگر ایسی زبردست سلطنت کے پنجے سے بچنا ناممکن تھا۔ والی مکہ نے ایک موقع پر ان کو پکڑ کر حجاج کے پاس بھیجدیا۔ اس کی جفاجو طبیعت کو گویا ایک ضیافت ہاتھ لگی۔ جب یہ پیش ہوئی تو اس نے ان کا نام پوچھا انھوں نے فرمایا کہ سعید ابن جبیر۔ حجاج اس وقت اس قدر طیش میں تھا کہ ان کے نام کے اچھے الفاظ بھی تلخ معلوم ہوئے۔ اور ان سے جوش غضب میں کہا کہ انت شقی بن کسیر۔ سعید۔ میری والدہ میرا نام تجھ سے بہتر جانتی تھیں۔ حجاج اور بگڑا اور کہا کہ شقیت امك وشقيت انت یعنی تمہاری والدہ بھی بدبخت اور تم بھی بدبخت۔ سعید۔ غیب کا جاننے والا تیرے سوا اور ہے۔ حجاج (جلکر) دیکھو تو میں تم کو دنیا کے بدلے میں کیسی لپٹیں مارتی

---

[1] (تذکرہ ص ۳۲)

ہوئی آگ دیتا ہوں سعید۔ اگر میں یہ جانتا کہ تیرے اختیار میں ہے تو میں تجکو اپنا معبود بنا لیتا۔ اب حجاج نے (جو اُن کے قتل کے لئے بہانہ ڈھونڈھتا تھا) اُن سے مذہبی سوال شروع کئے جو پولٹیکل پہلو لئے ہوئے تھے۔ اور پوچھا کہ آنحضرت کی نسبت تمہارا کیا قول ہے۔ سعید۔ نبی رحمت اور امام ہدیٰ تھے۔ حجاج خلفا کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ سعید۔ لست علیہم بوکیل (میں اون کا قاضی نہیں) حجاج۔ اُن میں کون سب سے بہتر تھا سعید۔ ارضاھم لخالقی جو میرے مالک کی مرضی کا سب سے زیادہ پابند تھا۔ حجاج۔ کون سب سے زیادہ رضا جو تھا سعید علمہ ذالک عند الذی یعلم سرھم ونجواھم۔ (اس کو وہ خوب جانتا ہے جو اُن کے بھیدوں اور پوشیدہ باتوں سے واقف ہے) غرض عرصے تک اس قسم سوال جواب رہے مگر حضرت ابن جبیر نے کوئی موقع گرفت کا نہیں پیدا ہونے دیا۔ اور اپنے صاف صاف مگر جچے تلے جوابوں سے حجاج کی برہمی برابر بڑھاتے گئے۔ آخر اوس نے جھنجھلا کر کہا کہ اختر یا سعید ای قتلۃ اقتلک (اے سعید بتاؤ میں کس شکل سے تم کو قتل کروں) سعید۔ اختر یا حجاج لنفسک فواللہ لا تقتلنی قتلۃ الا قتلک اللہ مثلہا (اے حجاج تو خود ہی پسند کر لے قسم رب کی جس طرح تو مجکو قتل کرے گا اسی طرح خدا تجکو قتل کرے گا) حجاج۔ کیا میں معاف کردوں۔ سعید۔ اگر عفو ہو تو خدا کی طرف سے ہو۔ رہا تو پس تو نہ کسیکو بری کر سکتا ہے نہ کسی کو عذر قبول۔ اتنی بحث کے بعد حجاج نے آخری حکم دیدیا اور جلاد حضرت جبیر کو باہر لائے۔ حجاج تو اپنی انتہائی طاقت صرف کرچکا تھا لیکن خدا کے سعید بندے کو ابھی تسلی نہیں ہوئی تھی۔ جب باہر آئے تو ہنسے۔ حجاج کو خبر ہوئی تو اُس نے پھر بلایا اور ہنسی کی وجہ دریافت کی۔ ابن جبیر نے

فرمایا عجبت من جرأتك علی اللہ وحلم اللہ علیك (مجکو خدا کے مقابلے مین تیری جرأت پر اور تیری نسبت خدا کے علم پر تعجب ہوا۔ حجاج اس گرم فقرے کو سُنکر اور بھڑکا اور جلادون سے کہا کہ میرے سامنے گردن مارو۔ اب ابن جُبیر شہادت کے لیے مستعد ہو گئے اور قبلہ رو ہوکر فرمایا وجھتُ وجھی للذی فطر السموت والارض حنیفًا وما انا من المشرکین۔ حجاج۔ ان کا مُنہ قبلے سے پھیر دو۔ سعید۔ اینما تولوا فثم وجہ اللہ (جدہر تم پھر دگے اُسی طرف خدا کا مُنہ ہے) حجاج۔ اوندھا ڈال دو۔ سعید۔ منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃً اُخریٰ۔ ہم نے اُسی سے (یعنی زمین سے) تمکو پیدا کیا اور اوسی مین تمکو لوٹا دین گے اور اوسی سے ایک دفعہ تم کو پھر نکالین گے) حجاج نے اونکی سیف زبانی سے تنگ ہو کر جلاد کو اشارہ کیا کہ جلد اپنا کام کرو۔ سعید۔ سُن لے مین اسکی شہادت دیتا ہون کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہین۔ وہ اکیلا ہے اور کوئی اُس کا شریک نہین۔ اور اس بات کی شہادت دیتا ہون کہ محمد اُس کے بندے اور رسول ہین۔ میری جان تو لے جب تو میدان حشر مین مجکو ملے گا تو مین تجھے لے لون گا حضرت ابن جبیر کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ جلاد کا ہاتھ اُٹھا اور اُن کا سر تن سے جُدا ہو گیا۔ اِنّا للہ وانا الیہ راجعون؎ بنا کردند خوش رسمے بخون وخاک غلتیدن ؛ خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را ؛ بعد قتل اُن کے جسم سے خلاف معمول خون بہت نکلا۔ جس سے حجاج سے سخت حیرت ہوئی اور اُس نے اپنے طبیب خاص تیاذوق سے اس کی وجہ دریافت کی تیاذوق نے کہا کہ چونکہ اُن کی خاطر بالکل مطمئن تھی اور قتل کا خوف قطعاً اُن کے دل مین نہ تھا اس لئے خون اپنی اصلی مقدار پر قایم رہا۔ بخلاف اور مقتولون کے کہ اُن کا ہیبت کے مارے پہلے ہی خشک ہو جاتا ہے

عہ مین نے اپنا منہ کیا اُسی کی طرف جس نے بنائے آسمان و زمین ایک طرف کا ہو کر اور مین نہین شریک کرنے والا۔ ۱۲

علاوہ اس طبی شہادت کے حضرت ابن جبیر کے کلام کی برجستگی صاف کہہ رہی ہی کہ انکی طبیعت
بالکل آسودہ اور آرمیدہ تھی اور اضطراب کا نام بھی اُن کے قلب مین نہ تھا۔ یہ شعبان ۹۵ھ
کا واقعہ ہی۔ رمضان سنہ مذکور مین حجاج بھی راہی عدم ہوگیا ه دیدی کہ خون ناحق پروانہ
شمع را۔ چندان امان نداد کہ شب راسحر کند[1]۔ انہین کے ہمنام اور ہمعصر دوسرے تابعی حضرت
سعید ابن المسیب کا ذکر ابن السائب کرتے ہین کہ ایک روز وہ اور مین دونون بازار مین بیٹھے تھے کہ خلیفہ دمشق کا بریدنامہ بر
گذرا ابن المسیب نے اوسکو پوچھا کہ تم بنی مروان کے برید ہو۔ برید جی ہان۔ ابن المسیب۔ تم نے اُن کو کس حال مین چھوڑا
برید۔ بخیر۔ ابن المسیب۔ نہین بلکہ تم نے اُن کو اس حال مین چھوڑا ہی۔ کہ وہ آدمیون کو بھوکا
مارتے ہین اور کتون کا پیٹ بھرتے ہین۔ برید یہ سنکر بگڑ گیا اور آنکھین نکال کر انکی طرف
دیکھنے لگا۔ ابن السائب کہتے ہین کہ مین دہشت زدہ ہوکر کھڑا ہوگیا کہ دیکھیے اب کیا ہو۔
برید۔ دیر تک تیور بدلے کھڑا رہا مگر پھر کچھ سوچ کر چلدیا جب وہ چلا گیا تو مین نے کہا کہ ابن
المسیب خدا تمکو نیکی دے تم کیون اپنی جان کے پیچھے پڑے ہو۔ اُنھون نے فرمایا بیہودہ
چپ رہو جب تک مین حق پر قایم ہون واللہ خدا مجکو دشمنون کے قبضہ مین ندے گا۔ ایک
دفعہ تینتیس ہزار درہم دولت مذکور کی طرف سے انکی خدمت مین پیش کیے گئے تو انہون نے
فرمایا کہ نہ مجکو بنی اُمیہ کی پروا ہے نہ اُن کے مال دولت کی۔ مین خدا کے سامنے جاؤنگا اور وہ
میرا اور اون کا انصاف کریگا۔ انہین حق گوئیون کا یہ نتیجہ ہوا کہ خلیفہ عبدالملک نے جاڑے
کے موسم مین اُن کو پٹوا کر سرد پانی ڈلوایا اور ایک دوسرے موقع پر پچاس درے لگوا کر بازار
تشہیر کرائی[2]۔ عمر ابن ہبیرہ جب خلیفہ دمشق یزید ابن عبدالملک کی جانب سے والی عراق و خراسان
مقرر ہوکر آیا تو اوس نے خواجہ حسن بصری امام ابن سیرین اور امام شعبی کو طلب کیا اور اون کے

[1] (ابن خ ص ۲۰۵ و حیوان ج ص ۱۲۳) [2] (ابن خ ص ۲۰۷)

سامنے یہ مدبرانہ تقریر کی۔ یزید ابن عبد الملک کو خداوند تعالی نے اپنے بندون پر خلیفہ مقرر کیا ہی اور ان سے اوس کی اطاعت کا عہد لیا ہی اور ہم سے (یعنے ملازمون سے) اُس کے حکم کے سُننے اور بجا لانے کا۔ مجکو جو عہدۂ خلافت کی طرف سے عطا ہوا ہے وہ آپ سب کو معلوم ہے۔ خلیفہ کی جانب سے ایک حکم مجکو ملتا ہی اور مین اوس کی بے تامل تعمیل کرتا ہون۔ اس بارے مین آپ کی کیا رائے ہے۔ خواجہ بصری نے اس پولٹیکل گفتگو کا جواب جن صاف اور سچے الفاظ مین دیا وہ قابل شنید ہین۔ اُنھون نے فرمایا کہ اے ابن ہبیرہ! یزید کے معاملے مین خدا تعالی سے ڈر اور خدا تعالی کے معاملے مین یزید کا خوف مت کر۔ خدا تعالی تجھے یزید کے شر کو دفع کر سکتا ہے مگر یزید اُس احکم الحاکمین کے قہر کو نہین روک سکتا۔ وہ وقت بہت دور نہین ہی کہ خداوند عالم تیرے پاس اپنا ایک فرشتہ بھیجیگا۔ جو تجکو شاندار تخت اور وسیع محل سے علیحدہ کر کے تنگ قبر مین پوہنچا دیگا۔ وہان سوائے تیرے اعمال کے کوئی تجکو نجات نہین دلوانے کا۔ اے ابن ہبیرہ! اگر تو خدا کا گناہ کرے تو خوب سمجھ لے کہ خلیفہ کو اُس نے اپنے دین کا اور اپنے بندون کا محافظ اور ناصر مقرر کیا ہی پس خدا کے دین کے خلاف اُس کے مقرر کئے ہوئے حاکم کی وجہ سے جسارت مت کر۔ کیونکہ خالق اکبر کے مقابلے مین مخلوق کا حکم ماننا کسی طرح روا نہین[1]۔ اسی یزید ابن ہبیرہ نے امام اعظم کو ایک دفعہ طلب کر کے اُنسے عہدۂ قضا قبول کرنے کے واسطے کہا۔ امام صاحب چونکہ یہ بار اپنے ذمے لینا نہین چاہتے تھے لہذا انکار کر دیا۔ ابن ہبیرہ اس انکار سے بگڑ گیا اور گیارہ روز تک دس درے روزانہ اُن کے لگوائے۔ تاہم اُس کا اصرار اُن کے انکار پر غالب نہ آسکا۔ اسی عہدۂ قضا کی بدولت امام ابوحنیفہ کے مقدر مین اور سختی لکھی تھی۔ جب منصور بغداد کا خلیفہ ہوا تو اُس کی نظر بھی اس منصب کے لئے امام ممدوح پر ٹھہری۔ چنانچہ اُن کو کوفے سے طلب کیا اور عہدۂ مذکور کے قبول کرنے کی فرمائش

---

[1] ابن خلکان ص ۱۲۹

کی۔ امام صاحب اب بھی اپنی رائے پر سختی سے قائم تھے لہذا خلیفہ کی فرمائش قبول کرنے سے عذر کیا منصور نے قسم کھا کر کہا کہ میں تمکو قاضی مقرر کرونگا۔ انھوں نے جوابًا بالقسم فرمایا کہ میں اس عہدے کو منظور نہیں کرونگا۔ خلیفہ نے دوبارہ قسم کھائی۔ انھوں نے مکرر قسمیہ انکار کیا اور اپنے انکار کی وجہ یہ بیان کی کہ میں اپنے آپ کو اس منصب کے قابل نہیں سمجھتا تھا۔ حاجب ابن ربیع نے (جو دربار میں حاضر تھا) خلیفہ کی خوشامد کی راہ سے کہا کہ امیر المومنین قسم کھا چکے ہیں پھر بھی تم انکار کئے جاتے ہو۔ امام ممدوح نے فرمایا کہ امیر المومنین کے لئے کفارہ قسم ادا کر دینا بہ نسبت میرے زیادہ آسان ہے خلیفہ جب اُن کی رائے کو کسی طرح متغیر نکر سکا تو اُس نے خود اُن کو قید خانے بھیجدیا۔ اور حالت محبوسی میں سنہ ۱۵۰ھ میں اُمرا ایک عالم کے امام نے وفات پائی۔ ان دونوں واقعوں کے ساتھ ایک تیسرا واقعہ اور ملائیے۔ جس سے امتیاز مراتب کا نکتہ حل ہوگا۔ ایک زمانے میں حاکم کوفہ نے یہ حکم دیدیا تھا کہ ابوحنیفہ فتویٰ ندیا کریں۔ چنانچہ امام صاحب نے فتویٰ دینا چھوڑ دیا تھا۔ انہیں روزوں کا ذکر ہے کہ ایک دن امام ممدوح گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ بی بی اور بچے پاس تھے۔ اسی اثنا میں اُن کی صاحبزادی نے روزے کے متعلق ایک مسالہ پوچھا۔ آپنے فرمایا کہ بیٹا! یہ مسالہ اپنے بھائی حماد سے پوچھ لو مجکو حاکم کی طرف سے فتویٰ دینے کی ممانعت ہے۔ اس لئے میں تمہارے سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ کیا اس سے بڑھکر حق پرستی ہو سکتی ہے۔ عہدۂ قضا قبول نکرنا اپنے نفس کا حق تھا جس کو انھوں نے حاکم اور خلیفہ کے مقابلے میں برسر دربار نہیں چھوڑا۔ اور فتویٰ ندینا حاکم کا حق تھا جس کو انھوں نے خلوت اور گھر کی چار دیواری کے اندر بھی ملحوظ رکھا۔ امام یزید ابن حبیب تابعی ایک دفعہ علیل تھے ابن سہیل والی مصر اُنکی عیادت کو آیا۔ اثنائے کلام میں اُس نے پوچھا کہ جس کپڑے پر مچھر کا خون لگا ہو اُس سے نماز جایز ہے یا نہیں۔ امام ممدوح نے یہ سنکر غصے سے منہ پھیر لیا اور

ل (ابن خ ص ۱۴۴ و ۱۴۳ و ۲۲ و دج ص ۴۵۲)

کچھہ نہین کہا - جب امیر مذکور نے چلنے کا قصد کیا تو اوس کو نظر بھر کر دیکھا اور کہا کہ تو روزانہ تو خدا کے بندون کا خون بہاتا ہی اور مجھ سے ون کے خون کا فتوی پوچھنے چلا ہی! خلیفہ دمشق ہشام ابن عبد الملک نے اپنا ایک معتمد امام اعمش کو فے کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ اُن سے حضرت عثمانؓ کی خوبیان اور حضرت علی کی برائیان لکھوا لائے - جب ایلچی اُنکی خدمت مین پونچا اور خلیفہ کا شقہ اُن کو دیا تو انہون نے اُس کو پڑھا اور پڑھکر ایک بکری کے منہ مین دیدیا بکری اوس کو چبا چکی تو معتمد خلافت سے فرمایا کہ اپنے آقا سے کہدینا کہ اُن کے پروانے کا یہی جواب ہی - قاصد کو حکم تھا کہ جواب تحریری لائے لہذا اُس نے منت کی کہ جو کچھہ جواب ہو لکھدیجے - اُس کے اصرار سے تنگ آکر انھون نے یہہ جواب لکھدیا کہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد فیا امیر المومنین لو کان لعثمان رضی اللہ عنہ مناقب اھل الارض ما نفعتک ولو کانت لعلی رضی اللہ عنہ مساوی اھل الارض ما ضرتک فعلیک بخویصۃ نفسک والسلام[1] یعنی اے امیر المومنین اگر حضرت عثمانؓ مین سارے جہان کی خوبیان تھین تو اُن سے تمکو کچھہ نفع نہین اور اگر حضرت علیؓ مین دنیا بھر کی برائیان تھین تو تمھارا کچھہ نقصان نہین - پس تم خاص کر اپنے نفس کی خبر لو - والسلام

ابو جعفر منصور خلیفہ بغداد نے ایک بار امام مالک اور امام عبد اللہ ابن طاوس کو اپنے پاس بلایا اور اثنای ملاقات مین ابن طاوس سے کہا کہ اپنے والد کوئی حدیث روایت کرو - اس فرمایش سے ابن طاوس کے ہاتھہ اس امر کا گویا موقع لگا کہ وہ خلیفہ کو اُسکی بے اعتدالیون اور سختی پر تنبیہ کرین - اور انھون نے یہ حدیث انتخاب کرکے سُنائی - حدثنی ان اشد الناس عذابا یوم القیامۃ رجل اشرکہ اللہ تعالی فی سلطانہ فادخل علیہ الجور - یعنی میرے والد نے مجھسے یہ حدیث روایت کی ہی کہ قیامت کے دن سب سے بڑھکر عذاب اوس کو ہوگا جس کو خدا تعالی

---

۱ (تذکرہ ج ص ۱۱۲) ۲ (ابن خ ج ص ۲۱۳) -

اپنی حکومت میں شرکت دے اور پھر وہ ظالمانہ حکومت کرے۔ منصور سے قہار فرمان روا کے سامنے
اور یہ جرأت۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ مجکو ابن طاؤس کے قتل کا پورا یقین ہوگیا اور میں نے اپنے
دامن سمیٹ لئے کہ مبادا اُن کے خون کی چھینٹیں میرے کپڑوں پر پڑیں۔ خلیفہ دیر تک ساکت
رہا عرصے کے بعد نگاہ اُٹھائی اور اون سے ایک اور سوال کیا۔ ابن طاؤس کے قلب پر اب بھی خلیفہ
کا رعب غالب نہیں آیا تھا۔ اس سوال کا جواب بھی پوری آزادی سے دیا۔ خلیفہ نے تنگ آکر کہا
قُومَا عَنِّی یعنی میری پاس سے دونوں اُٹھ جاؤ۔ ابن طاؤس نے فرمایا ذالك ما كنا نبغی یہ تو
ہماری عین مراد ہے۔ اور یہ کہکر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اوس روز سے میں ابن طاؤس
کے فضل کو مان گیا ہوں[1]۔ فقہ کے چار امام جن کی امامت آج تک چار دانگ عالم میں مسلّم ہے اور کروڑوں
نفوس انسانی پر اُنکی روحانی سلطنت صدہا برس قائم ہے اُنہیں سے امام ابوحنیفہ کا حال آپ سُن چکے
امام مالک کے ایک دفعہ ستر درّے اس وجہ سے مارے گئے کہ کسی مسائلے میں حق کا اور حکومت کا مقابلہ تھا
اور اُنھوں نے فتویٰ دینے میں حق کی رعایت کی تھی[2]۔ یہی سلوک امام احمد ابن حنبل کے ساتھ خلیفہ مامون
الرشید کی خلافت میں عقائد کے ایک مسائلے کے اختلاف کی وجہ سے کیا گیا[3]۔ ایکدن کا ذکر ہے کہ
خلیفہ منصور کے چہرے پر مکھی بیٹھی اُسنے اڑا دی۔ مکھی حسب عادت پھر آن بیٹھی۔ خلیفہ نے پھر اڑا دی
غرض کئی دفعہ یہی اتفاق ہوا۔ آخر خلیفہ نے جھلا کر ابن سلیمان مشہور مفسر سے پوچھا کہ مکھی پیدا کرنے
کی خدا کو کیا ضرورت پڑی تھی۔ اُس عالم ربانی نے فرمایا کہ متکبروں کا غرور توڑنے کے لئے[4] پیدا کی ہے
خلافت عباسیہ نئی نئی قائم ہوئی تھی اور خاندان بنی اُمیہ کے نیست و نابود کرنے اور ملک سے اُن کا
اثر مٹانے کی کوششیں بڑی بیدردی اور سفاکی سے عمل میں آ رہی تھیں کہ اسی اثنا میں عبداللہ
ابن علی خلیفہ سفاح کے چچا شام کے حاکم مقرر ہوئے۔ امیر مذکور نے وہاں پہونچکر اول تو خلافت کے

1 (ابن خ ص ۲۴۳) 2 (ابن خ ص ۴۳۹) 3 (ابن خ ص ۱۶۴) 4 (ابن خ ص ۱۱۲)

بقیہ دعوبداروں کی پوری طور پر صفائی کی اُس کے بعد ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا جس میں جاہ و جلال کا اظہار انتہا کو پہونچایا گیا تھا۔ چار جنگی صفین ایوان دربار مین قائم تھین جو مختلف مہیب ہتھیارون سے مسلح تھین۔ ان صفون کے بیچ مین تخت امارت نصب تھا۔ جب امیر نے دربار مین آکر جلوس کیا تو شام کے مقتدیٰ امام اوزاعی طلب کیے گئے۔ امام ممدوح جس وقت دارالامارۃ کے دروازے پر پہنچے تو گھوڑے پر سے اُتار لیے گئے اور دو آدمیون نے اُن کے بازو پکڑ کے تخت سے اتنا قریب لا کھڑا کیا کہ امیر خود اُن سے کلام کر سکے۔ امیر نے ان کو دیکھکر کہا کہ تمہارا نام عبدالرحمن ہے۔ اور امام اوزاعی۔ جی ہان۔ خدا امیر کو صلاحیت دی۔ امیر۔ بنی اُمیّہ کی خون ریزی کی نسبت تمھاری کیا راے ہے۔ امام۔ تمہارے اور اُن کے مابین چونکہ عہد تھا اس لیے تم کو لازم تھا کہ عہد و پیمان کی رعایت کرتے اور عہد شکنی نہ کرتے۔ امیر۔ (بگڑکر) یہ ہم جانین اور وہ جانین ہم مین باہم کوئی عہد نہ تھا۔ امام اوزاعی فرماتے ہین کہ امیر کے تیور پھرے دیکھکر میرے قلب پر بیکسی کی سی حالت طاری ہوئی اور جان کا خوف معلوم ہونے لگا۔ اُسی وقت مجکو خیال آیا کہ عبدالرحمن! ایک دن اس سے بھی بڑے حاکم کے حضور مین حاضر ہونا ہے۔ اس خیال کے آتے ہی میرے دل کا اضطراب جاتا رہا اور قوت سے پیدا ہو گئی اور مین نے صاف صاف میرے کہا کہ بیشک اُن کا خون تم پر حرام تھا۔ اس زوردار فقرے کو سُنکر امیر طیش کے مارے تھرّا گیا جوشِ خون سے آنکھین سُرخ ہو گئین اور رگین پھول آئین۔ اسی غضب کی حالت مین کہنے لگا کہ ویحک ! اللہ یہ تم نے کس طرح کہا۔ امام۔ اس طرح کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی مرد مسلمان کا قتل روا نہین جب تک کہ ان تین حالتون مین سے ایک حالت پیش آئے یا تو وہ اس حال مین زنا کرے کہ اُسکی شادی ہو چکی ہو۔ یا قاتل ہو۔ یا مرتد ہو جائے امیر۔ کیون

ۓ خدا تم پر رحم کرے ۱۲

کیا ہماری حکومت دینی نہین (گویا اسکا یہ مطلب تھا کہ چونکہ ہماری خلافت ازروی دین ثابت ہی لہذا اُسکا مخالف تارک دین ہوا) امام تمہاری حکومت دینی کیونکر ہوسکتی ہے۔ امیر۔ کیا آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کے لئے وصیت نہین فرمائی۔ امام۔ اگر حضرت علی کے لئے وصیت ثابت ہوتی تو دونون حکم حکم نہ دیتے۔ امیر کے پاس چونکہ اس کا جواب کچھہ نہ تھا اس لئے خاموش تو ہوگیا مگر شدت اشتعال کے سبب سےؔ غضب معلوم ہوتا تھا۔ امام اوزاعی فرماتے ہین کہ امیر کی خاموشی نے مجکو یقین دلادیا کہ کوئی دم مین میرا سر قدمون پر آتا ہی۔ تھوڑے عرصے کے بعد خلاف توقع امیر نے ہاتھہ کے اشارے سے حکم دیا کہ امام دربار سے باہر کردئے جائین۔ چنانچہ یہ وہان سے تشریف لے آئے۔ دار الامارۃ سے کچھہ دور نکلے تھے کہ ایک سوار ان کی طرف تیز آتا ہوا نظر پڑا سوار کو دیکھکر جان کا خوف امام اوزاعی کو اول سے بھی زیادہ ہوا اور وقت اخیر سمجھکر نماز شروع کردی جب سلام پھیرا تو سوار نے سلام کیا اور اشرفیون کی ایک تھیلی منجانب امیر پیش کی۔ اُنھون نے وہ اشرفیان قبول کرلین اور گھر پہنچنے سے پہلے مستحقون کو تقسیم کردین[1]۔ اسلام نے بیت المال کی بنیاد جن اصول پر ڈالی تھی وہ خلافت راشدہ کے بعد بالکل بدل گئے اور مسلمانون کا قومی مال محض خلفا وسلاطین کا جیب خرچ خیال کیا جاتا تھا۔ جو علمای اسلام بیت المال کے اصلی اغراض سے واقف تھے اُن کے دل اس اسراف کو دیکھہ دیکھکر کڑہتے تھے۔ اور جب اون کو موقع ہاتھہ آتا اُنکی زبان خلفا کو برملا متنبہ کرنے سے باز نہین رہتی تھی۔ حضرت سفیان ثوری ایک دفعہ خلیفہ مہدی کے پاس گئے اور اوس سے کہا کہ مجکو یہ روایت پونہچی ہی کہ خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نے اپنے ایک سفر حج مین صرف بارہ اشرفیان صرف کی تھین۔ تمہارا اسراف جس حد کو پونہچا ہی وہ ظاہر ہے۔ خلیفہ نے خشمناک ہوکر کہا کہ تم اپنی سی ذلیل حالت میری بھی کیا چاہتے ہو۔ حضرت سفیان نے جوابدیا کہ مجھ سے مت بنو مگر جس حال مین ہو اوس مین تو

[1] (تذکرۃ ص ۱۶۲)

توکلی کردو[1]۔ ایک دفعہ ہارون الرشید او شاہزادے امام مالک کے یہان گئے۔ خلیفہ نے امام صاحب سے حدیث سُنانے کی فرمایش کی۔ امام ممدوح نے فرمایا کہ مین نے عرصے سے طریقہ قرأت چھوڑ دیا ہے اب اور لوگ حدیث مجکو سناتے ہین اور مین سُنتا ہون۔ ہارون الرشید نے کہا کہ بہتر ہے مین ہی سناؤنگا مگر اول عام آدمیون کو اپنی مجلس سے باہر کر دیجیے۔ امام مالک نے جواب مین ارشاد کیا کہ اگر خواص کی خاطر سے عوام محروم کیے جائینگے تو خواص کو بھی نفع نہین پہونچ سکتا۔ یہ فرمایا کہ اپنے ایک شاگرد ابن عیسی کو حکم دیا کہ سبق شروع کرین۔ چنانچہ ابن عیسی نے فوراً سبق شروع کیا اور خلیفہ کو خاموش رہنا پڑا۔ خلیفہ[2] نے ایک بار ابن ادریس کو بلا کر عہدۂ قضا قبول کرنے کے واسطے لکھا۔ اُنھون نے انکار کیا تو رشید نے بگڑ کر فرمایا کہ کاش مین تیری صورت نہ دیکھتا۔ ابن ادریس نے متانت سے جواب دیا کہ کاش مین تیری صورت نہ دیکھتا۔ اور یہ کہکر دربار سے چلے آئے[3]۔ امیر سلیمان ابن علی نے اہواز سے ایک قاصد امام ادب خلیل بصری کے پاس بھیجا اور اون کو امیرزادے کی تعلیم کے لیے طلب کیا۔ ایلچی کی خبر پاکر وہ ادیب بے مثل باہر آیا۔ خشک روٹی کا ایک ٹکڑا ہاتھ مین تھا۔ وہ ٹکڑا قاصد کو دیا اور کہا کہ لو میرے پاس تو یہی ماحضر ہے۔ اور جب تک یہ موجود ہے خلیل کو سلیمان کی پروا نہین۔ اس کے بعد یہ اشعار لطیف فی البدیہ تصنیف کرکے اوس کے حوالے کیے ؎ ابلغ سلیمان انی عنہ فی سعۃ ۔ و فی غنی غیر انی لست ذا مال ۔ سخی بنفسی انی لا اری احدا ۔ یموت ھزلا و لا یبقی علی حال ۔ و الفقر فی النفس لا فی المال تعرفہ ۔ و مثل ذالک الغنی فی النفس لا فی المال ۔ فالرزق عن قدر لا العجز ینقصہ ۔ و لا یزیدک فیہ حول محتال ۔ شہر دمشق[4] ایک صدی تک دولت بنی اُمیہ کا دارالخلافہ رہا تھا۔ اس لیے خارجیت کا وہان طرا زور تھا۔ امام نسائی

---

[1] (تذ ج ا ص ۱۸۵) [2] (تذ ج ا ص ۱۹۱) [3] (تذ ج ا ص ۲۵۸) [4] (نزہتہ ص ۵۷)

(جن کی سُنن صحاح ستہ مین شامل ہی) جب وہان تشریف لے گئے تو ایک روز مسجد مین ایک شامی نے اون سے پوچھا کہ حضرت معاویہؓ کے فضائل کیا کیا ہین۔ امام ممدوح نے فرمایا کہ تو اس کو کافی نہین سمجھتا کہ وہ اپنی جان بچا لیجائین جو تو اُن کے مناقب پوچھنے چلا ہی۔ اس فقرے کو سُنکر دمشقی بھڑک اُٹھے اور اسقدر ضربین امام نسائی کے ایک نازک مقام پر مارین کہ وہ بیہوش ہوگئے بحالت بیہوشی مین اُن کے رفقا اُن کو مسجد سے باہر لائے اور اوسی دردناک صدمے سے اُس امام حدیث نے وفات پائی[1] امام سلفی کے درس مین ایکدن پادشاہ مصر مع اپنے بھائی کے آکر شریک ہوا اور وہان بیٹھکر بھائی سے باتین کرنے لگا۔ یہ سوءِ ادب دیکھکر امام موصوف نے بادشاہ کو سرزنش کی اور فرمایا کہ ہم حدیث نبوی اس لئے نہین پڑھ رہے ہین کہ تم یہان بیٹھکر باتین کرو[2]۔ ابو غالب لغوی نے جب اپنی کتاب فن لغت مین تصنیف کی تو امیر مجاہد مرسیہ کے باقتدار فرمانروا نے اپنے ایک معتمد کے ہاتھ ایک ہزار اشرفیان اُن کے پاس بھیجین اور یہ فرمایش کی کہ کتاب مذکور کے دیباچے مین یہ الفاظ درج کردین مما الفہ ابو غالب لابی الجیش مجاھد یعنی اس کتاب کو ابو غالب نے امیر مجاہد کے لئے تصنیف کیا ہی ابو غالب نے عطیۂ شاہی واپس کردیا اور کہلا بھیجا کہ اگر ساری دُنیا مجکو دیجائے تو بھی مین جھوٹ بولنا روا نہین سمجھونگا مین نے یہ کتاب خاص کر امیر کے واسطے تالیف نہین کی بلکہ عام نفع کے خیال سے لکھی ہی[3]۔ ابن السکیت مصنف اصلاح المنطق خلیفہ بغداد متوکل کی خدمت مین حاضر تھے کہ ہمانیت کے لختِ جگر معتز اور موید نمودار ہوئے۔ متوکل نے اُنسے پوچھا کہ یعقوب تمکو کون زیادہ محبوب ہے میرے یہ دونون بیٹے یا حسنینؓ۔ ابن السکیت نے جواب دیا کہ واللہ حضرت علی کا خادم قنبر تم سے اور تمہاری دونون بیٹون سے کہین بہتر ہے۔ کیا اس تصریح کی ضرورت ہے کہ خلیفہ کے دل مین ان الفاظ نے کیا تاثیر کی۔ جس زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے وہ خلیفہ کے حکم سے باہر نکال لی گئی

---

[1] (تذ جلد ۲ ص ۲۶۹) [2] (تذ جلد ۴ ص ۹۶) [3] (ابن خ ج ۲ ص ۹۷)

اور زبان کے ساتھ روح نے بھی جسم سے مفارقت کی[۱]۔ قاضی ابن رُشد مشہور فلسفی جب امیر منصور
خلیفہ اُندلس کے حضور مین کوئی علمی مسئلہ بیان کرتے تھے تو نشار کمال اون کے دل سے خلیفہ کی عظمت
مٹا دیتا اور ان معمولی الفاظ سے خطاب کرتے۔ اسمع یا اخی یعنے سُن اے بھائی[۲]۔ خلافت کے دربار
چھوڑ کر اب ہم بارگاہ سلطانی مین آتے ہین اور چند واقعات علمائی روم کی حق بیانی کے گذارش
کرتے ہین مولانا شمس الدین رومی کی عدالت مین ایک معاملے مین سلطان بایزید نے شہادت دی
تو شہادت سلطانی کو انھون نے قبول نہین کیا۔ جب سلطان نے وجہ پوچھی تو مولانا نے جواب
دیا کہ سلطان نماز مین جماعت کے پابند نہین اور تارک جماعت کی شہادت مردود ہے[۳]۔ سلطان محمد خان
نے ایک بار اپنا مرسوم (مراسلہ) قاضی بروسہ مولانا شمس الدین کورانی کے پاس بھیجا۔ اُس مین
کوئی بات خلاف شرع درج تھی۔ مولانا اوس کو دیکھکر اس قدر برافروختہ ہوئے کہ سلطانی فرمان
پھاڑ کر لانے والے کو باہر نکال دیا۔ سلطان کو اُنکی یہ حرکت بہت ناگوار ہوئی اور غضب سلطانی
کا یہ نتیجہ ہوا کہ مولانا کو عہدۂ قضا کے ساتھ سلطنت روم بھی چھوڑنی پڑی۔ مولانا ابن خطیب ایک
روز عید کی مبارکباد دینے ایوان سلطانی گئے اُن دنون جو شہزادے سلطنت کے وظیفہ خوار تھے
اور سو درہم یومیہ اُن کو ملتے تھے جب دربار کو چلے تو چند طلبہ ہمرکاب تھے حضور سلطانی مین
پہنچے تو سلطان نے از راہ حُسن اخلاق سات قدم بڑھکر استقبال کیا۔ مولانا نے بجائے جھک کر
آداب بجالانے کے سلام کیا اور بجای دست بوسی کے مصافحہ۔ اُن کے ایک شاگرد کو اُستاد کا یہ
خلاف آداب برتاؤ ناگوار گذرا اور واپسی مین اُس نے کہا کہ آخر سلطان فرمانروای وقت
ہے کچھ تو آپ کو جھکنا تھا۔ ابن خطیب نے فرمایا کہ آئندہ فخر سلاطین کے لیے کم ہے کہ ابن خطیب سا
فاضل اُن کے پاس گیا۔ اور مین خوب جانتا ہون کہ سلطان اسی کو غنیمت سمجھتے ہین[۴]۔ مولانا یوسف

---

[۱] (ابجد ج ۳ ص ۳۰۹ و ۳۱۱) [۲] (ابن خلکان ج ۲ ص ۷۷) [۳] (شقائق ج ۱ ص ۴۸) [۴] (شقائق ج ۱ ص ۹۱) [۵] (شقائق ج ۱ ص ۱۹۲)

قاضی قسطنطنیہ ایک دن مسجد سے نماز پڑھکر نکلے تو دروازے پر صدر اعظم کے چوبدار کو حاضر پایا جو اُنکو بلانے کو آیا تھا۔ اُس وقت مولانا کے سر پر چھوٹا سا عمامہ تھا اور چھوٹا عمامہ باندھکر بارگاہ وزارت مین جانا خلاف ادب تھا۔ مگر خدا پرست مولانا کے دل نے گوارا نہ کیا کہ رب العزت سے زیادہ ادب اُس کے ایک بندے کا کرین اور اُسی عمامے کو باندھے صدر اعظم کے حضور مین چلے گئے۔ وہان پونہچے تو اعتراض ہوا انھون نے رستبازی سے اپنا خیال صاف صاف ظاہر کر دیا جس کو سُنکر وزیر اعظم نے بہت پسند کیا اور حضور سلطانی مین اُس کی نقل کی[1]

معاصرین اور ہمچشمونکے مقابلے مین

عربی کا ایک مقولہ ہے المعاصرۃ سبب المنافرۃ یعنی ہمعصری باہم نفرت کا باعث ہوتی ہے۔ یہ عادت قریبًا جبلیت ہو چکی ہے کہ جو ہم فن اہل کمال ایک ہی زمانے مین ہوتے ہین وہ ایک دوسرے کے کمال کا اعتراف کما حقہ نہین کرتے۔ الا ما شاء اللہ۔ جب ایک ہی عہد کے دو ہم فن اہل کمال کے دل ٹٹولے جائین تو اُنکی باہمی بے پروائی رقابت کے اثر سے کم و بیش پر خاموش مغایرت کی حد تک ترقی کی ہوئی نظر آئیگی۔ شیخ سعدی کے زمانے مین ایک اور فارسی کا شاعر امامی ہروی تھا اُس زمانے کے لوگ یہ فیصلہ کرنے سے قاصر رہے کہ دونون مین کون زیادہ باکمال ہے۔ چنانچہ ہمگر شیرازی ایک میلر شاعر اس بارے مین حکم قرار دیا گیا اور اوس نے امامی کو سعدی سے افضل بتایا یہ ایسا غلط فیصلہ تھا جس کے غلط ہونے مین گذشتہ چھ سو برس کے عرصے مین شاید کسی کو کلام ہو۔ مگر معاصرت کے اثر نے ہمگر کو اس غلطی کا ادراک نہین ہونے دیا۔ ہم جن علما کے حالات آپ کو سُنا رہے ہین اُن کے جوش حق پرستی نے کبھی اون کو معاصرین کے فضل و کمال سے چشم پوشی نہین کرنے دی۔ واقعات شہادت دے رہے ہین کہ وہ بزرگ جو ہنر اور کمال کے پرکھنے

[1] دمشق ج ص ۲۳۴)

وہ بڑے تھے اور جن مین یہ جوہر ہوتا تھا اونکا معاصر - عمر مین چھوٹا - طبقے مین نیچا - مذہباً مخالف
ہوتا : ون کی قدرشناسی کو کم نہین کر سکتا تھا - امام اعظم امام مالک سے عمر مین تیرہ برس بڑے
تھے اور طبقے مین عالی لیکن جب اون سے ملے تو اس ادب سے ملے جیسے چھوٹے بڑون سے
ملتے ہین - شاعر مشہور ابو اسحاق عقیدے کا صابی[ہ] تھا مگر جب وہ مرا تو محض قدردانی کمال کے لئے
ہاشمی نسب شریف رضی نے اوس کا مرثیہ لکھا اور لوگون کے طعن کی کچھ پروا نہین کی - معاصرین کے
فضل و کمال کا اعتراف اس سے بڑھکر کیا ہو سکتا ہے کہ علی الاعلان اُنکو اپنے آپ سے زیادہ
عالم و کامل بتائین - اُنکی جلالت کے سامنے اپنی بے مائگی کا اقرار کرین اور جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آئے
تو اُن سے اس کے حل کردینے کا سوال - یا آنکہ وہ ان کی تصانیف پر اعتراض کرین تو اونکا
شکریہ ادا کیا جائے اور اون کو دعائے خیر سے یاد - ایک موقع پر امام شعبی آنحضرت کے عہد مبارک
کے جنگی معرکونکا بیان کر رہے تھے - اتفاقاً حضرت ابن عمر کا گزر اُسی راستے سے ہوا - امام ممدوح کا بیان
سُن کر فرمایا کہ جس قوم کا یہ ذکر کر رہے ہین مین اُس کے دیکھنے والون مین ہون لیکن مغازی
یہ مجھسے زیادہ اور بہتر جانتے ہین[1] - حضرت امام باقر نے ایک مرتبہ فرمایا کہ روے زمین پر کوئی شخص
حج کے مسائل عطا سے بہتر نہین جانتا[2] - حضرت امام زین العابدین اپنے ایک شاگرد زید ابن اسلم کے
پاس جا کر بیٹھا کرتے تھے - لوگون نے اسپر تعجب ظاہر کیا تو پاک نفس امام نے فرمایا کہ جس کی صحبت مین
دین کا نفع ہوتا ہے اُس کے پاس انسان بیٹھتا ہی ہے[3] - ایک دفعہ کا ذکر سنئے کہ مدینہ طیبہ مین امام زہری
امام ربیعہ کا ہاتھ پکڑکر ایک مکان مین لے گئے اور وہان دونون نے ایک دوسرے کے علم کو جانچا جب
عصر کے وقت وہ دونون امام زمانہ باہر تشریف لائے تو زہری تو یہ کہتے نکلے کہ ربیعہ کا مثل مدینے
مین نہین اور ربیعہ فرماتے آئے کہ زہری کے رتبے کو کوئی نہین پونہچتا[4] - ابن اسحٰق اصفہانی

ہ ستارہ پرست ۱۲ [1] (تدنج ص ۸۷) [2] (تدنج ص ۸۶) [3] (تدنج ص ۱۱۹) [4] (تدنج ص ۹۸)

جب بصرے گئے اور وہاں کے محدثین سے حدیث پڑھنی چاہی تو سب نے پوچھا کہ تمہارے شہر میں عباس ابن یزید نہیں ہیں۔ انھوں نے کہا ہیں تو انھوں نے فرمایا کہ اُن کے ہوتے ہوئے تم ہمارے پاس کیوں آئے۔ اس واقعے سے واضح ہوتا ہے کہ اُس عہد مبارک میں آفراد نہیں بلکہ گروہ کے گروہ حق کے گرویدہ تھے۔ اور حسنِ تعلیم نے سب کے مذاق یکسان پاک صاف کر دیے تھے۔ امام عمرو ابن دینار امام زہری کے کمالات کا شہرہ سُن سُنکر فرمایا کرتے تھے کہ زہری کے پاس دہرا کیا ہے۔ میں نے ابن عمر کو دیکھا ہے انھوں نے نہیں دیکھا میں نے ابن عباس کو دیکھا ہے انھوں نے نہیں دیکھا۔ اندازِ کلام صاف کہہ رہا ہے کہ ابن دینار کو کمال کا غرّا زہری سے بیزار کر رہا تھا حسن اتفاق کہ اسی عرصے میں امام زہری کا مکہ مکرمہ میں گزر ہوا۔ جب انھوں نے انکی آمد کی خبر سُنی تو باوجود پاؤں سے معذور ہونے کے فوراً ملاقات کو تیار ہوئے اور خدام سے فرمایا کہ مجکو امام زہری کے یہاں لے چلو۔ ملازموں نے ارشاد کی تعمیل کی اور اُن کو امام ممدوح کی خدمت میں لے آئے۔ یہ جب اُن سے ملے تو زیادہ گرویدہ ہوئے اور شب کو وہیں رہے۔ صبح کو واپس آئے تو شاگردوں نے سوال کیا کہ کہیئے امام زہری کو کیسا پایا۔ ابن دینار کی اگلی رائے کو انصاف مغلوب کر چکا تھا فرمایا کہ واللہ ما رأیت مثل ھذا القرشی ابداً یعنے میں نے اس قرشی کا مثل کبھی نہیں دیکھا[1]۔ مولانا ابن مؤید روی جب محقق دوانی کے پاس گئے تو محقق نے اُن سے سوال کیا کہ روم سے ہمارے لئے کیا ہدیہ لائے۔ مولانا نے یہ سُنکر علامہ خواجہ زادے کی تازہ تصنیف کتاب تہافہ پیش کی۔ محقق نے اُس کو لیکر اوقات فرصت میں اوس کا مطالعہ کیا جب تمام و کمال دیکھ چکے تو مولانا ابن مؤید سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تم کو اور اس رسالے کے مصنف کو جزائے خیر دے۔ میں بھی اس بحث پر ایک کتاب لکھنے کے خیال میں تھا۔ مگر اللہ نے

---

[1] (تذ ج ص ۸۶) [2] (ابن خ ص ۵۱۴)

شرم رکھ لی۔ اگر میں اس کتاب کے دیکھنے سے پہلے لکھ چکا ہوتا تو میری بڑی ہنسی ہوتی[1]
جب تک حضرت سالم ابن عبد اللہ زندہ رہے امام نافع نے فتویٰ نہیں دیا[2]۔ حضرت
سعید ابن المسیب کے پاس جب کوئی حاجتمند فتویٰ پوچھنے جاتا تو امام ممدوح فرماتے کہ
سلیمان ابن یسار کے پاس جاکر پوچھو اس لئے کہ آج وہ سب سے زیادہ عالم ہیں[3]۔ حضرت
قاسم (ابن محمد ابن ابی بکرؓ) سے کسی نے پوچھا کہ آپ زیادہ عالم ہیں یا سالم (ابن عبد اللہ
ابن عمرؓ) تو اُنھوں نے فرمایا کہ یہ مرتبہ سالم کو ہی حاصل ہے[4]۔ فرای نحوی اپنے ہمعصر اخفش
اوسط سے ملنے گئے تو اخفش نے کہا کہ اے لوگو تمہارے پاس لغت اور عربیت کا سردار
آیا فرّا نے کہا کہ جبتک اخفش زندہ ہیں اُسوقت تک نہیں[5]۔ حضرت عبد اللہؓ ابن مسعود کو
جب ضرورت پیش آتی تو وہ زر ابن حُبَیش سے عربیت کے متعلق باتیں دریافت فرما لیا کرتے[6]
قابوس نے جب اپنے والد سے یہ سُوال کیا کہ آپ صحابۂ کرام کی موجودگی میں علقمہ (تابعی)
کے پاس کیون جایا کرتے تھے تو اُنھوں نے جواب دیا کہ مین اس لئے جایا کرتا تھا کہ مین نے
بعض صحابہ کو دیکھا تھا کہ وہ علقمہ کے پاس تشریف لیجاکر مسائل دریافت فرمایا کرتے تھے[7]
خواجہ حسن بصری کو جب کوئی مشکل پیش آجاتی تو بذریعہ تحریر حضرت سعید ابن المسیب سے
دریافت فرما لیتے۔ امام ابو احمد کو فن حدیث مین ایکبار اشکال پیش آیا تو انھون نے
اپنے معاصر ابن مَندہ سے نیشاپور خط بھیجکر حل کر لیا[8]۔ حضرت ابن عمر اکثر امام مجاہد (تابعی)
کے گھوڑے کی رکاب تھام لیا کرتے تھے[9]۔ اشہب ابن عبد العزیز کہتے ہین کہ مین نے امام
ابو حنیفہؓ کو امام مالکؓ کے حضور مین ایسا مودب بیٹھا دیکھا جیسے چھوٹے بڑون کے سامنے

[1] (ابن خ ص ۱۸۴) [2] (ابن خ ص ۲۰۸) [3] (تذ خ ص ۴۹) [4] (تذ خ ص ۴۲) [5] (تذ خ ص ۴۴)
[6] (تذ خ ص ۲۳۷) [7] (تذ خ ص ۸۰)

بیٹھتے ہیں[1]۔ امام اعظم امام مالک سے عمر میں تیرہ برس بڑے تھے اور طبقے میں بھی اون سے رفیع عالی ہیں۔ اسی واسطے امام ذہبی واقعہ بالا کو نقل کرکے فرماتے ہیں[2] کہ اس سے امام ابو حنیفہ کے حسن ادب اور تواضع کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ اور حق یہ ہے کہ ان بزرگوں کی عظمت کے اصلی اسباب یہی صفات تھے۔ حسن ابن علی کہتے ہیں کہ جب ہیثم بغداد میں آئے تو میں نے اپنے والد۔ امام احمد ابن حنبل۔ یحییٰ ابن معین اور ابن سالم کو اُن کے سامنے ایسا بیٹھا دیکھا جیسے بچے بیٹھے ہوں[3]۔ امام احمد حنبل کے پاس ایک بار امام ذہلی آئے تو امام ابن حنبل اُن تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے۔ دونوں اماموں کے رتبے میں اس قدر فرق تھا کہ لوگوں کو اس تعظیم سے حیرت ہوئی۔ امام بخاری نے صرف تعظیم پر کفایت نہیں کی بلکہ اپنے صاحبزادوں اور تلامذہ کو حکم دیا کہ اُن سے جاکر حدیث حاصل کریں۔ سفیان ابن عیینہ سے کسی نے کہا کہ شہر میں حسین ابن جعفی آئے ہیں۔ ابن عیینہ یہ سُنکر بے اختیار کھڑے ہوگئے اور فوراً ابن جعفی سے جاکر ملے اُن کے ہاتھ چومے اور فرمایا کہ آج یہاں ایسا شخص وارد ہوا ہے جس کی فضیلت سب سے بڑھی ہوئی ہے[4]۔ سُننے کے قابل یہ بات ہے کہ ابن عیینہ ابن جعفی سے بیس برس تو عمر میں بڑے تھے اور طبقۃً عالی۔ امام محمد اور امام شافعی میں جس قدر جزئیات میں اختلاف ہے ظاہر ہے باایں ہمہ امام محمد حنفی امام شافعی کی تکریم کرتے تھے اُتنی کسی عالم کی نہیں کرتے تھے۔ امام تجیبی کسی جنازے کی نماز پڑھانے تشریف لے گئے تھے جب واپس ہونے لگے تو امام ابو عمرو نے اُن کے گھوڑے کی باگ تھامی۔ امام ابن خزیمہ نے رکاب اور امام جارودی نے جار جامہ درست کیا۔ شیخ ابو اسحٰق شیرازی اپنے معاصر امام الحرمین سے ایک موقع پر یوں خطاب کر رہے تھے۔ یا مفید اهل المشرق والمغرب

---

۱ (تذ ج ص ۱۸۹) ۲ (تذ ج ص ۶۴) ۳ (تذ ج ص ۱۱۲) ۴ (تذ ج ص ۳۳۰) ۵ (تذ ج ص ۲۴۴) ۶ (تذ ج ص ۲۳۰)

انت الیوم امام الائمۃ یعنے اے مشرق و مغرب کے لوگون کو فائدہ پونہچانے والے آج تم سارے امامون کے امام ہو[1]۔ حق پسندی کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ حاکم نیشاپوری محدث مشہور نے فن حدیث مین ایک کتاب المدخل فی الصحیح لکھی تھی امام عبدالغنی مصری نے اُس کا رد لکھا۔ حاکم نے جب یہ رد دیکھا تو امام مصری کی خدمت مین شکریے کا خط بھیجا اور اُن کے حق مین دُعائے خیر کی[2]۔ ذیل کی متفرق حکایتین بھی ہمارے مدعا کو کسی نہ کسی پہلو سے ثابت کرتے ہین۔ ابو اسحق شاعر مشہور نے جب وفات پائی تو شریف رضی نے اُس کا مرثیہ لکھا۔ لوگ یہہ سنکر بگڑے اور کہا کہ افسوس ہے کہ خاندان نبوت سے ہوکر اُنہون نے ایک صابی کا مرثیہ لکھ ڈالا۔ شریف ممدوح نے یہ اعتراض سُنا تو فرمایا اور کیا خوب فرمایا۔ انما رثیت فضلہ (مین نے تو اوس کے کمال کا مرثیہ لکھا ہی[3]) الحق ع

انما یعرفُ ذا الفضل من الناس ذووہُ۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری امام ابو داود کے پاس (جن کی سُنن داخل صحاحِ ستہ ہی) تشریف لے گئے۔ امام نے اُن کو اہلاً وسہلاً کہکر لیا اور تعظیم سے بٹھایا۔ جب حضرت ممدوح بیٹھ لئے تو امام موصوف سے فرمایا کہ مین ایک کام کے واسطے حاضر ہوا ہون۔ ابو داود نے ارشاد کیا کہ فرمائے۔ حضرت سہل نے کہا کہ جب تک یہ وعدہ نہ ہو جائے کہ حتی الامکان میری درخواست مقبول ہوگی مین نہ کہونگا امام حدیث نے جب یہ منظور فرمالیا تو اُنھون نے کہا کہ اپنی زبان جس سے احادیث نبویہ آپ نے روایت کی ہین نکالئے تاکہ مین اُس کو چوم لون۔ چنانچہ اُنھون نے اپنی زبان نکالی اور انھون نے چوم لی[4]۔ مبرد اور ثعلب ادب کے دو مشہور امامون مین بوجہ معاصرت چشمک تھی ـــ جب مبرد کے انتقال کی خبر سنی تو ثعلب نے بہت تاسف کیا اور

---

[1] (ابن خ ص ۳۸۷) [2] (تذ ج ص ۲۵۰) [3] (ابن خ ص ۱۳) [4] (ابن خ ص ۲۱۴)

ایک دردناک مرثیہ لکھا جس کے بعض اشعار یہ ہین ؎[1] ذهبَ المبرّدُ وانقضت
ایامہُ ٭ ولیذهبَنّ مع المبرد ثعلبُ ٭ بیتٌ مِنَ الآداب اضحیٰ نصفہُ
خرِباً وباقی النصف منہ سیخربُ ٭ فتزوّدوا من ثعلبٍ فبکأسِ ماشرب
المبرد عن قریبٍ یشربُ ٭ اُس زمانے کے حق پسندی کی ایک مثال خطیب بغدادی
کے دفن سے متعلق ہے۔ خطیب کا وقت وفات جب قریب ہوا تو اُنھون نے وصیت کی
کہ میری قبر بشر حافی کے مزار کے قرب مین بنائی جائے۔ بعد وفات محدثین نے ہر چند تلاش
کی مگر کوئی جگہہ اُس بابرکت قبر کے قریب نہ ملی۔ صرف ایک لحد تھی جو ایک صوفی ابن زہرانے
حالت حیات مین اپنے واسطے تیار کرائی تھی۔ ہر ہفتہ ایک بار وہ اُس مین جا کر لیٹتے اور کلام
مجید ختم کرتے۔ جس کنج مزار کو اس محنت سے اُنھون نے پاک بنانا چاہا تھا خطیب کے وصیون
نے آخر اُسی کو تاکا اور اُنسے اُسکے دینے کی استدعا کی۔ ظاہر ہے کہ یہ کب قبول کرتے
وہ بزرگ گروہ اُنسے مایوس ہو کر ان کے والد کے پاس گیا اور حال بیان کیا۔ باپ نے
بیٹے کو بُلا بھیجا۔ جب یہ آئے تو ان سے کہا کہ مین یہ نہین کہتا کہ وہ قبر تم دیدو۔ مگر ایک
بات پوچھتا ہون۔ فرض کرو کہ تم کسی موقع پر بشر حافی کے پاس بیٹھے ہوتے اور خطیب
وہان آتے تو تم کیا پسند کرتے کہ خطیب تم سے پائین مین بیٹھ جائین۔ ابن زہرا نے
کہا نہین مین اپنی جگہہ اُن کے واسطے خالی کر دیتا۔ نکتہ شناس باپ نے کہا کہ بس یہی

---

[1] (نزہتہ ص ۲۹۳ و ۲۸۷) ؎ مبرد گیا اور اوس کی زندگی کے دن گذر گئے
مبرد کی رفاقت مین ثعلب بھی ضرور جائیگا۔ آداب کا گھر آدھا تو ویران ہو گیا۔ جو آدھی
باقی ہے وہ بھی خراب ہوا چاہتا ہے۔ ثعلب کا دم غنیمت سمجھو کہ جو تلخ گھونٹ مبرد نے پیا ہے وہی ثعلب
بھی عنقریب پینے والا ہے ۱۲

معاملہ بعد رحلت ہونا چاہئے۔ صاف دل صوفی کے دل مین یہ بات اثر کرگئی اور اُنھون نے وہ قبر بطیب خاطر دیدی۔[1] عفان ابن مسلم محدّث انصاری کو ایک دفعہ دس ہزار اشرفیان اس غرض سے دی گئین کہ فلان شخص کی نسبت وہ قاضی کی عدالت مین جرح و تعدیل کرین مگر اُنھون نے فرمایا کہ مین کسی کے حق کو باطل نہین کرسکتا۔ اور یہ کہکر اشرفیان واپس کردین۔[2]

اپنے نفس کے مقابلے مین۔

یہ بیان عنوان حق پسندی کا اگرچہ آخری حصّہ ہے لیکن اہمیت اور دشواری مین پچھلے دونون بیانون سے بڑھا ہوا ہے۔ برہنہ شمشیر کے مقابلے مین حق کو نہ چھوڑنا اتنا مشکل نہین ہے جتنا یہ مشکل ہے کہ انسان اپنے نفس کی بُرائیان ازراہ انصاف قبول کرلے یا آنکہ ایک شہرۂ آفاق باکمال اپنے ایک معاصر کے فضل و علم سے اپنے علم و فضل کو کم مان لے۔ اولاد اور جان دُنیا مین بہت عزیز چیزین ہین مگر جب اولاد نافرمان ہوجاتی ہو وہ دشمن سے زیادہ بری معلوم ہونے لگتی ہے۔ اور زندگی جب دل کو ستانے لگتی ہے یا کوئی حالت ایسی پیش آجاتی ہے جس کا نفس متحمل نہین ہوسکتا تو انسان بیدھڑک اپنی حیات کا خاتمہ کردیتا ہے۔ تاریخ مین ایک ایسے جوانمرد بادشاہ کا ذکر ہے جس نے آٹھ ہزار فوج سے اسی ہزار اجڑ فوج کے مُنہ پھیر دیے تھے۔ اور اُس وقت اُس کی عمر صرف اٹھارہ برس کی تھی۔ لیکن یہ اولوالعزم فرمان روا اپنے نفس کے مقابلے مین ہمیشہ مغلوب رہا یکے بعد دیگرے فاحش غلطیان اُس نے کین اُس کے مُشیر سر دھنتے رہے مگر کبھی اوس سے یہ نہوسکا کہ اپنی غلطیون کو غلطی مانکر راہ ثواب اختیار کرلیتا آفرین ہے اُن عُلمای سلف پر جنھون نے

---

[1] (ابن خ ص ۱۳) [2] (تذ ج ص ۳۴۸) ۵ ایک اشرفی اگر دس روپیہ کی رکھی جائے تو ایک لاکھ روپیے ہوتے ہین

اپنے نفس کی خودپسندی کو فنا ہو ہین رکھا۔ اور کبھی حق پر غالب نہین ہونے دیا فقہ کی کتابین
اس کی مثالون سے بھری پڑی ہین کہ اُمت کے پیشوا اماموں نے کئی مسائلون ہین اپنی
ایک راے ظاہر کی اور عقیدت کی مدد سے وہ مشرق و مغرب مین پھیل گئی اور ایک عالم
ہین اوس پر عمل ہونے لگا۔ پھر جب اون کو اپنی راے کی غلطی کی حس ہوئی تو انھون نے
علی الاعلان اپنی پہلی راے کو چھوڑ دیا۔ اس کی نظرین ابھی عرض کیجائینگی کہ بڑے بڑے
جلیل القدر امامون نے اپنی شاگردون کی شاگردی کی ہے۔ ایسے بھی پاک نفس بندے تھے
جو کسی فن یا علم مین مشہور روزگار ہوتے تھے اور جب اون کے سامنے اُسی علم کا کوئی ایسا
سوال پیش کیا جاتا جس کا جواب اُنہین معلوم نہ ہوتا تو وہ بدون کسی پس و پیش کے سائل سے
فرما دیتے تھے لا ادری یعنی مین نہین جانتا۔ امام شافعی جن کی راے پر لاکھون
نہین کرورون آدمیون نے اپنے دین اور دنیا کو چھوڑ دیا ہے اپنی عقل اور راے
کی نسبت یہ فرماتے ہین سہ کلما ادبنی الدھر + ارانی نقص عقلی۔ واذا
ما ازددت علماً + زادنی علمی بجھلی + یہ باتین کہنے کو تھوڑی اور چھوٹی ہین مگر کرنے
کو بڑی ہین اور بہت بڑی۔ سلیمان ابن یسار فرماتے ہین کہ مین حضرت ابن عمر اور حضرت
ابن عباس دونون کی خدمت مین حاضر ہوا ہون۔ حضرت ابن عمر اکثر سوالون کے
جواب مین لا ادری فرما دیتے تھے مگر حضرت ابن عباس کسی سائل کو مایوس نہین کرتے
تھے۔ بلکہ اُن کو تعجب آتا تھا کہ عبداللہ ابن عمر کیون لا ادری کہکر لوگون کو ناکام واپس
کردیتے ہین۔ اور فرماتے تھے کہ جو مسالہ مشتبہ پیش آئے اس مین اول تو سنت کو
تلاش کرنا چاہئیے اور اُس کے مطابق حکم دینا اور اگر صریح سنت نہ ہو تو اپنے اجتہاد سے
مدد لین۔ اتفاق زمانہ کہ ایک روز کوئی مسالہ اُن کے سامنے ایسا پیش ہوا جس کے جواب مین

حضرت ممدوح متحیر رہ گئے۔ اُس وقت اون کو اپنا وہ مقولہ یاد آیا جو حضرت ابن عمرؓ کے مقابلے
مین فرمایا کرتے تھے۔ اور ازراہ انصاف ارشاد کیا کہ البلاء موکل بالقول[ع] حدیث
کے عالی مرتبہ امام شعبی بھی اکثر سوال کے وقت لا ادری کہدیتے تھے۔ اُنکا قول ہے کہ ہم فقیہ نہین
ہین۔ ہم نے تو بس یہ کیا ہے کہ جو حدیث سُنی اُس کو روایت کر دیا۔ فقہا وہ ہین جو علم پر عمل بھی
کرتے ہین[۱]۔ جلیل القدر تابعی حضرت عطا کے پاس ایک روز ابن ابی لیلی گئے تو حضرت عطا نے
اُن سے بعض مسائل ازراہ استفادہ دریافت کئے۔ جو لوگ اُن کی شان امامت سے واقف
تھے اُن کو تعجب ہوا کہ ابن ابی لیلی سے عطا استفادہ کرین۔ حضرت عطا نے سُنا تو فرمایا کہ تعجب
کیا ہے۔ ابن ابی لیلی مجھسے زیادہ عالم ہین[۲]۔ اُن بزرگون کو پاک نفسی اس سے معلوم ہوتی ہے کہ
اپنے شاگردون کے مقابلے مین اپنے علم وکمال کو کمتر سمجھے تھے۔ ابن عیینہ نے اپنے شاگرد
علی بن مدینی کی نسبت ایک مرتبہ فرمایا کہ لوگو تم مجکو ابن مدینی کے ارتباط پر ملامت کرتے ہو
واللہ وہ جتنا مجھسے علم حاصل کرتے ہین اُس سے زیادہ مین اُنسے سیکھ لیتا ہون[۳]۔ یحیی ابن
معین اپنے شاگرد امام ابن حنبل کی نسبت فرماتے ہین کہ لوگ یہ چاہتے ہین کہ مین مثل احمد ابن
حنبل کے ہوجاؤن۔ قسم ہے اپنے رب کی مین اُن کے مرتبے کو نہین پاسکتا[۴]۔ حماد ابن زید کا اپنے
معاصر شعبہ کے بارے مین یہ قول تھا کہ جب حدیث مین میری اور شعبہ کی رائے مین مخالفت آ
پڑتی ہے تو مین اپنی رای چھوڑ کر شعبہ کا قول اختیار کرلیتا ہون۔ اس لئے کہ شعبہ شیخ سے ایک
حدیث بیس دفعہ سُنکر بھی سیر نہین ہوتے تھے اور مین ایک بار کے سُن لینے پر قانع ہون[۵]۔ امام
شعبہ فرماتے تھے کہ سفیان احفظ منی یعنے سفیان کو مجھسے زیادہ حدیثین یاد ہین۔ اُن کے

ع بولنا بلا مین ڈالتا ہے [۱] (تذکرۃ ص ۷۳) [۲] (تذکرۃ ص ۸۰) [۳] (تذکرۃ ص ۱۵۴) [۴] (تذکرۃ
ص ۱۶) [۵] (تذکرۃ ص ۱۹) [۶] (تذکرۃ ص ۱۷۵)

عہد مین اس فن پاک کا کمال حفظ پر موقوف تھا لہذا امام شعبہ کا حضرت سفیان کو اپنے آپ سے زیادہ حافظ حدیث بتانا گویا یہ کہنا ہے کہ وہ زیادہ عالم[1] ہین۔ امام اوزاعی شام کے مقتدا ایک روز امام فزاری کو خط لکھوانے لگے تو کاتب سے فرمایا کہ اول[2] اونکا نام لکھنا اس لئے کہ واللہ وہ مجھسے بہتر ہین[3]۔ خواجہ حسن بصری نے کسی موقع پر بیان فرمایا تھا کہ منافق کو تین علامتون سے پہچان لیا کرو جب وہ بات کہے تو جھوٹ بولے۔ کسی کی امانت رکھے تو خیانت کرے۔ وعدہ کرے تو خلاف وعدگی کرے۔ حضرت عطانے انکا یہ قول سُنا تو اعتراض کیا کہ حضرت یعقوب کے فرزندون مین یہ تینون صفتین تھین۔ انھون نے جھوٹ بولا۔ امانت مین خیانت کی اور وعدہ خلافی بھی کی۔ باایمہمہ خدا تعالی نے اُن کو نبوت کا درجہ بخشا۔ لگانے والے تو تلے ہوتے ہین کسی نے حضرت عطا کا یہ اعتراض خواجہ صاحب کے کان ڈالدیا۔ پاک نفس خواجہ نے یہ سُنکر ازراہ انصاف فرمایا کہ وفوق کل ذی علم علیم۔ لوگون کو یہ سُنکر حیرت ہوگی کہ ہمارے امام ابوحنیفہ کی (جن کو دربار فضل سے امام اعظم کا خطاب ملا ہے) ایک ادنی پیشہ ور حجام نے پانچ غلطیان پکڑی تھین۔ امام اعظم نے اس حجام کی یہ قدر کی کہ اس واقعے کو خود سُناکر قیامت تک اوس کا نام کردیا۔ امام صاحب فرماتے ہین کہ ایام حج مین مین نے ایک حجام سے حجامت بنوانیکا قصد کیا۔ جب مین اُس سے اُجرت ٹھہرانے لگا تو اُس نے کہا کہ مناسک کی اُجرت نہین ٹھہرائی جاتی۔ اُس نے جب حجامت بنانی شروع کی تو میرا مُنہ قبلے کی جانب نہ تھا۔ اس پر حجام نے کہا کہ قبلہ رُخ ہو بیٹھو۔ مین نے بائین طرف سے حجامت بنوانے کا ارادہ کیا تو وہ بولا کہ حجامت سیدھی جانب سے اول بنوائی جاتی ہے[3]۔ وہ اپنے کام مین مشغول تھا اور مین خاموش

---

1 (تذکرۃ الحفاظ ص ۱۸۴) 2 (تذکرہ ص ۲۴۹) 3 (ابن خلکان ص ۳۱۹)

[1] عربی مین خط کے آغاز مین لکھتے ہین من فلان الی فلان یعنی فلان شخص کی جانب سے فلان شخص کو [2]

[2] ہر ذی علم سے بڑھکر ایک عالم ہے [3] وہ اعمال جو حج سے تعلق رکھتے ہین۔

اس پر اُس نے ہدایت کی کہ تکبیر پڑھتے جاؤ - حجامت سے فارغ ہوکر مین اُٹھکر چلا تو میرے حجام نے پوچھا کہ کہان چلے مین نے کہا کہ اپنی فرودگاہ پر جاتا ہون - یہ سُنکر اُس نے کہا کہ اول دو رکعتین پڑھ لو پھر قیام گاہ کا قصد کرنا - اتبو مجھے ... ہا گیا اور مین نے پوچھا کہ یہ باتین تمکو کس نے بتلائی ہین حجام نے جواب دیا کہ مین نے حضرت عطا کا طریق عمل ایسا ہی دیکھا تھا[1] - ائمہ حدیث کے حالات مین اس کی مثالین کثرت سے ہین کہ جب اون کے شاگرد شیخ بنے تو اُنھون نے اُن سے حدیثین حاصل کین - بلکہ محدثین کا یہ قول ہی کہ انسان اُسوقت تک محدث نہین بن سکتا جب تک کہ وہ اعلیٰ - ہمسر اور کمتر تینون طبقون سے روایت نکرے[2] - بطور نمونہ ہم چند مثالین ذیل کے نقشے مین لکھتے ہین

[illegible]	[illegible]	نام شاگرد جس سے حدیث روایت کی	[illegible]	[illegible]	نام شاگرد جس سے حدیث روایت کی
۱	علقمہ	مقاتل (تدریب ص ۱۰۷)	۵	ابو حنیفہ	ابراہیم ابن طہمان (تدریب ص ۲۹۱)
۲	اعمش	سفیان ابن عیینہ (تدریب ص ۲۳۹)	۶	لیث	عبداللہ ابن وہب (تذکرہ ص ۲۴)
۳	ابن جریج	" "	۷	بخاری	عبداللہ ابن حماد (مقدمہ ص ۵۶۲)
۴	شعبہ	" "	۸	خطیب بغدادی	ابن ماکولا (تدریب ص ۲)

احمد ابن سلمہ کہتے ہین کہ مین نے اسحٰق ابن راہویہ کو یہ کہتے سُنا کہ خدا تعالیٰ حق کو پسند فرماتا ہی لہذا مین کہتا ہون کہ ابو عبید (بغدادی) مجھے علم مین بڑھکر اور تفقہ مین زیادہ ہین - ہم ابو عبید کے محتاج ہین مگر اُن کو ہماری احتیاج نہین[3] جب سلیمان حافظ حدیث بغداد مین وارد ہوئے اور امام احمد ابن حنبل نے آنکی آمد کی خبر سنی تو حاضرین سے فرمایا کہ چلو سلیمان سے راویانِ حدیث کا پرکھنا سیکھین[4]

۱ (مقدمہ ص ۵۶۵) ۲ (تدریب ص ۶) ۳ (تدریب ص ۷۲)

امام ممدوح اور سلیمان کی جلالت شان میں جو فرق بین تھا وہ محتاج بیان نہیں۔ ایک عالم کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ ابن معین کا یہ مقولہ سنا تھا کہ ہم راویانِ حدیث پر جرح کر رہے ہیں حالآنکہ ممکن ہے کہ وہی لوگ دو برس سے بہشت میں آسودہ ہوں۔ ایک روز میں جو ابن حاتم کی خدمت میں گیا تو وہ فن رجال کا درس دے رہے تھے۔ میں نے امام ممدوح کا قول مذکور اُن کو سنایا۔ اُن پر اس مقولے کا یہ اثر ہوا کہ رونے لگے۔ ہاتھوں میں رعشہ آگیا اور کتاب ہاتھ سے چھوٹ پڑی۔ زار زار روتے تھے اور بار بار مجھسے اس روایت کو کہلواتے تھے۔[1] امام طالب علمی میں ایک روز امام دارقطنی ابن انباری کی مجلس درس میں شریک ہوئے۔ دوران املا میں ابن انباری نے ایک نام میں غلطی کی۔ دارقطنی کو اتنی جسارت تو نہ ہوئی کہ ابن انباری کو متنبہ کرتے مگر اُن کے مستملی کو وہ غلطی جتادی۔ جب دوسرے جمعے کو دارقطنی پھر مجلس مذکور میں گئے تو ابن انباری نے باعلان فرمایا کہ ہم نے اُس روز فلاں نام میں غلطی کی تھی اس نوجوان نے ہمکو اُس غلطی پر آگاہ کردیا۔ حق پسندی اس کو کہتے ہیں اگر ابن انباری اس راز کو فاش نکرتے تو شاید دنیا کو اس کی خبر بھی نہ ہوتی۔ مگر اُنھوں نے یہ خیال فرمایا کہ اپنی ایک خطا ظاہر ہوجائے تو مضایقہ نہیں۔ لیکن نوجوان طالب علم دل بڑھائے جانے کا مستحق ہے اس کی حق تلفی نہونی چاہیے۔ حافظ ابن شیرون کو کسی نے حافظ لکھا تو وہ بگڑ گئے اور فرمایا کہ میری کیا ہستی ہے جو مجکو حافظ لکھا جائے۔[2] آج کل کے مجیز فاضل اپنے نام کے اول میں مولوی لکھا دیکھتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ حق بحقدار رسید۔ آل سلجوق کے بلند پایہ وزیر نظام الملک طوسی نے جو نظامیہ مدرسہ بغداد میں قائم کیا تھا اُس میں شیخ ابو اسحٰق شیرازی اور امام حجۃ الاسلام غزالی جیسے اکابر مدرس رہے تھے۔ فخر الاسلام شاشی جب اسکے مدرس مقرر ہوئے تو پہلے روز مسندِ تدریس پر متمکن ہونے کے بعد اُن اکابر کا تصور اُن کو

[1] (تذ ج ص ۵۰) [2] (تذ ج ص ۶۱) [3] (تذ ج ص ۸)

ہو اجو اُس مسند کی عزت بڑھا چکے تھے۔ اس تصور نے اُن کے پاکیزہ قلب پر ایک کیفیت طاری کر دی۔ اپنا عمامہ آنکھوں پر رکھکر بے اختیار رو دئے اور یہ شعر پڑھا

خلت الدیار فسدت غیر مسود ٭ ومن العناء تفردی بالسودد[1]

یعنے ملک اہل کمال سے خالی ہو گیا اور میں جو شایان سرگروہی نہ تھا سرگروہ بنا میرا سرگروہِ یگانہ بننا کیسا اندوہ فزا ہے۔ ادب عربی میں جو مرتبہ اصمعی کا ہے اُس سے اُس زمانہ واقف ہے۔ باوجود کلام عرب کے دقائق سے واقف ہونے کے یہ امام ادب کلام اللہ اور حدیث کے معنے بیان کرنے سے بہت بچتا تھا۔ جب اُس سے اس قسم کا سوال کیا جاتا تو اصمعی یہ جواب دیتا کہ عرب اس لفظ کے یہ معنے لیتے ہیں مگر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کتاب اور سنت میں اس لفظ کے کونسے معنے مراد ہیں[2]

امام ادب ابو العباس ثعلب کے پاس ایک شخص آیا اور اُسنے کسی علمی مسئلے کا جواب چاہا۔ ثعلب کو چونکہ وہ مسئلہ معلوم نہ تھا اس لئے جواب میں لا ادری کہدیا۔ وہ بیچارہ اس امید پر آیا تھا کہ ان کے پاس اُس کی مشکل حل ہو جائیگی یہاں جو یہ صاف جواب سُنا تو بہت جھنجلایا اور کہا کہ حضور کی یہ تو شہرت ہے کہ لوگ سفر کر کے حاضر ہوتے ہیں۔ اور علم کا یہ حال کہ ایک ذرا سے سوال کے جواب میں لا ادری ارشاد ہوتا ہے ثعلب نے از راہ ظرافت کہا کہ میرے پاس جتنی لا ادریاں ہیں اگر تمہارے پاس اتنے اونٹ ہوتے تو تم بڑے مالدار ہو جاتے[3]۔ متنبی زبان عربی کے مشہور شاعر کا واقعہ نقل اس بات کی کہ اُن دنوں سچی بات دلوں پر کیا اثر کرتی تھی کہ ایک بے نظیر مثال ہے۔ ایک مرتبہ شاعر مذکور اپنے وطن کوفہ کو واپس آ رہا تھا جب بغداد کے سواد میں پہونچا

---

[1] (ابن خ ص ۴۶۵) [2] (ابن خ ص ۴۸۹) [3] (ابن خ ص ۳۰)

تو خونخوار تنومند قزاقون نے حملہ کیا۔ اول تو متنبی مع رفقا کے خوب لڑا مگر پھر جان بچا کر بھاگا اُس کے دلیر غلام نے آقا کو بھاگتا دیکھکر کھا کہ جس شخص کا یہ شعر ہو حیف ہے کہ لوگ اُسکی نسبت بھاگنے کا تذکرہ زبان پر لائین۔ ؎ فالخیل واللیل والبیداء تعرفنی ٭ والحرب والضرب والقرطاس والقلم ٭ متنبی یہ سُنکر میدان کی طرف لوٹ پڑا اور اتنا لڑا کہ اُسی جگہہ کام آگیا[1]۔ ابو العلاء اور ابن ابی اسحق دونون فن ادب کے مشہور امام تھے ایک بار نحو کے علم مین اُن مین باہم مناظرہ ہوا تھا کسی موقع پر ابو العلاء نے یونس نحوی سے اس مناظرہ کا تذکرہ کیا تو صاف دلی سے اعتراف کیا کہ اُس مناظرہ مین ابن ابی اسحق قاعدۂ ہمزہ مین مجپر غالب آگئے تھے۔ اس فصل پر مین نے بعد کو غور کی ہے[2]۔ ابو زید انصاری سے کسی نے پوچھا کہ فلان موقع پر تم مخزق بولتے ہو اور ابو عمرو مخزق صحیح کونسا لفظ ہے۔ ابو زید نے کھا کہ چونکہ ابو عمرو کی والدہ نبطی ہین اور یہ لغت بھی نبطی ہے اس لیے ابو عمرو کا قول زیادہ مستند ہے[3] شعرا اپنی بد دماغی اور بے نیازی مین ضرب المثل ہین۔ اُنکی نازک مزاجی دوسرون کے کمال کے سامنے سر جھکانے کو گوارا نہین کرتی۔ جس قرن کا ذکر ہم کر رہے ہین۔ اُس کے اثر نے شاعرون کو بھی اچھوتا نہین چھوڑا تھا۔ ابو العتاہیہ ایک دفعہ اپنے معاصر بشار سے ملنے گئے اور اثنائے کلام مین بشار سے کھا کہ تمھارے یہ شعر اعتذار بکا مین مجکو نہایت پسند ہین ؎ کم من صدیق لی اسار رقۃ البکاء من الحیاء ٭ واذا تفطن لامنی ٭ فاقول مالی من بکاء ٭ لکن ذھبت لارتدی ٭ فطرفت عینی بالرداء ٭ بشار نے کھا کہ اس مضمون مین تقدم کا شرف آپ کو حاصل ہے اور مین آپکا

---

[1] (ابن خ ص ۴۷) [2] (نزہت ص ۴۳) [3] (نزہت ص ۱۲۴)

؎ گھوڑا رات جنگل حرب و ضرب اور کاغذ و قلم یہ سب مجکو خوب پہچانتے ہین ۱۲

کاسہ لیس ہون اور میرا یہہ شعر تمہارے ہی دریا کا قطرہ ہے چنانچہ آپنے کہا ہے
شعر فقالوا قد بکیت فقلت کلا ﴿ وھل تبکی من الجزع الجلید ﴿
ولکن قد اصاب سواد عینی ﴿ عوید قذی لہ طرف حدید ﴿ فقالوا
مالدمعہما سواء ﴿ کلتا مقلتیك اصاب عود[1] ﴿ ایک روز مولانا شمس الدین
رومی سے کسی نے کہا کہ شیخ ابن الوفاء مولانا خسرو کے پاس تو جاتے ہین مگر آپ کے
پاس نہین آتے مولانا نے جواب دیا کہ حق بجانب شیخ کے ہے - مولانا خسرو عالم
باعمل ہین اس لئے قابلِ زیارت ہین مین نے اگرچہ علم پڑہا ہے مگر سلاطین کی صحبت
مین بیٹھتا ہون اسواسطے قابل زیارت نہین رہا[2] -

---

۱ (ابن ج ۱ ص ۷۳) ۲ (شق ج ۱ ص ۹۴)

عنوان سوم

اختلاف و اتفاق

اس عنوان کے قائم کرنے سے ہمارا مقصود یہ عیان کرنا ہے کہ ہمارے علماے سلف کا اُن عالمون کے مقابلے مین کیا عمل رہا جو اُن سے عقائد یا جزئیات مسائل مین مخالف تھے ۔ یا زیادہ صاف الفاظ مین یہ سمجھئے کہ علماے اہل سنت وجماعت کا سلوک دوسرے اہل قبلہ (مثلاً شیعہ وخارجی ومرجیہ وقدری علما کے ساتھ کیا تھا اور خود اہل سنت وجماعت کے مختلف فرقون کے علما کس قسم کا برتاؤ باہم رکھتے تھے ۔ آیا عقائد کا اختلاف ایسی حد فاصل خیال کیا جاتا تھا جو ایک کو دوسرے کی صورت سے بیزار ۔ اُسکی خوبیون کا منکر ۔ اور اُس کے ساتھ ارتباط کو ایمان مین خلل انداز سمجھنے والا بنا دیتی یا آنکہ وہ رواداری عقیدہ کو بری چیز قرار دے لینے کے بعد اُن نقد و

صالح جانتے۔ اُنسے احادیث روایت کرتے اور اُنکے علم وفضل کے معافر و غائب عقیدتمند رہتے تھے۔ یہ بات سب کے نزدیک مسلّم ہے کہ سچا اسلامی جوش اور خالص دینی حمیت قرونِ خیر ختم تھی اور نبوت کے عہد پاک کے قرب کی وجہ سے جو آثار صلاح و رشاد ابتدائی صدیون مین تھے وہ بعدکو باقی نہین رہے۔ الّا ماشاء اللہ۔ اِسی وجہ سے اُن بزرگون کے طریقے اور مسلک کو عین صراطِ مستقیم اور ٹھیک راہِ دین مانا جاتا ہے۔ پس ہمارا حال وخیال اگر سلف صالحین کے حال وخیال کے خلاف ہے تو ہمکو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہم راہ صواب سے دُور جا پڑے ہین۔ یہ بات طریقۂ حق سے بعید ہوگی کہ ہم اُنکے شیوے کو اپنے مسلک کے مخالف دیکھکر ازراہِ تعصب خلاف حق سمجھین اور اپنے ہی خیال باطل کو عین دینداری تصور کرین۔ ہم نے اس باب مین یا تو تابعین وتبع تابعین کے اقوال وافعال کا حوالہ دیا ہے یا اُن علماے مابعد کے اقوال وافعال کا جو بالاتفاق پیشواے ملت مانے گئے ہین۔ اور مزید احتیاط یہ کی ہے کہ یہ حالات اور اقوال بھی صرف بحوالۂ امام ذہبی نقل کئے ہین جو فن رجال و اسانید کے مستند امام خیال کئے جاتے ہین۔ اصل بحث پر بحث کرنے سے پیشتر یہ دیکھنا مناسب ہوگا کہ اگلے علماے ربانی مذہبی جھگڑون اور دینی نزاعون کو کیسا خیال فرماتے تھے۔ آیا اُنکو تمام اصول دین اور ارکان مذہب سے زیادہ مُہتم بالشان اور لائق اہتمام سمجھتے تھے۔ یا اُنکو نفرت کی نظر سے ملاحظہ فرماتے اور بربادی وتباہی کا ایک ذریعہ تصور کرتے تھے۔ ذیل کے اقوال صاف صاف ثابت کردینگے کہ وہ قدسی گروہ ہمیشہ اِن سے بیزار رہا۔ امام ششم حضرت جعفر صادق ارشاد فرماتے ہین۔ ایاکم والخصومة فی الدین فانها تشغل القلب وتورث النفاق یعنے بچو دین مین جھگڑا کرنیسے اسواسطے کہ دلکو کام کی باتون سے باز رکھتا ہے اور نفاق پیدا کردیتا ہے۔ صدقت یاابن رسول اللہ جن بات سے بارہ سو برس پیشتر امام روشن ضمیر نے مسلمانون کو ڈرایا تھا آج اُسکے

دردناک نتیجے اہل دین کے سامنے ہین۔ اگر اس مقولے پر عمل رہتا تو مسلمانون کی تاریخ
مین بہت سے شرمناک صفحے نہ لکھے جاتے[1]۔ شام کے مقتدا امام اوزاعی کا (جو تبع تابعی ہین۔)
قول ہے کہ اذا اراد اللہ بقوم شرا فتح علیہم الجدل ومنعہم العمل۔ یعنی جب
کسی قوم کی بربادی خدا تعالیٰ کو منظور ہوتی ہے تو ان پر جھگڑے کے دروازے کھول
دیتا ہے اور کام سے باز رکھتا ہے۔ مطلب یہہ کہ جب تم دیکھو کہ ایک قوم جھگڑنے
مین خوب چست ہے۔ اور عمل مین سست تو سمجھ لو کہ خدا کی بھیجی ہوئی تباہی اوپر آرہی ہے
ایک دوسرے تبع تابعی امام حجاج ابن ارطاۃ فرماتے ہین کہ ما خاصمت قط ولا جلست الی
قوم یختصمون یعنی مین نے کبھی کسی سے جھگڑا نہین کیا اور نہ کبھی ایسے لوگون کی صحبت
مین بیٹھا جو جھگڑالو ہون۔ اس قول سے پتا لگتا ہے کہ امام حجاج کے نزدیک کسی شخص یا
فرقے سے بیزار اور اُنکی مجالست سے متنفر کردینے والی کیا صفت ہوسکتی ہے۔ آپ اگر
اس مقولے کو آئندہ کے واقعات سے ملائین گے تو ایک اہم نتیجہ حاصل ہوگا۔ ان اقوال
کو پڑھکر ایک خلجان طبیعت کو پیدا ہوتا ہے کہ یہ بات واضح طور پر ثابت ہے کہ ائمۂ دین
سے نے ہمیشہ طریقۂ باطل کی تردید اور راہ صواب کی تائید فرمائی ہے۔ اور اُنکے مناظرے
معتزلہ وغیرہ فرقون کے علما کے ساتھہ تاریخ و فن کلام مین مذکور ہین۔ پھر کیونکر مذہبی مباحثہ
کو مورث نفاق اور باعث بربادی کہا جا سکتا ہے۔ اس شبہے مین ایک افسوسناک خلط
مبحث ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اختلاف و خصومت مین فرق نہین کیا جاتا اور ہم علمائے
سلف کے اختلاف کو نزاعون پر قیاس کرتے ہین۔

حضرت یحییٰ ابن سعید جو اکابر تابعین مین ہین کسی خوبی سے اختلاف و نزاع کا امتیاز ظاہر
فرماتے ہین اونھون نے فرمایا ہے کہ اہل العلم اہل توسعۃ وما برح المفتون یختلفون

[1] (تنبیع الص ۱۴۲)

فیحلل بعضنا ادیحرم ھذا انلا یعیب ھذا علی ھذا علی ھذا یعنی علما اہل وسعت ہین اور مفتی ہمیشہ باہم اختلاف کرتے رہے ہین۔ یہانتک کہ ایک ایک چیز کو حلال بتاتا ہے دوسرا اُسی کو حرام کہتا ہے مگر یہ اُسکی عیب گیری نہین کرتا اور وہ اسکی۔ اس مقولے مین جہانتک کہ میری فہم ناقص مین آیا ہے۔

دیحرم بعضنا تک اختلاف کی حالت ہے اُسکے بعد جدل وخصومت کا بیان ہے۔ قول ہذا مین تین پہلو دکہلائے گئے ہین۔ سب سے اوّل گروہ علما کی یہ صفت بیان کی ہے کہ اُنکے خیالات وسیع ہوتے ہین۔ اُسکے بعد یہ بتلایا ہے کہ اُن مین باہم اختلاف ہوتا رہا ہے پھر یہ جتایا ہے کہ اُنکا اختلاف باوجود اپنی سنگینی کے عیب گیری کی حد تک نہین پہونچتا ہین اپنے یہ نتیجہ اخذ کرتا ہون کہ جو اختلاف کشادہ دلی کے ساتھ بے شائبۂ عیب گیری ہو وہ صالحین کا طریقہ ہے اور اسی کو رحمت فرمایا گیا ہے۔ اور جو بحث تنگدلی اور عیب گیری کے پیرایے مین ہو وہ خصومت ہے اور اسی سے بچنے کی تائید ایمۂ ہدی نے فرمائی ہے آج کل مسلمانون مین جو مباحثے ہو رہے ہین اُنکو اسی معیار کے بموجب پرکھنا چاہیئے اور جس قسم مین وہ داخل ہون اُسیکے احکام اُنپر جاری کئے جائین۔

جزئیات مسائل کا اختلاف صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے مین شروع ہوگیا تھا شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم نے رسالہ انصاف مین یہ اختلاف اور اُسکے اسباب کسی قدر بسیط کے ساتھ بیان فرماے ہین۔ ہم اُسکی چند مثالین جو طبقات الحفاظ مین نظر پڑین یہان درج کرتے ہین۔ حضرت عمرؓ کی راے یہ تہی کہ آنحضرت سے احادیث کم روایت کیجائین۔ بعض صحابیون کا مسلک اسکے خلاف تھا۔ اسی اختلاف کی وجہ سے خلیفۂ ثانی نے تین جلیل القدر صحابہ حضرت ابن مسعود ابو الدرداء اور ابو مسعود کو نظر بند رکہا اور فرمایا کہ تم نے

آنحضرت سے حدیثین بہت روایت کردین[1]۔ امام ذہبی فرماتے ہین کہ خلیفۂ ثانی حضرت اُبَیؓ کی بہت تکریم کرتے تھے آپ نے ضرورت کے وقت فتویٰ لیتے بلکہ آپکی ہیبت مانتے۔ باوجود اسکے صحابی ممدوح کے ہمراہ ایک بار ایک جماعت دیکھکر اسکے مارنیکو درّہ اُٹھایا۔ حضرت اُبَیؓ نے کہا دیکھو کیا کرتے ہو۔ خدا تم پر رحم کرے۔ امیر المومنینؓ نے فرمایا کہ کیا تم یہ نہین جانتے کہ یہ جماعت سرگروہ کے لئے باعث فتنہ اور تابع کیواسطے موجب ذلت ہے[2]۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین حضرت ابوذر کو فتویٰ دینے کی ممانعت کردی گئی تھی۔ اسکے بعد وہ کئی برس زندہ رہے اور ۳۲ھ مین بمقام ربذہ انتقال فرمایا۔ رضی اللہ عنہ[3]۔ کیا اس بیان کی حاجت ہے کہ صحابۂ کرام مین ان جزئی اختلافات کے ساتھ اتفاق کیا تھا۔ تابعین کے زمانے مین اختلاف عقائد بھی شروع ہوگیا تھا۔ اور معتزلہ و قدریہ وغیرہ فرقے پیدا ہوگئے تھے۔ اُس عہد مین بہت سے اسلامی فرقے ایسے موجود ہوگئے تھے جنکا اب نام و نشان بھی نہین اور صرف کتابون مین ذکر رہگیا ہے۔ اُس دَورِ پاک مین مسلمانون کے حوصلے بلند تھے اور جو کام وہ کرتے تھے اُس مین جوش و ہمت کا پورا جلوہ ہوتا تھا۔ اس لئے یہ تازہ وارد فرقے بھی اپنے عقائد کی اشاعت مین پوری کوشش وسعی سے کام لے رہے تھے۔ ہمارے علماے کرام ادھر تو ملت حقہ کی حفاظت وحمایت مین جان لڑا رہے تھے اُدھر انھین مخالف العقیدہ علما کی مرتبہ دانی اور حق شناسی مین نہایت کشادہ دلی سے مصروف تھے۔ اُنکے حالات پڑھکر اس کشادہ دلی کی کوئی حد معلوم نہین ہوتی۔ تین قسم کے دلائل سے ہم اپنے اس دعوے کو ثابت کرسکتے ہین

۱ (تنج ص ۷) ۲ (تنج ص ۵، ۷) ۳ (تنج ص ۱۶)

اولاً[1] علماے ممدوح نے اُنسے علم دین حاصل کیا اور اُنکو روایت حدیث کا اہل سمجھا
حضرت قتادہ کی جو جلالت شان حدیث مین ہے۔ اُس سے کون واقف نہین۔
بڑے بڑے ایمہ حدیث اُنکے شاگرد ہوئے ہین۔ عقیدۃً وہ قدری[ع۵] شدید تھے
امام ذہبی فرماتے ہین کہ باوجود اُنکے اس عقیدہ ردی کے کسی نے اُنکی روایت کو
مستند ماننے مین پس وپیش نہین کیا[۱]۔ امام مغیرہ تابعی عثمانی تھے اور حضرت خلیفہ چہارم
پر گونہ معترض۔ تاہم شعبہ اور ابو عوانہ وغیرہ جلیل الشان اماموں نے اُنسے حدیثین روایت
کی ہین۔ امام احمد اون کی نسبت فرماتے ہین صاحب سنۃ اور احمد عجلی نے اُنکی
ثقہ ہونے کی شہادت دی ہے[۲]۔ عمرو ابن مرۃ تابعی کی نسبت بیان کیا گیا ہے
کہ وہ مرجیہ[ع۵] تھے۔ پھر بھی ایک جماعت نے[۳] اُنکی توثیق کی ہے۔ ہشام دستوائی قدری تھے۔
امام ابن سعد اُنکے بارے مین فرماتے ہین کہ کان ثقۃ حجۃ الا انہ یری القدر یعنی
وہ ثقہ اور حجت تو تھے مگر قدری تھے[۴]۔ سعید ابن عروبہ بھی فرقہ قدریہ مین سے تھے۔ فن رجال
کے دو مشہور عالی درجہ اماموں نے اُنکے ثقہ ہونے کی شہادت دی ہے۔ یعنی حضرت
یحیی ابن معین اور امام نسائی نے[۵]۔ حافظ ابو نعیم فرماتے ہین کہ مین نے آٹھ سو شیوخ
سے فن حدیث حاصل کیا مگر حسن ابن صالح سے افضل کسی کو نہین پایا۔ اُنکے عقیدے
کی نسبت امام ذہبی فرماتے ہین کان فیہ خارجیۃ یعنی اُنمین خارجیت تھی[۶]۔ امام ابو سہل واسطی

[۱] (تذ ج۱ ص ۱۱۰) [۲] (تذ ج۱ ص ۱۲۰) [۳] (تذ ج۱ ص ۱۰۰) [ع۵] فرقہ قدریہ کا یہ عقیدہ ہے کہ بندہ
اپنے افعال خیر و شر کا خالق قادر ہے ۱۲ الملل والنحل [ع۵] فرقہ مرجیہ کا یہ عقیدہ تھا
کہ ایمان کی حالت مین کوئی معصیت مضر نہین جیسے کفر مین طاعت مفید نہین ۱۲ الملل والنحل
[۴] (تذ ج۱ ص ۱۴۰) [۵] (تذ ج۱ ص ۱۶۰) [۶] (تذ ج۱ ص ۱۹۵)

شیعی تھے۔ اور اسی جرم میں خلیفہ ہارون رشید نے انکو قید کر دیا تھا۔ امام ذہبی انکے احوال میں تحریر کرتے ہیں۔ متفق علی الاحتجاج بہ یعنی انکے حجت ہونے پر سبکو اتفاق ہے[1]۔ محمد ابن فضیل کوفی بھی شیعی تھے۔ حضرت یحیی ابن معین نے انکی توثیق فرمائی ہے اور امام احمد انکی نسبت فرماتے ہیں حسن الحدیث شیعی[2] حافظ حدیث ابو معمر قدری تھے۔ اسپر بھی امام بخاری نے انسے حدیث روایت کی ہے[3]۔ عبد اللہ ابن موسی فرقۂ شیعہ کے علمائے کبار میں تھے۔ انسے بھی امام بخاری نے روایت فرمائی ہے[4]۔ ابن الاخرم امام شعرانی کے بارے میں فرماتے ہیں۔ صدوق غال فی التشیع یعنی سچے ہیں اور تشیع میں غالی[5]۔ شیخ الاسلام انصاری ایک جلیل القدر امام حدیث کی نسبت اپنی رائے جن الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں وہ قابل شنید ہیں۔ ثقۃ فی الحدیث رافضی خبیث[6]۔ یعنی حدیث میں ثقہ رافضی خبیث ہیں۔ حضرت یحیی ابن معین اس مرحلے کو انتہا تک پونچاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لو ارتد عبد الرزاق ما ترکنا حدیثہ یعنی اگر عبد الرزاق مرتد بھی ہو جائے تو بھی ہم انکی روایت کردہ حدیث کو نہ چھوڑینگے۔ ان اقوال و افعال کو آپنے ملاحظہ فرمایا۔ علمائے مخالف العقیدہ خواہ قدریے خواہ خارجی۔ مرجیہ تھے یا شیعہ۔ کبار علمائے شیعہ میں سے تھے۔ یا شیعہ غالی و رافضی خبیث مگر جب انکو ہمارے علمائے کرام نے ثقہ حجت۔ صدوق۔ صاحب سنت اور افضل پایا تو انکو ایسا ہی کہا اور ایسا ہی مانا اور انکی روایت کی ہوئی حدیثوں کو آنکھوں سے لگایا اور دل میں رکھا۔ ہم تو حیرت میں ہیں کہ ایک شخص کو رافضی خبیث کہیں اور پھر ثقہ بتائیں۔ یہ ضدین

---

[1] (تذ ج ا ص ۲۴۸) [2] (تذ ج ا ص ۲۰۰) [3] (تذ ج ۴ ص ۷۷) [4] (تذ ج ا ص ۳۲۴)

[5] (تذ ج ۴ ص ۲۰۲) [6] (تذ ج ۳ ص ۲۴۷) [7] (تذ ج ۳ ص ۱۴۳)

کیونکر جمع ہوئیں۔ اور دوسرے شخص کو یہ فرض کرنے کے بعد بھی کہ وہ مرتد ہوجائے اُسکی روایت کردہ احادیث کے ترک کرنے کو گوارا نفرمائیں۔ یہ مشرق و مغرب کا اجتماع کیسا۔ سچ یہ ہے کہ یہ معما چودھویں صدی میں حل ہونا بعید دشوار ہے اسکو حل کرنے والے وہی بزرگ تھے جنکی قوت ایمانی نے اُنکے قلوب کو تعصب سے پاک اور حق کا شید ابنادیا تھا۔

ثانیاً[۲] اُنکے فضل وکمال کی یہ تعظیم کی کہ حضرت عکرمہ (جنکا عقیدہ خوارج کی جانب مائل تھا) جب بصرے تشریف لیجاتے تو حضرت خواجہ حسن بصری فتویٰ دینے اور درسِ تفسیر سے دست کشیدہ ہوجاتے اور جبتک اُنکا وہاں قیام رہتا خواجہ صاحب اسی برتاؤ کو قائم رکھتے[۱]۔

ثالثاً علوم ظاہر سے گزر کر اُنکی روحانی عظمت کا اعتراف کیا۔ امام ابراہیم ابن طہمان (جنسے امام اعظم نے سماعت حدیث کی تھی) عقیدے کے مرجیہ شدید تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ امام احمد ابن حنبل بوجہ ضعف علالت تکیے کے سہارے سے بیٹھے تھے۔ اس اثنا میں کسی نے ابن طہمان کا تذکرہ چھیڑا۔ امام ربانی یہ سُنتے ہی سنبھلکر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ جس مجلس میں عُلما کا ذکر ہو اُس میں تکیہ لگا کر بیٹھنا روا نہیں[۲] خداوند ایسے پاک مشرب بزرگ اب کیوں نہیں پیدا ہوتے۔ منصور ابن زاذان جلیل القدر تابعی ہیں۔ امام ذہبی نے اُنکا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے کان ثقة حجة صالحا كبير الشان

جب حضرت خواجہ حسن بصری نے رحلت فرمائی تو تابعی ممدوح نے علی ابن زید سے (جو شیعہ تھے) فرمایا کہ تم حسن بصری کی جگہ بیٹھو[۳]۔ اِس موقعہ پر اگر یہ غور سے دیکھا جائے

۱ (تذ ج ۱ ص ۸۴) ۲ (تذ ج ۱ ص ۱۹۲) ۳ (تذ ج ۱ ص ۱۲۶)

کہ حضرت حسن بصری کی جگہ کیا جگہ تھی تو اس واقعے کی قوت انتہا کو پہونچتی ہے۔ اس بحث مین اب صرف ایک امر فیصلہ طلب باقی ہے۔ وہ یہ کہ آیا ان فرقون مین عقیدے کی سختی اور شدت اُس عہد مین اسی حالت مین تھی جیسی آج ہے یا بجائے سختی کے اعتدال تھا ضمنی طور پر اوپر کے بعض جرحون کے الفاظ سے سختی کا پتا لگتا ہے لیکن ہم واقعات کی مدد سے بالتصریح ثابت کرنا چاہتے ہین۔ شیعیت مین جو سخت سے سخت بدعت ہے وہ شتم صحابہ ہے۔ معاذ اللہ من ذلک دوسری صدی ہجری مین یہ ناسزا طریقہ اس فرقے مین رائج ہو گیا تھا۔ اور عوام مین نہین بلکہ خواص مین۔ چنانچہ لکھا ہے کہ شیخ حدیث ابو الاحوص کا مکان جب محدثین سے بھر جاتا تو وہ اپنے بیٹے سے فرماتے کہ دیکھو ان مین جو شتم صحابہ کرتا ہو اُسکو نکالدو۔ (وفات ابو الاحوص ۱۷۹ھ[1]) دوسرے واقعے سے منکشف ہوتا ہے کہ اسی عہد مین قدریت بھی سنگین پیرایہ اختیار کر چکے تھے۔ امام ابو اسحق فزاری جب دمشق مین آئے تو ابو السہر سے فرمایا کہ کہدو کہ جو قدری ہو ہماری محفل سے چلا جائے۔ (وفات ابو اسحق ۱۸۵ھ[2]) ان دونون واقعون سے معترضین کچھہ نفع نہین اوٹھا سکتے۔ اس لئے کہ جن بزرگون کے اقوال وحالات ہم نے استدلال کیا ہے اونکے مقابلے مین امام ابو الاحوص و ابو اسحٰق کی رائے فروغ نہین پا سکتی۔

اختلاف عقاید کی صورت مین جب ہمارے علما نے اپنے مخالفین سے حسن سلوک پیش نظر رکھا تو ظاہر ہے کہ اختلاف جزئیات مسائل اُنکے مزاجون پر کب موثر ہو سکتا تھا۔ اور اس لئے اس قسم کی مثالین پیش کرنے کی ضرورت نہین۔ مگر ہم تذکرۃً

[1] (تذکرہ ص ۲۲۷)، [2] (تذکرہ ص ۲۴۸)

چند حالات گذارش کرتے ہین - آج کل خود اہل سنت وجماعت کے مختلف فرقے باہم ایسا ہی اختلاف اور شدت کا برتاؤ کر رہے ہین جیسا وہ خلاف اہل سنت فرقون کے ساتھہ رکھتے ہین - پس یہ چند مثالین بہی خالی از نفع نہونگی - امام قدوری حنفی اور شیخ ابو حامد اسفرائنی شافعی کے مابین ہمیشہ مناظرہ رہتا تہا - مگر شیخ شافعی کا فضل وکمال امام حنفی کی نظر مین سمایا ہوا تہا اور اسلیئے وہ اُنکی نہایت تعظیم کرتے تھے[1] - فقیہ عماد الدین شافعی اور قاضی القضاۃ ابو طالب زینبی حنفی آپس مین سخت مخالف تہے - شافعی فقیہ کو پیام اجل قاضی القضاۃ سے پہلے آگیا چونکہ ابو طالب کا ایک مخالف دنیا سے کم ہوگیا اس لیئے اُنکو بظاہر خوشی کا موقع تہا - لیکن جب زینبی اُنکے دفن سے فارغ ہوئے تو اُنکی قبر کے پاس کھڑے ہوکر حسرتناک یہ شعر پڑھا۔

عقم النساء فلا یلدن شبیھه + ان النساء بمثله عقم[2] خواجہ حسن بصری اور امام ابن سیرین مین باہم کسی وجہ سے بدمزگی ہوگئی تھی - اسی بے لطفی کے سبب سے امام ابن سیرین خواجہ صاحب کے جنازے کے ساتھہ تشریف نہین لے گئے - ایک روز کسی شخص نے آکر اُنسے بیان کیا کہ مین نے خواب مین دیکھا ہے کہ ایک جانور مسجد کا سب سے زیادہ خوشنما سنگریزہ اُٹھا لے گیا - ابن سیرین نے فرمایا کہ تیرا یہ خواب سچا ہے تو حسن بصری کی وفات قریب ہے چنانچہ چند ہی روز کے بعد اُس سرگروہ اصفیا نے وفات پائی[3] - اس واقعہ سے یہ ظاہر کرنا ہے کہ باوجود اُس قدر کشیدگی کے امام ابن سیرین نے خانۂ خدا کا نفیس سنگریزہ خواجہ صاحب ہی کو بتایا - اس بحث مین ہم ایک پُر مذاق قصہ نقل کرتے ہین - اخفش امام نحو اور ابن رومی شاعر مشہور کے مابین چشمک ہوگئی تہی ابن رومی بہت ضعیف الاعتقاد تہا اور بدشگونی سے بہت ڈرتا تہا - اخفش کبھی کبھی اُسکے دروازہ پر علی الصباح پہونچتا اور کچھہ نحس کلمے کہکر چلا آتا - ابن رومی پر اسکا اس قدر اثر پڑا کہ اُس نے

۱ (ابن ج ۱ ص ۲۰) ۲ (ابن ج ۱ ص ۲۲۸) ۳ (ابن ج ۱ ص ۱۲۹)

وہم کی ماری دن بہر گہر سے باہر نہ نکلتا۔ جب وہ تنگ آگیا تو اُسنے بھی اپنا حربہ سنبھالا اور انفش
کی ہجو کہنی شروع کردی ع کہ شاعر چو رنجد بگوید ہجا۔ اخفش جو کلام فصیح پر شیدا تہا اپنی ہجو کے اشعار
کو اُنکی خوبی اور روانی کلام کی وجہ سے حفظ کرلیتا۔ اور مجالس اُملا میں جہان اور اُستادون کی شعر
سند مین پیش کرتا وہان اشعار بالا کو بہی موقع موقع سے سناتا جاتا۔ اور بفخر یہ کہتا کہ چلو ابن رومی نے
اس گمنام کو یاد تو کیا۔ اگرچہ ہجو کی ساتہہ ہی سہی۔ بگڑے دل شاعر نے جو یہ قصہ سنا تو جلکر ہجو کا کہنا ہی چھوڑ دیا۔
حیف کہ یہ بہشتی زمانہ بہت دن تک مسلمانون مین قائم رہکر آخر آنجہانی ہوگیا۔ اور نزاعونکی وبا سے
امت مرحومہ پر کے علما کہل گئی بہر گیا تہا۔ قدری و جبری تو ایک طرف رہی خود اہل سُنت و جماعت کے ناجی
فرقون مین وہ وہ جھگڑے ہوئے کہ کُشت و خون تک نوبت پہونچی۔ بہت سے پیشوایان ملت نے خود سُنیونکے
ہاتہون سے ایسی ایسی اذیتین برداشت کین جنکو سنکر دل کانپ اُٹھتا ہی۔ اُمام زاہد شیخ الاسلام
انصاری نے جو حنبلی تہے حنفیہ اور شافعیہ علما کے ہاتھون کیا کیا مصیبتین نہین اوٹھائین۔
پانچ مرتبہ ننگی تلوار اُنکی گردن پر رکہی گئی۔ وطن چھوڑ کر بلخ جانا پڑا۔ سلطان الپ ارسلان
جب ہرات پہونچا۔ تو مشائخ شہر ایک بہانے سے شیخ الاسلام کے خلوت خانے مین گئے اور اُنکی سجادے
کے نیچے ایک تانبے کی مورت رکہدی اور سلطان سے مخبری کی کہ ابو اسمٰعیل مجسمیہ فرقے کے پیرو
ہین اور اونہون نے اپنی محراب مین ایک بت رکھ چھوڑا ہی۔ طرفہ ماجرا یہ ہے۔ کہ شیخ الاسلام
وہ بزرگ عالی درجہ ہین جن کی شان و عظمت کا اہل ظاہر و باطن دونون نے
اعتراف کیا ہے۔ حافظ کبیر ابو نعیم صاحب حلیہ جنکا نام آج تک ادب کے ساتھ
لیا جاتا ہے۔ اُنکی ایک زمانے مین یہ حالت تھی کہ مذہبی مخالفت کی وجہ سے
لوگون نے اُنسے ملنا چھوڑ دیا تھا۔ اُس زمانے مین حنبلیون اور اشاعرہ مین

۱ (ابن ج ۱ ص ۳۳۲) ۲ (تذکرہ ج ۳ ص ۳۷۶ و ۳۷۹)

اس قدر تعصب بھڑکا ہوا تھا کہ روز فتنہ و فساد برپا رہتا تھا - ایک دن جب حافظ
ابو بکر ابن علی کی مجلس املا ختم ہو گئی تو ایک بیچارے شخص نے کہیں یہ کہدیا کہ
جسکو ابو نعیم کی مجلس درس مین چلنا ہو وہ اُٹھے - یہ کہنا تھا کہ اوسکی شامت آگئی -
مجلس مین یہ سنتے ہی ایک ہنگامہ مچ گیا اور سارے اصحاب حدیث قلم تراشین
لے لیکر اُس مصیبت زدہ پر دوڑ پڑے - قریب تھا کہ وہ اسی موقع پر قتل ہو جائے -
خدا خدا کر کے اُسکی جان بچی[1] - ہم انھین دو مثالون پر اکتفا کرتے ہین اور اس سے
زائد یہ قابل تاسف قصے بیان کرنا نہین چاہتے حیف یہ ہے کہ جب کبھی جو کچھ کیا
گیا ہمیشہ اُسکا نام نصرت دین اور حمایت ملت ہی رکھا گیا - اگر ہم اس باب کے
اول اور آخر واقعات کو ملائین تو صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اختلاف و اتفاق کیلئے
مذہب و عقائد کے اور ابھی بہت سے اسباب ہین - عنوان ہذا کو ہم ذیل کی نتیجہ خیز
حکایت پر ختم کرتے ہین - نحو کا امام یزیدی ایک روز امام ادب خلیل بصری
سے ملنے گیا - خلیل اُس وقت ایک وسادہ (گدے) پر متمکن تھے - یزیدی کو آتا
دیکھکر ایک طرف کو ہو بیٹھے اور وسادہ کا ایک حصہ خالی کر دیا - یزیدی نے بیٹھکر
کہا کہ مین خیال کرتا ہون کہ میری وجہ سے آپ تکلیف سے بیٹھے ہین - یہ سنکر
اُس ادیب بے نظیر نے یہ لاجواب جواب دیا - ما ضاق موضع علی اثنین
متحابین والدنیا لا تسع اثنین متباغضین - یعنی دو دوستون کیلئے
کوئی جگہ تنگ نہین اور دو دشمنون کیلئے سارے جہان مین بھی وسعت نہین[2] -

---

[1] (تذ ج ۳ ص ۲۹۳ و ۲۹۴) [2] (ابن خ ج ۱ ص ۳۳۰)

عنوان چہارم

حسن معاش

علماے سلف کی طالب علمی - حق پسندی - اور حالت اتفاق و اختلاف سے ہم بحث کر چکے - اور جیسی کچھ بحث کی گئی آپ نے ملاحظہ فرمائی - ایک نہایت ضروری پہلو پر ہنوز بحث باقی ہی - وہ یہ کہ ہمارے علما نے دنیا مین کس طرح بسر کی اور اپنی معاش کو کس طور پر حاصل کیا - اُنکے صفات کی تکمیل ایک حد تک اس موضوع پر منحصر ہی - دنیا اور اوسکے معاملات اگر لغو ہوتے تو پانچون وقت کی نمازین دین کی بھلائی سے پہلے دنیا کی بھلائی کی دعا مانگی جاتی اور فقہ کی کتابون مین صرف عبادات کے ابواب ہوتے معاملات کے پیچیدہ مسائل کا ذکر نہوتا علما جب دنیا مین رہے - اور دنیا کے تعلقات اُنھون نے پیدا کیے - کسی انسان کے محکوم بنے کسی کے حاکم - مختلف مشرب وخیال کے آدمیون سے مل جل کر اس عالم مین رہے تو فطرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہی - کہ اُنھون نے ان تعلقات کو کیسا نباہا - آیا سلیقے اور خوبی سے سب کے حقوق ادا کیے یا اُنکو تسامح اور بے پروائی کے نذر کر کے اُسکا دل خوش کن نام استغنا رکھا - ایمۂ مجتہدین نے جو موشگافیان مسائلِ معاملات مین کی ہین اور جو آسان راہین کاروبار کے متعلق نکالی ہین وہ اس امر کی زبردست شہادت ہین کہ وہ

اعلیٰ درجے کے معاملہ فہم اور معاملاتِ دُنیا پر غور فرمانے والے تھے۔ اس عنوان میں سب سے اول ہم یہ دیکھینگے کہ علمای سلف نے اپنی معاش کن ذرائع سے پیدا کی اُسکے بعد یہ بحث کرین گے کہ اُنکے تعلقات ملوک و رعایا کے ساتھ کیسی رہی۔ آخر مین اُنکے مختلف حالات ایسے لکھین گے جنسے کسی نہ کسی پہلو سے اُنکے طرزِ معاشرت پر روشنی پڑیگی

کسبِ معاش

تجارت

تجارت مسلمانون کا مقدس پیشہ ہے۔ یہ بات مسلّم ہے کہ سارے مسلمانون مین افضل صحابۂ کرام تھے اور صحابہ مین مہاجرین کو فضیلت تھی۔ اور مہاجرین مین قریش کا مرتبہ بڑھا ہوا تھا۔ قریش کا خاص پیشہ تجارت تھا جسکا ذکر کلام پاک مین جابجا موجود ہی۔ علماے سلف مین جن بزرگون نے معاش قوتِ بازو سے حاصل کی اُن کا رُجحان خاطر اکثر تجارت کی طرف رہا ہے۔ چنانچہ ہم ذیل مین ایک جدول کے ذریعے سے اُن علما کے نام نامی مع اُس مال کے جسکی وہ تجارت فرماتے تھے عرض کرتے ہین۔ اِس سے معلوم ہوگا کہ کیسے کیسے بڑے علمای اُمت نے تجارت کے وسیلے سے کسبِ معاش فرمایا تھا۔

نمبر	اسمائے علما	مال تجارت	کیفیت
۱	حضرت سالم ابن عبداللہؓ	۔	بازار مین لین دین کیا کرتے تھے (تذج ص ۷۷)
۲	امام یونس ابن عُبید	ریشمی پارچہ	(تذ جا ص ۱۳۰)
۳	داؤد ابن ابی ہند	ریشمی پارچہ	(تذ جا ص ۱۳۱)

کیفیت	مال تجارت	اسمائے علما	نمبر
امام ممدوح کی صدر دوکان کوفے میں تھی اور اُنکے ایجنٹ جا بجا ملک میں پھیلے ہوئے تھے جو مال خرید کر صدر کو بھیجتے تھے تذ ج ۱ ص ۱۵۱	ریشمی پارچہ	امام ابو حنیفہ	۴
امام ذہبی اُنکا ذکر یوں شروع کرتے ہیں الامام التاجر السفار دوسری موقع پر فرماتے ہیں افنی عمرہ حاجاً و تاجراً - تذ ج ص ۲۵	۔	حضرت عبد اللہ ابن مبارک	۵
(تذ ج ۱ ص ۲۷۵)	چاول اور سوتی کپڑے	حافظ الحدیث عبدہ بصری	۶
امام ذہبی فرماتے ہیں رحل بتجارۃ الی الشام - تذ ج ۱ ص ۳۴۴	۔	عبد الرزاق حمیری	۷
(تذ ج ۱ ص ۳۴۱)	۔	حافظ الحدیث فضل کوفی	۸
اسی تجارت کی وجہ سے اُنکا لقب بواری ہے - تذ ج ۱ ص ۴۴	بوریے	حسن بن ربیع کوفی استاد امام بخاری	۹
(تذ ج ۱ ص ۱۰۱)	۔	امام ابو الحسین نیشاپوری	۱۰
دستوا اہواز (عراق عرب) کا ایک گنہ تھا وہاں سے کپڑا لاکر فروخت فرماتے تھے اسی لئے دستوائی لقب پڑ گیا - تذ ج ۱ ص ۱۴۷	پارچہ	ہشام دستوائی	۱۱
اُنکے گھرانے میں تانبے کی تجارت ہوتی تھی - آپ کبھی کبھی اپنے نام کے آگے صفار (ٹھٹیرا) لکھدیتے - تذ ج ۴ ص ۱۳۷	تانبا	امام ابن جوزی	۱۲
اسی تجارت کے سبب سے اُنکا لقب عشاب ہوگیا تھا تذ ج ۳ ص ۲۱	ادویہ	حافظ الحدیث ابن رمیہ	۱۳
(ابن ج ۲ ص ۳۱۵)	چوبی لٹھا	ابو یعقوب لغوی	۱۴
(تذ ج ۳ ص ۱۰۸)	گھوڑے	محمد ابن سلیمان	۱۵

جن علمائے سلف نے اپنی معاش حرفت کے ذریعے سے حاصل کی اور اُنکے نام ہمکو معلوم ہوسکے اُنکے نام اور کام نیچے کے نقشے میں درج کئے جاتے ہیں -	حرفت

نمبر	اسمائے علما	نام حرفت	کیفیت
۱	ابو الفضل مهندس دمشقی طبیب مشهور	نجاری	اس فن مین وہ بہت ماہر تھے اور کثرت سے کام انکے پاس آتا بیمارستان کبیر شاہی شفاخانے کے اکثر دروازے انکے ہاتھ کے بنے تھے جامع مسجد دمشق کی گھڑیان (ساعات) انھون نے درست کی تھین اور انکی نگرانی کے متعلق انکو تنخواہ ملتی تھی - عیون ج ۲ ص ۱۹۱
۲	ابن طاہر	کتابت	صحیحین اور ابو داؤد سات سات بار اور سنن ابن ماجہ دس بار اجرت پر لکھی - تذ ج ۴ ص ۴۰
۳	امام ابو الولید باجی	تاروبکتابت	(تذ ج ۳ ص ۳۰۷)
۴	ابو سعید نحوی	کتابت	دس ورق روزانہ لکھتے تھے - یہ کام کرکے عدالت قضا مین اجلاس کرتے - انھین اوراق کی اجرت پر بسر
			اوقات ہوتی - نزہت ص ۳۰۸
۵	ابن الہیثم طبیب نامور	کتابت	تین کتابین سال بھر مین لکھتے مجسطی متوسطات اور اقلیدس انکی قیمت ڈیڑھ سو اشرفی لیتے اور انھین روپیون پر بسر کرتے - (عیون ج ۲ ص ۹۱)
۶	امام ابن الخاضبہ	کتابت	(تذ ج ۴ ص ۲۴)

ملازمت

ملازمت اس لحاظ سے کہ وہ انسانی آزادگی پر ایک ٹکس اور بھاری ٹکس لگانے والی ہے اُن مزاجون کو راس نہین جو سارے عالم کے بکھیڑون سے ایک علم کے خاط

آزاد اور بے تعلق رہنا پسند کرتے ہین۔ اور اس وجہ سے ابتداءً ہمکو اس سے مایوسی تھی کہ ہم اس حصۂ عنوان ہذا کو معمور کر سکین گے۔ مگر واقعات نے ہماری مایوسی کو بدگمانی ثابت کیا اور حالات نے بتلایا کہ علمائے سلف نے علمی شان کو قایم رکھکر اعلی سے اعلی دنیاوی عہدے حاصل کیئے اور اونکے فرائض قابل ستائش طریقے سے انجام دیے ہین۔ ہم ذیل ہین چند اُن عُلما کے اسم گرامی درج کرتے ہین جو عہدۂ جلیلۂ وزارت تک ترقی کر کے پہونچے۔ اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ اس سے کم درجے کے عہدے بھی اُنکی ذات سے ممتاز رہے ہونگے۔

نمبر	اسمائے عُلما	کس بادشاہ کے وزیر رہے	کیفیت
۱	امام ابوالفضل ابن خزابۂ بغدادی	ملک کافور والی مصر	امام دارقطنی نے اُنسے روایت کی ہے اور حافظ شارح اونکی لنسبت فرماتے ہین۔ کان من الحفاظ الثقاة۔ ویردی فی حالة الوزارة (تذ ج۳ ص ۲۲۶ و ۲۲۷)
۲	قاضی علامۂ ابن نظیر	۔	تذ ج۳ ص ۲۶۳
۳	امام ابن حزم	خلیفۂ مستظہر باللہ	تذ ج۳ ص ۳۲۴
۴	امام لغت ونحو اقلیلی	مکتفی باللہ خلیفۂ اندلس	ابن ج۱ ص ۱۲
۵	کمال الدین فقیۂ شافعی	نورالدین زنگی والی شام ومصر	قاضی ابن خلکان اُنکی لنسبت کہتے ہین۔ کان عظیم الریاسة خبیرًا بتدبیر الملک۔ ابن ج۱ ص ۴۲
۶	مولانا تاج الدین ابراہیم پاشا رئیس الوزراء	سلطان بایزید یلدرم	شق ج۱ ص ۱۳۱

تلاش سے اور بھی مثالیں اسکی مل سکتی ہیں مگر نمونہ کیلئے اسی قدر شاید کافی ہونگی کم درجے کی ملازمتیں اختیار کرنے سے بھی علما کو احتراز نہیں رہا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ امام اسمٰعیل جو امام اوزاعی کے استاد ہیں خلیفہ منصور کے توشہ خانہ (خزانۃ الثیاب) کے داروغہ تھے۔ اسی سلسلہ میں ہم کچھ نظیریں اُن علما کی پیش کرنا چاہتے ہیں جو وقتاً فوقتاً ایک دربار کی جانب سے دوسرے دربار کو بطور سفیر تشریف لیگئے۔ سب سے زیادہ قابل غور امام شعبی اور شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی کی مثالیں ہیں۔ اول الذکر میں یہ امر لائق لحاظ ہے کہ جس دربار کو سفارت لیگئے وہ غیر مسلم دربار تھا۔ اور دوسرے میں وہ تفرد اور تجرید قابل ملاحظہ ہے جو سرگروہ سلسلۂ سہروردیہ کو دنیاوی تعلقات اور علائق سے تھی۔ یہ مثالیں بیّن ثبوت اس امر کی ہیں کہ علمائے کرام کو ہر حال میں مسلمانوں کے مصالح دینی کے ساتھ دنیاوی مصلحتوں پر نظر رہی ہے۔ اور دونوں کو انہوں نے قابل توجہ خیال فرمایا ہے۔

نمبر	اسمائے علما	کس دربار کیجانب سے سفیر ہوئے	کس دربار میں گئے	کیفیت
۱	امام شعبی	خلیفہ عبدالملک اُموی	قیصر روم	قیصر کے دل پر انکی دانشمندی کا بہت اثر ہوا اور اُسنے خلیفہ کو لکھا کہ مجھے تعجب ہے کہ ایسے شخص کی ہوتے مسلمانوں نے کیوں دوسرے شخص کو خلیفہ بنایا۔ جب واپس آنے پر خلیفہ نے یہ فقرہ امام شعبی کو سنایا تو آپ نے کہا اور کیا خوب کہا کہ قیصر نے مجکو تو دیکھا مگر آپکو نہیں دیکھا۔ آپکو

(۱) تذ ج ص ۲۳۰

علمائے سلف از حبیب الرحمن -

				دیکھ لیتا تو ایسا نہ لکھتا - تذ ج ص ۴۷
۲	شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی	دیوان عزیز یعنی دربار بغداد	دربار اربل	ابن ج ص ۴۵۱
۳	حافظ ابن ماکولا	دیوان عزیز	طغاخان والی سمرقند	تذ ج ص ۵
۴	امام ابو المحاسن مرغی	دیوان عزیز	نور الدین زنگی	اسوقت انکی عمر ۳۰ برس کی تھی - تذ ج ص ۱۵۴
۵	امام ابو یعقوب شیرازی	دیوان عزیز	متعدد دربار	تذ ج ص ۱۵۰
۶	محمد ابن سلامہ قضاعی	دربار مصر	دربار روم	حمیدی نے ان سے روایت کی ہے - ابن ج ص ۶۲
۷	کمال الدین شافعی	خلیفہ مقتفی باللہ	قلج ارسلان والی روم	ابن ج ص ۴۷۲
۸	علامہ تفتازانی شارح تجرید	مرزا الغ بیگ والی سمرقند	سلطان محمد خان فاتح	ان دونوں سلطنتوں میں نزاع تھا اسی لئے بھیجے گئے تھے - انکی حسن سعی سے صلح ہوگئی - شقق ج ص ۱۱

تمول

اہل کمال کیلئے مالدار ہونا انکی خوبی میں داخل نہیں اور نہ اس کے عدم یا وجود سے انکی عظمت کم یا زیادہ ہو سکتی ہے - باایں ہمہ متمول ہونا اور باکمال ہونا یہ دونوں صفتیں باہم منافی بھی نہیں - حالات خاص نے اسکا مخالف پہلو ذہنوں میں راسخ کر دیا ہے اور اس پہلو کے ذہن نشین ہونے سے بجائے نفع کے قوم کو نقصان پہونچا ہے - ہم اس غلطی کو رفع کرنیکے لئے مختصر سے واقعات ایسے عرض کرنیکے درپے ہیں جو علمائے دین اور ائمہ مذہب کے تمول کا ثبوت دیں ان میں سے بعض واقعات یہ بھی دکھلائینگے کہ جو دولت سرمایۂ غفلت تصور کی گئی ہے وہی نیک اور لائق ہاتھوں میں پہونچکر کیسی خیر و برکت کی باعث ہو سکتی ہے -

امام دعلج بغدادی جو دارقطنی کے اُستاد ہیں آنکی سرکار سے مکہ مکرمہ - عراق اور سجستان کے علمائے حدیث کے وظائف مقرر تھے - مکہ مکرمہ میں ایک مکان

جسکا نام دار العباس تھا اونھوں نے تیس ہزار اشرفی کو خریدا تھا۔ جب اُنہوں نے وفات پائی تو معز الدولہ نے تین لاکھ اشرفی اُنکے ترکے میں سے لی لیں[1]۔ امام ابو الہیثم کی نسبت لکھا ہی کہ بہت مالدار تھے۔ تین یا چار دفعہ اُنہوں نے اپنے ہموزن چاندی خیرات کی تھی[2]۔ حافظ ابن العربی کے تمول اور فیاضی کا اندازہ اس سی ہو سکتا ہی کہ شہر اشبیلیہ (واقع اندلس) کی شہر پناہ اُنہوں نے اپنی جیب خاص سے تعمیر کرائی تھی[3]۔ حافظ رئیس ابن ابی ذہل ہروی کی سالانہ آمدنی اتنی تھی کہ عشر کی بابت ایک ہزار خروار غلہ کی سال بسال اُنکی سرکار میں آتی تہیں۔ امام ذہبی اُنکی نسبت فرماتی ہیں کا کثیر الاموال[4] قاضی عیاض صاحب مشارق الانوار کو اپنی عہد میں اس قدر رفعت اور ریاست حاصل تھی کہ کبھی کسی کو اُنکے شہر مین نصیب نہیں ہوئی۔ امام موصوف فرماتے ہیں کہ جس قدر اُنکی رفعت بڑہی اُسی قدر اونکی تواضع اور خوف الٰہی میں ترقی ہوتی گئی[5]۔ شیخ ابو حامد اسفرائنی کی نسبت ابن خلکان اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔

انتھت الیہ ریاسۃ الدنیا والدین ببغداد[6]

علما کے تعلقات سلاطین کے ساتھ اور اُنکا اثر سلاطین پر

انقلاب زمانہ نے جو تہ بتہ پردے علما ے سلف کے حالات پر ڈالے ہیں اُنہوں نے اُنکی بہت سی اعلیٰ اور مفید صفتین نظروں سے چھپا دی ہیں۔ جب اُنکے صفات کی اصلی تصویرین چھپ گئیں تو ذہنوں میں اُنکی غلط نقشے کھنچ گئے اور جیسے وہ نہ تھے ویسے وہ مانے گئے۔ اور جب ان غلط نقشوں کی پیروی کی گئی تو قدم راہ صواب سے دور جا پڑے۔ اور مقصود فوت ہو گیا۔ علماے کرام کی نسبت

[1] (تذکرہ ۳ ص ۹۸) [2] (تذکرہ ۱ ص ۲۳۶) [3] (تذکرہ ۴ ص ۹۱) [4] (تذکرہ ۳ ص ۲۱۳) [5] (تذکرہ ۴ ص ۱۰) [6] (ابن خلکان ۱ ص ۱۹)

گویا یہ مسلمہ مسئلہ ہی کہ انکو سلطنت و سلاطین سے کوئی تعلق نہیں اور نہ یہ تعلق انکے لیے زیبا ہی اسی خیال کا یہ اثر ہی کہ ہم صدیوں سی علما اور سلاطین کو باہم محض نا آشنا اور بیگانہ پاتے ہیں۔ جن دقیق نگاہوں نی سوسائٹی کے حالات اور اسکے باہمی تعلقات کی پوری پوری چھان بین کی ہے انھوں نی پتہ لگایا ہی کہ مختلف تمدنی گروہ کسی نہ کسی قانونی سلسلہ میں ضرور جکڑے ہوئی ہیں اور اپنی اپنی متناسب جگہہ پر کسی نہ کسی اصول کے مطابق قائم ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان سلسلوںمیں سے کوئی سلسلہ اپنی جگہہ سے ہٹ جاے تو نظام قومی درہم برہم ہو جائیگا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب علما کا قدم سلسلہ انتظام سے نکل گیا تو جو کام اس عظیم الشان سلسلہ میں انکے کرنے کے تھے وہ ابتر ہوگئے اور اس طرح حکومت و خلافت کی وہ ہیئت کذائی قائم نہ رہی جو مقننِ اسلام نے کھینچی تھی۔ ہم نے جس تعلق کی نفی اوپر کی ہے اس سے ہماری مراد وظیفہ خواری یا صلہ بخشی کا تعلق نہیں ہی بلکہ وہ تعلق مراد ہی جو ایک رکن انتظام کو اسکے سرگروہ کی ساتھ ہوتا ہی ہماری تمہید کو جو حضرات ملاحظہ فرمائیں وہ علما کا مفہوم ذرا عالی ذہن میں قرار دیں ورنہ ہمارے الفاظ ہٹنی سے زیادہ رتبہ حاصل نکریں گے۔ یہ امر ظاہر ہے کہ ہر منصب اور مرتبہ خاص خاص صفات چاہتا ہی اور جبتک انسان وہ صفات نہ پیدا کرے اس منصب کے لائق نہیں ہوسکتا۔ جن علما کے سلسلۂ انتظام سی خارج ہو جانیکی وجہ سے ہم نے سلسلۂ حکومت کو ابتر قرار دیا ہی وہ علما وہ تھی جو مدبرانہ دل ودماغ رکھتے تھی اور معاملہ کو معاملے کے پہلو سے سمجھنے والے تھی نہ کسی اور پہلو سی۔ ہم جو واقعات اس سلسلہ میں پیش کریں گے وہ شائد اس بات کی ثابت کرنمیں قاصر نہ رہیں کہ علما نے جو سلطنتوں اور سلاطین سی تعلق رکھا تو وہ تعلق عام مسلمین اور خود

سلطنت کے حق میں کیسا مفید ہوا - اور کیسی دینی اور دنیاوی برکتیں اُنسے مسلمانونکو پہونچیں - جو تعلق ایسا فائدہ مند اور نافع تھا وہ حقارت اور نفرت سے دیکھے جانیکے لائق نہ تھا - اس میں کچھ شبہ نہیں کہ بہت سے علماے کرام وقتاً فوقتاً یا ہمیشہ ایسے گزرے ہیں جنھوں نے ایسے تعلقات کو عار بلکہ مضر تصور فرمایا ہی مگر ساتھہ ہی اسکے ہجری صدیوں کے اوائل میں کچھہ نہ کچھہ علماے کرام ہمیشہ ایسے بھی موجود ہوتے تھے جو ان تعلقات کو اختیار فرماتے تھے اور اس طرح دینی و دنیاوی سلسلونمیں سد سکندری قائم نہیں ہونے پاتی تھی - امام اعظم نے عہدۂ قضا قبول نہیں فرمایا اور اس سختی سے انکار فرماتے رہے کہ دُرّے کھائے قید بھگتی اُنھیں کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ سارے قاضیوں کے سرگروہ بنے اور ہارون الرشید کی مشہور خلافت کی خوبیوں میں ایک خوبی اُنکی ذات سے پیدا ہوئی - ع واللناس فیما یعشقون مذاہب

حضرت عمر ابن عبد العزیز جنکی خلافت خلافت راشدہ مانی گئی ہی اور جنکے عہد حکومت نے عالم کو عدل و انصاف سے مالامال کر دیا تھا اگر ایک امام تابعی کا قدم درمیان میں نہ ہوتا تو بظاہر اسباب دنیا اُنکی حکومت کی نعمت سے محروم رہتے - اور از سر نو عالم میں اسلامی تازہ روح نہ پھکتی - جب سلیمان ابن عبد الملک خلیفۂ دمشق کو شدت مرض نے مایوسی کے انداز دکھلائے اور رحلت کے قرب کی پیشین گوئی کی تو اُسکو اپنے جانشین کے تعین کی فکر ہوئی - ایک کاغذ پر اوس نے ولی عہد کا نام لکھا اور مشورہ کے لئے امام رجاء ابن حیاۃ کے سامنے پیش کیا - امام ممدوح نے جو اُس کو پڑھا

سه تابعین کے چوتھے طبقے میں فن حدیث کے امام ہیں - مکحول نے اون کو سید اہل شام بتایا ہے اور بعض نے شامیونمیں سب سے زیادہ فقیہ اون کو مانا ہے - ۱۲ (تذ ج ص ۱۰۵)

تو اس میں خلیفہ کے ایک نابالغ بیٹے کا نام درج پایا۔ یہ دیکھکر اُنہوں نے سلیمان سے فرمایا کہ خلیفہ کو قبر میں آسودگی مطلوب ہے تو اپنا جانشین مرد لائق مقرر کرنا چاہئے خلیفہ کے دل میں انکا یہ کلام چبھا اور اوس نے کہا کہ میں مکرر غور کر لوں۔ ایک یا دو دن کے توقف کے بعد اوس نے وہ کاغذ چاک کر ڈالا اور امام ابن حیاتؒ کو بلا کر پوچھا کہ میرے بیٹے داؤد کی نسبت تمہاری کیا رای ہے۔ امام نے فرمایا کہ وہ قسطنطنیہ کی مہم پر یہاں سے صدہا میل دور ہے اور نہ معلوم اس وقت زندہ بھی ہے یا نہیں۔ خلیفہ تو پھر میں کس کو ولی عہد مقرر کروں۔ امام جو امیر المومنین کی رای میں اس منصب کے قابل ہو۔ خلیفہ۔ عمر ابن عبد العزیز کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے۔ امام۔ میرے خیال میں وہ نیک۔ فاضل اور سلیم الطبع ہیں۔ خلیفہ تمہاری راے درست ہے وہ ایسے ہی ہیں اور میں اُنہیں کو ولی عہد کرونگا۔ یہ کہکر سند ولی عہدی حضرت عمرؓ ابن عبد العزیز کے لئے لکھی اور اوس کو سر بمہر کر دیا۔ اسکے بعد کوتوال شہر کو طلب کر کے حکم دیا کہ خاندان خلافت کی کل ارکان حاضر کئے جائیں۔ جب حاضر ہو لئے تو امام رجاؒ نے حسب ایمای خلیفہ اوس سر بمہر کاغذ پر سب سے بیعت لی اور بعد بیعت اُنکو رخصت کر دیا۔ اس عہد نامہ کی تکمیل کے بعد اجل نے سلیمانکو زیادہ مہلت نہیں دی اور چند ہی ساعت کے بعد اوس کو ملک و مال سے جدا کر دیا۔ امام ابن حیاتؒ نے ایک معتمد خلیفہ کے ایوان کے دروازہ پر بٹھا دیا کہ کسی کو اندر نہ جانے دے اور اس طرح اوسکی وفات کی خبر کو شائع ہونے سے روک دیا۔ اس انتظام سے فارغ ہو کر اُنہوں نے کوتوال کے ذریعہ سے پھر اہل بیت خلافت کو بلایا اور دوبارہ اُس سر بمہر فرمان پر اون سے بیعت لی۔ جب بیعت ہو چکی اور اُنہوں نے سمجھ لیا کہ اب کل کارروائی مستحکم ہے

توانہوں سے نے فرمایا کہ خلیفہ نے وفات پائی۔ اور یہہ کہکر اُس کاغذ کو کہو لکر سنایا جب ہشام ابن عبدالملک نے (جو دعویدار خلافت تھا) حضرت عمر ابن عبدالعزیز کا نام سنا تو کہنے لگا کہ قسم ہے رب کی ہم کبھی اُنکی بیعت نہیں کرسکتے۔ امام رجاء نے کہا کہ بہتر ہے کہ کہڑے ہو اور آکر بیعت کرو ورنہ تلوار سے تمہارا ہی فیصلہ ہو جائیگا۔ ہشام کو موقع کا رنگ دیکہکر چار ناچار بیعت کرنی پڑی۔ ہشام کی بیعت کے بعد امام رجاء نے حضرت عمر ابن عبدالعزیز کا بازو پکڑا اور منبر پر بیٹھا دیا۔ منبر پر پہونچتے ہی اُنکی خلافت کا عملی دور شروع ہو گیا۔ اس واقعہ سے امام رجاء ابن حیات کی قوت فیصلہ۔ حسن تدبیر۔ اور استقلال طبیعت جیسا کچھہ ظاہر ہوتا ہے۔ الفاظ خود بتارہے ہیں ہمارے جتانیکی کچھہ حاجت نہیں[1]۔ امام ابو یوسف کا جو اقتدار خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں تہا اُس سے ایک عالم واقف ہے۔ ابن خلکان اُنکی نسبت لکھتے ہیں کہ ابو یوسف علم و حکمت اور ریاست و اقتدار میں انتہا کو پہونچے ہوئے تہے۔ اُنکے زمانہ میں اُنسے بڑھکر کوئی دربار میں نہ تھا[2]۔ یہہ بات تسلیم کیگئی ہے کہ مذہب حنفی کی اشاعت میں امام ابو یوسف کے اقتدار نے غیر معمولی قوت پیدا کردی تھی۔ امام یحیی ابن یحیی مصمودی جو حضرت امام مالک کے شاگرد رشید اور موطا کے ناقل ہیں ملک اندلس کے امرا و سلاطین کے یہاں بہت محترم تھے اسی اقتدار کے اثر سے امام مالک کا مذہب ملک اندلس میں پھیلا[3]۔ ایک اور امام وقت حضرت یحیی ابن اکثم دربار مامونی میں اول درجہ کے ذی اثر رکن تھے۔ ابن خلکان اُنکی نسبت یہہ الفاظ لکھتے ہیں۔ اُنکے علم۔ فضل۔ ریاست اور سیاست اور اُس تعلق سے جو اُنکو خلفا اور سلاطین کے ساتھہ رہا زمانہ واقف ہے۔ مامون الرشید کے مزاج پر وہ اس قدر حاوی تھے کہ کسیکی وقعت

---

[1] (کامل ابن اثیر ج ۵ ص ۱۶۱) [2] (ابن خ ج ۲ ص ۳۰۴) [3] (ابن خ ج ۲ ص ۲۱۶)

اُن سے زیادہ خلیفہ کے دلمیں نہ تھی۔ چونکہ خلیفہ کو علوم میں کمال تھا اس لئے اس نے اُسکے علم وعقل کے مرتبہ کو کما حقہ سمجھا تھا۔ عہدۂ قاضی القضاتی پر وہ ممتاز تھے۔ تدبیر مملکت میں اُن کو اس قدر مداخلت حاصل تھی کہ وزرا کے احکام اُنکی راے لینے کے بعد نافذ ہوتی تھے[1]۔ سلطان شہاب الدین غوری کی (جسکا نام تاریخ ہندوستان میں آج تک روشن ہی) مدد آغازِ کار میں امام فخر الدین رازی نے اپنے مال و دولت سے فرمائی تھی۔ جب بڑھ کر سلطان ہوگیا تو یہ اُسکے دربار میں گئے اور شہاب الدین نہایت احترام کے ساتھ پیش آیا اسی طرح امام ممدوح دربار خوارزم میں موقر اور محترم تھے[2]۔ امام زہری خلیفہ عبد الملک اور ہشام کے متقربین میں تھے[3]۔ اور خطیب بغدادی عز الدولہ کے متقربین میں داخل تھے[4]۔ مولانا قونیوی کی نسبت لکھا ہی کہ سلطان روم کے حضور میں اُنکو نہایت ہی قدرت و تمکین حاصل تھی اور نو برس تک وہ اسی شان سے مقبول بارگاہ سلطانی رہے[5]۔ امام غزالی نے جب امیر المسلمین یوسف ابن تاشفین کی تعریف سنی تو اوس سے ملنے کیلئے افریقہ کو روانہ ہوئے۔ امام ممدوح ہنوز منزل مقصود تک نہ پہونچے تھے کہ امیر موصوف کو اجل نے عالم آخرت میں پہونچا دیا۔ یہ خبر امام غزالی نے اسکندریہ میں سنی اور وہیں سے واپس چلے آئے[6]۔

ابن رافع قشیری حافظ حدیث اپنے مکان پر حدیث شریف پڑھایا کرتے تھے اور طلبہ کے علاوہ خراسان کے امیر نامور طاہر کی اولاد بھی معہ خدم وحشم حاضر درس ہوتی شیخ کے جلال کا یہ عالم ہوتا تھا کہ کسی کو بات کرنے یا مسکرانے کی تاب مجال نہ ہوتی[7]۔ ملک عادل سلطان صلاح الدین کا بھائی بڑی دبدبہ اور سطوت کا فرماں روا گذرا ہی

[1] (ابن خ ج ۲ ص ۱۷۲) [2] (ابن خ ج ا ص ۴۷۵) [3] (ابن خ ج ا ص ۴۵۱) [4] (تذکرہ ج ۳ ص ۳۳۴)

[5] (العقد المنظوم ص ۳۶۹) [6] (ابن خ ج ۲ ص ۳۷۰) [7] (تذکرہ ج ۲ ص ۹۴) —

ایک مرتبہ محدث اسلام عبد الغنی دمشقی اُس سے ملنے گئے تھے - ملک عادل کا بیان ہے[1] کہ جس
وقت حافظ عبد الغنی میرے سامنے آئے تو مجکو یہہ معلوم ہوا کہ ایک شیر آ گیا[1] - امیر تیمور نے
ایک روز اپنا ایک قاصد کسی ضروری کام پر روانہ کیا تھا اور اُسکو یہہ عام اجازت تھی
کہ ضرورت کیوقت جسکا گھوڑا ملجائے اُسپر سوار ہو لے - قاصد کو چلتے چلتے کسی
موقع پر سواری کی حاجت ہوئی - اتفاقاً اوسی موقع پر علامہ تفتازانی مصنف مطول
خیمہ زن تھے - اور اون کے خیمے کی پیشگاہ میں اُنکے گھوڑے بندہے ہوئے تھے - برید وہاں
گیا اور جاتے ہی بیدہڑک ایک گھوڑا کھول لیا - علامہ ممدوح اُسوقت اپنے خیمے کے اندر
تھے - اس قصہ کی اطلاع ہوئی تو اُس نے علامہ تفتازانی کی شکایت پیش کی - امیر تیمور کا
جو حال یہہ ماجرا سنکر ہوا ہوگا آسانی سے قیاس میں آ سکتا ہے - ہیجان غضب کے
سبب سے تھوڑی دیر ساکت رہا اُسکے بعد کہا کہ اگر شاہرخ یہہ حرکت کرتا تو بیشک سزا پاتا
مگر میں ایسے شخص کا کچھہ نہیں کر سکتا جسکا قلم ہر شہر و دیار کو میری تلوار سے پیشتر فتح کر چکا تھا[2] -
عمر و صفار والی خراسان امام خفاف سے کہا کرتا تھا کہ چچا اگر میں کوئی کام آپکی مرضی کے
خلاف کروں تو آپ میری گردن اُڑا دیں[3] - سلاطین عثمانیہ میں سلطان سلیم خاں بڑے
جلال اور ہیبت کا بادشاہ ہوا ہے - ایک موقع پر اُسکو ملازمان خزانہ پر غصہ آ گیا اور
اون میں سے ڈیڑہ سو آدمیوں کے قتل کا حکم دیدیا - مولانا علاؤ الدین جمالی اُن دنوں
قسطنطنیہ میں مفتی تھے - اُنھوں نے جو یہہ سخت حکم سنا تو اُن بیکس ملازموں پر رحم آیا اور سلطان
کو سمجھانے کیلئے وہ باب عالی کو تشریف لے گئے - قاعدہ یہہ تھا کہ مفتی صدیون

1 (تذکرۃ ج ۴ ص ۱۶۹) 2 (دشق ج ۱ ص ۹۵) 3 (تذکرۃ ج ۲ ص ۲۲۸)

ے تو نہایت برہم ہوئے اور قاصد سلطانیکو پٹوا کر نکلوا دیا - وہ جب لوٹ کر دربار میں پہونچا -

کسی حادثہ عظیم کے باب عالی کا قصد نہیں کرتا تھا۔ جب یہ ایوان وزرا میں داخل ہو گی تو سارے اہل دیوان حیران رہگئے کہ خدا خیر کرے کہ مفتی صاحب کیسے تشریف لائی ہیں غرض حضور سلطانی ہیں انکی اطلاع ہوئی اور پھر اجازت ملی کہ تنہا آئیں۔ یہ تنہا وہاں پہونچے اور سلام کرکے بیٹھ گئے بیٹھنے کے بعد سلسلۂ تقریر یوں شروع کیا۔ جو علما منصب فتوی رکھتے ہیں انکا فرض ہے کہ سلطان وقت کی آخرت درست رکھنے کی فکر رکھیں۔ میں نے سنا ہے کہ سلطان نے ڈیڑھ سو آدمیوں کے قتل کا حکم دیا ہے حالانکہ شرعًا یہ تجویز ناجائز ہے لہذا میں عفو سلطانی کی استدعا کرتا ہوں۔ سلطانکو اپنے مفتی کی یہ مداخلت نہایت شاق و ناگوار معلوم ہوئی اور قہر آلود ہو کر کہا کہ تمکو اپنی حد اختیار سے بڑھنا اور امور سلطنت میں دخل دینا نہیں چاہیے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں معاملات سلطنت میں دخل نہیں دیتا بلکہ عاقبت سلطانی کی عافیت چاہتا ہوں اور میرا یہ فرض ہے۔ ان عقوبت فلک النجاۃ والافلک عقاب عظیم سلطانکے دل پر اس کلام کی جلالت اثر کر گئی اور غصہ فرو ہو گیا اور ان تمام ملازموں کی خطائیں معاف کر دیں۔ جب مفتی ممدوح نے اٹھنے کا قصد کیا تو فرمایا کہ میں سلطانکی آخرت کے متعلق تو فرض منصبی ادا کر چکا اب ایک بات شان سلطنت کی نسبت کہنا چاہتا ہوں۔ سلطان نے پوچھا کہ وہ کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ سب بیچارے آپکے غلام ہیں۔ کیا یہ مناسب ہو گا کہ غلام شاہی ہو کر دربدر مانگتے پھریں۔ سلطان نے فرمایا کہ نہیں۔ انہوں نے کہا تو انکی جگہ پھر انہیں کو عطا فرمائی جاے۔ سلطان نے ازراہ مراحم خسروانہ اس کو بھی قبول کیا مگر یہ کہا کہ ان کو قصور کی سزا ضرور دیجائیگی۔ مفتی ممدوح نے فرمایا کہ اسمیں مجکو کچھ کلام نہیں ہے کیونکہ تعزیری سزا راے سلطانی پر منحصر ہے۔ اتنا کہکر سلام کیا اور گھر کو چلے آئے[1]

[1] دمشق ج ص ۳۲۴)

علما کا اثر

اس بیان میں شاید کسی تمہید کی حاجت نہیں ہے۔ علما کی جو عظمت ہمیشہ مسلمانوں کے دل میں رہی ہے سکے کچھ نہ کچھ آثار اب بھی پائے جاتے ہیں۔ علماے سلف کو مقبولیت عامہ خلق میں حاصل رہی ہے اور عموماً اہل ملک نے جس محبت اور ادب کی نظر سے انکو دیکھا ہے اوسکی کیفیت پڑھکر ایک قسم کا تحیر پیدا ہوتا ہے۔ اگر صرف انکی ہم مسلک اور ہم مذہب لوگ اونکی توقیر کرتے اور انپر قربان ہوتے تو ہم یہ سمجھتے کہ مذہبی خیالات کا یہ سارا کرشمہ تھا۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مخالف فرقے اور یہود و نصارا اون کی تعظیم و محبت میں ایسے ہی سرگرم و محو تھے جیسے خود اونکے ہم مشرب تو ہمکو یہ باور کرنا پڑتا ہے کہ محض مذہبی خیالات نہیں بلکہ علما کے اخلاق و صفات اس عظمت کے اہم اور اصلی اسباب تھے۔ اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ اس مقبولیت کو اُس فیاضی خیال اور وسعت نظر سے بہت ترقی ہوتی تھی جو عموماً ہم علماے سلف میں پاتے ہیں اور یہ اون کی فیاضی کسی طبقے اور فرقہ کے ساتھ مخصوص نہیں تھی بلکہ عموماً بندگان خدا کیواسطے عام اور شامل تھی۔

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید کا لشکر شہر رقہ میں خیمہ زن تھا۔ اتفاقاً اوسی موقع پر حضرت عبد اللہ ابن مبارک امام حدیث کا گذر شہر مذکور میں ہوا۔ اُن کے استقبال کے لئے لوگوں کا یہ ہجوم ہوا کہ سارے اُفق پر غبار چھا گیا اور کشمکش میں آدمیوں کی جوتیاں پارہ پارہ ہوگئیں۔ حرم سراے خلافت کے چوبی برج سے خلیفہ کی ایک کنیز نے جو یہ ہنگامہ دیکھا تو حیرت زدہ ہوکر پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ کسی نے کہا کہ خراسان کے عالم ابن مبارک اس شہر میں تشریف لائے ہیں اُنکے لینے کے لئے مخلوق کا ہجوم ہو رہا ہے۔ شوخ مزاج کنیز نے بیساختہ کہا کہ واللہ حکومت اسکو کہتے ہیں۔ ہارونکی

کیا حکومت ہے جسکے لئے لوگ اہلکاروں کے زور اور دباؤ سے جمع ہوتے ہیں[1]
امام بخاری جب دربار علم سے کمال کا خلعت پہنکر اپنے وطن بخارا کو آئے تو بخاریوں نے
نہایت جوش کے ساتھ اُنکے استقبال کا اہتمام کیا۔ شہر سے تین میل کے فاصلے پر
خیمے ایستادہ کئے گئے اور تمام اہل بخارا اُنکی پیشوائی کے واسطے آئے یہانتک کہ کوئی
قابل ذکر آدمی شہر میں نہیں رہا۔ شہر میں اُنکے اہل وطن اُنکو اس شان سے لائے کہ روپے
اور اشرفیاں اُنکے سر پر سے نثار کیجاتی تھیں۔ ہمارے علوم کا دوسرا مرکز شہر نیشاپور
بھی امام ممدوح کی تعظیم میں اپنے ہمسر بخارا سے پیچھے نہیں رہا۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ
جب امام بخاری کے تشریف لانیکی خبر نیشاپوریوں نے سنی تو بعض نے دو منزل اور بعض
نے تین منزل آگے جاکر اُن کا استقبال کیا۔ اور شہر میں جس شان سے وہ داخل
ہوئے وہ شان میں نے کسی حاکم یا عالم کی آمد میں نہیں دیکھی[2]۔ امام فیروزی جب ایک
دینی کام کے لئے شہر بغداد سے چلے تو ایک جم غفیر نے اُن کی مشایعت کا قصد
کیا۔ انہوں نے ہر چند منع کیا لیکن جوش عقیدت میں کسی نے ممانعت کا لحاظ نہ کیا
سامرہ[ع] پہونچکر جو ہمراہیوں کا اندازہ کیا گیا تو پچاس ہزار آدمی تخمینے میں آئے[3] ایک مرتبہ
شیخ ابو اسحٰق شیرازی خلیفہ بغداد کی طرف سے ایک خدمت پر خراسان تشریف لیگئے
تھے جب وہ نیشاپور سے معاودت کرنے لگے تو پیشوائے خراسان امام الحرمین نے
سوار ہوتے وقت اُنکے گھوڑے کی رکاب تھام لی۔ اسکا اثر تمام ملک خراسان
میں یہ ہوا کہ شیخ ممدوح کے گھوڑے کے سموں کے نیچے کی مٹی تبرک کے طور پر اُٹھائی گئی

---

۱ (ابن خ ص ۲۴۸) ۲ (مقدمہ ص ۴۸۱ و ۴۸۲) ۳ (تذ ج ص ۲۰۷ ج ۳)

ع شہر بغداد کا ایک حصہ ۱۲

اور آنکھوں سے لگائی گئی۔ سفیان ابن عیینہ جب کوفے میں تشریف لائے اور
امام اعظم نے انکی آنے کی خبر سنی تو اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ تمہارے شہر میں
عمرو بن دینار کے علم کا حافظ آیا ہے۔ امام صاحب کے اس مختصر جملے نے سارے اہل کوفہ
کے دل ابن عیینہ کی جانب مائل کر دئے اور لوگ جوق جوق ابن دینار کی احادیث سننے
کیلئے ان کی خدمت میں آنے لگے۔ اس وقت ابن عیینہ کی عمر بیس برس سے کم
تھی۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے مجکو اول محدث بنایا وہ ابوحنیفہ ہیں۔[1]
علماء کے ساتھ عامۂ خلائق کا ایک جوش عقیدت صرف انکی زندگی تک محدود نہ تھا
انکی وفات فرما جانیکے بعد بھی قائم رہتا تھا بلکہ بعد وفات اور زیادہ نمایاں ہوتا تھا۔
امام طاؤس تابعی کا جنازہ جب اٹھایا گیا تو آدمیون کا اس قدر ہجوم تھا کہ جنازہ کسی طرح
نہ نکل سکا آخر حاکم وقت نے فوج بھیجی اور اسکے اہتمام سے جنازہ نکلا۔ خاندان نبوت کی
چشم و چراغ حضرت عبداللہ ابن حسن (رضی اللہ عنہما) جنازہ کو اوٹھائے ہوئے تھے
لوگوں کی کشمکش سے انکا لباس پارہ پارہ ہوگیا[3]۔ امام الحرمین نے جب وفات پائی تو
تمام شہر نیشاپور کے بازار انکے ماتم میں بند ہوگئے۔ اور جامع مسجد میں جس منبر پر وہ
خطبہ پڑھا کرتے تھے وہ توڑ دیا گیا۔ اسی طرح جب امام ابویعلی موصلی کا انتقال ہوا
تو اکثر بازار شہر کے بند کردئے گئے[5]۔ امام ابوجعفر طبری کی قبر پر کئی مہینے تک شب
روز نماز جنازہ پڑھی گئی[6]۔ امام ابن ابی داؤد کے جنازے کی نماز اسی دفعہ ادا ہوئی
کل نمازیوں کا تخمینہ کیا گیا تو تین لاکھ ہوا[7]۔

۱ (ابن ج ۲ ص ۱۲۴) ۲ (ابن ج ۱ ص ۲۱۱) ۳ (ابن ج ص ۲۳۳) ۴ (ابن ج ۱ ص ۲۸۸)
۵ (تذ ج ۲ ص ۲۷۵) ۶ (تذ ج ۲ ص ۲۸۲) ۷ (تذ ج ۲ ص ۳۳۳)

مخالف فرقونکی محبت ہماری علما کے ساتھ

امام ابو العلاء ہمدانی سے خوارزم کے لوگ جو عموماً معتزلی تھے نہایت محبت رکھتے تھے۔ حالانکہ امام ممدوح کو اپنے مذہب حنبلی میں بہت شدت تھی[1]۔ بغداد کے اہل سنت وجماعت اور شیعہ میں ایک بار تنازع ہوا تو فریقین نے امام ابن جوزی کو فیصلہ کیلئے حکم قرار دیا[2]۔ ایک زمانہ میں دمشق کا حاکم جو شیعی تھا خطیب بغدادی سے برہم ہو گیا تھا۔ اوس نے کوتوال شہر کو یہ ایما کر دیا کہ خطیب کسی حیلہ سے قتل کر دئے جائیں۔ امام ممدوح کو جب اس سازش کی خبر ہوئی تو اونھوں نے شریف ابو الحسن کے مکان میں پناہ لی۔ جب کوتوال نے اون سے خطیب کو طلب کیا تو شریف موصوف نے فرمایا کہ خطیب کا قتل بالکل خلاف مصلحت ہے۔ اگر وہ قتل کئے گئے تو یاد رکھو کہ عراق کے شیعوں کی ایک جماعت اون کے ساتھ قتل ہو جائیگی[3]۔

غیر مذہب کی لوگون کی محبت علما کے ساتھ

عباد ابن عوام ناقل ہیں کہ جب امام منصور تابعی کا جنازہ اُٹھایا گیا تو میں حاضر تھا۔ میں نے دیکھا کہ مسلمانونکی علاوہ یہود اور نصارا اپنے اپنے گروہ جدا جدا قائم کئے ہوئے اون کے جنازے کے ساتھ تھے[4]۔ امام ابو العلاء کبھی کبھی (ہمدان سے) اپنے وطن کو جمعہ پڑہنے جایا کرتے تھے۔ جب وہ تشریف لیجاتے تو اہل شہر آن کی مشایعت کے لئے شہر سے باہر کھڑے ہو جاتے۔ ایک جماعت مسلمانوں کی ہوتی اور ایک گروہ یہودیون کا۔ جب اونکو دیکھتے تو دونوں فریق دعا دیتے[5]۔ ابو الفتح کمال الدین

---

[1] (تذ ج۴ ص ۱۲۰) [2] (ابن ج ص ۲۷۹) [3] (تذ ج۳ ص ۳۲۷)

[4] (تذ ج ص ۱۲۷) [5] (تذ ج۴ ص ۱۲۰)

شافعی کے پاس یہود اور نصارا توراۃ اور انجیل پڑہنے آیا کرتے تھے۔ فقیہ ممدوح نے اُنکے ماننے والونکی خاطر ان دونوں کتابونکی شرح لکھی تھی[1]۔ امین الدولہ ابن تلمید بغداد کے مشہور عیسائی طبیب کا مکان شہرۂ روزگار مدرسہ نظامیہ کے پڑوس میں تھا۔ جب کوئی طالب علم مدرسہ مذکور کا بیمار ہوتا تو یہ نیک دل طبیب اوس کو اپنے مکان پر لے آتا اُسکا علاج کرتا اور ہر قسم کی آسایش کی خبر رکھتا۔ اور بعد صحت پھر مدرسے میں پہونچا دیتا۔ طبیب موصوف کے حالات پڑہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تہذیب نفس اور شرافت خصلت میں وہ بے نظیر تھا۔ جب اُسنے وفات پائی تو (ابن خلکان کہتے ہیں) کہ شہر بغداد کے دونوں حصوں میں کوئی قابل ذکر شخص ایسا نہ تھا جو اُس کے جنازے کے ساتھ گریہ میں نہ آیا ہو[2]۔

علما کی معاشرت کے متعلق بعض اور حالات

انکا لباس عرب کا ایک مشہور مقولہ ہے الناس باللباس۔ علماے کرام جو باطنی خوبیوں سے آراستہ تھے اُنکے حالات شاہد ہیں کہ ظاہری صفائی اور پاکیزگی کی جانب سے بھی اُنکو بے توجہی نہ تھی۔ امام دار الہجرت حضرت مالک لباس نہایت پاکیزہ اور قیمتی پہنتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ میں نے اپنے شہر (مدینہ طیبہ) کے فقہا دیکھے سب کو خوش پوشاک دیکھا۔ امام ممدوح جس مکان میں نشست فرماتے تھے وہ نہایت پاک صاف رہتا تھا۔ اوس میں چاروں طرف مسندیں بچھی رہتی تھیں اور ہر مسند پر جُدا جُدا تکیے مہیا رہتے۔ اُن کی مجلس کا یہ دات تھا کہ کوئی

[1] (ابن خ ج ص ۱۳۴) [2] (ابن خ ج ۲ ص ۱۹۳)

بلند آواز سے بات نکرتا[1] . امام ابو حنیفہ بھی بہت خوش لباس تھے۔ حضرت عبد اللہ
ابن مبارک اُنکی نسبت فرماتے ہیں۔ کان حسن الوجہ حسن الثیاب ایک مرتبہ
اونکی ایک چادر کا تخمینہ کیا گیا تو تیس اشرفی ہوا۔ اور ایک دوسرے موقع پر اُنکی پیراہن
اور چادر کا اندازہ کیا گیا تو چار سو درہم ہوا۔ حماد اُن کے صاحبزادے فرماتے تھے
کہ میرے والد اس قدر خوشبو کا استعمال کرتے تھے کہ جب وہ کہیں جانے تو
لوگ خوشبو کی وجہ سے پہلے ہی سمجھ جاتے کہ امام اعظم آرہے ہیں[2]۔ شیخ الاسلام
ہروی جن کا زہد مشہور ہے جب باہر تشریف لاتے تو لباس فاخرہ اُنکے جسم پر ہوتا اور
بیش قیمت گھوڑا ران کے نیچے۔ اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ افعل ہٰذا اعزازاً
للدین۔ یعنی میں یہ اظہار حشمت دین کے معزز کرنیکے واسطے کرتا ہوں[3]۔

جسمانی ریاضت ہم نے اس تحریر میں بعض عنوان ایسے قائم کئے ہیں
جو نظر بحالات موجودہ علمائے کرام کے ذکر میں اجنبی بلکہ بے محل معلوم ہوتے ہیں
اُنھیں میں سے غالباً یہ سرخی بھی ہے۔ ہمارے قدیم مدارس میں جسمانی ریاضت کا
مسئلہ لوں پتا نہیں ہے بر خلاف اُنکے مدارس جدیدہ تعلیم علوم کے برابر اس کو بھی اہتم
بالشان خیال کرتے ہیں۔ ان دونوں حالتوں کے دو مختلف اثر پیدا ہوئے ہیں
نئی روشنی کے لوگ تو اسکو ترقی جدید کا ایک جلوہ سمجھ رہے ہیں۔ پرانی فیشن کے
بزرگ اس کو داخل لہو و لعب اور ثقاہت و متانت کے خلاف تصور فرما رہے ہیں
تاریخی عدالت سے یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ دونوں خیال واقعیت سے دور ہیں۔ اہل علم
میں جسمانی ریاضت کا اہتمام نہ تہذیب جدید کا نتیجہ ہے اور نہ خلاف متانت و وقار ہے

---

[1] (تذکرہ ص ۱۹۱) [2] (خیرات حسان ص ۳۲ و ۹۱) [3] (تذکرہ ص ۳۸۱) سے صوفت اور لباس دونوں پاکیزہ ۱۲

صدہا برس گزرے جب بھی ہمارے علماء مردانہ ورزشوں کے پابند تھے اور جو لوگ پیشوائے اُمت مانے گئے ہیں اُنہوں نے اسکی طرف خاص توجہ فرمائی ہے۔ لہذا اس طریقے کو نہ جدید کہہ سکتے ہیں اور نہ خلاف شان علماء۔ علما کے حالات ایک طرف۔ تیراندازی اور گھوڑے کی سواری کی مشق کی تاکید حضرت سرور کائنات نے فرمایا ہے۔ اور صحیح بخاری میں اُس گھوڑ دوڑ کا ذکر ہے جسکا اہتمام آپنے بنفس نفیس فرمایا تھا۔ اور جسمیں عبداللہ ابن عمرؓ بھی ایک گھوڑے پر سوار تھے۔ اور اوس اونٹوں کے دوڑ کا مذکور ہے جسمیں آنحضرتؐ کی سواری کی اونٹنی دوڑی تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جسمانی ریاضت ہمارے اہل علم کا خاص شعار ہونا چاہئے۔ اس رسالہ کی تحریر کے لئے جو کتابیں میں نے دیکھیں اُن سے ثابت ہوا کہ علمائے سلف کی عمریں عموماً بڑی ہوئی ہیں اور اخیر عمر تک اُنکے قویٰ کام دیتے رہے ہیں۔ یہ حقیقۃً اسی ریاضت کا کرشمہ تھا جسکے وہ عادی تھے۔ ورنہ اس زمانے کی طرح ضعف دماغ اور جسمانی کمزوری اُس زمانے کے علما کی بھی خاص علامت قرار پاتی۔

امام ابن عون تابعی کے حالات میں لکھا ہے کہ اُنکو گھوڑے کی سواری کا شوق تھا۔ ایک مرتبہ اُنہوں نے گورخر میدان میں گھیر کر مارا تھا۔ گورخر کی چالاکی مشہور ہے اوس کو میدان میں گھیرنا اور تلوار نیزہ یا تیر سے شکار کرنا بہت دشوار ہے۔ اس واقعے سے امام ممدوح کی اعلیٰ درجے کی شہسواری اور فنون شکار سے پوری واقفیت کا نشان ملتا ہے۔ امام شافعی نے تیراندازی میں وہ ملکہ حاصل کیا تھا کہ قریش میں

ع علامہ عینی نے ہدایہ کی شرح بنایہ جب لکھی ہے تو اُنکا سن نوے برس سے تجاوز کرچکا تھا۔ کتاب مذکور کے خاتمے میں اُنہوں نے اس امر کی تشریح کی ہے اور فرمایا ہے کہ اس شرح کے لکھنے کا اتفاق اکثر شب کو ہوا۔ 1 (ذیل ص ۱۴۰)

انکا ثانی نہ تھا - اور یہہ کمال بہم پہونچایا تھا کہ اُنکے تیر وس نشانے سے اُڑادیتے تھے[1]

امام بخاری کو بھی تیر اندازی کا خاص شوق تھا - اور اکثر گھوڑے پر سوار ہو کر شہر سے باہر اوس کی مشق کے لئے تشریف لیجاتے تھے - اُن کا ہاتھ بھی ایسا سچا ہو گیا تھا کہ کم تیر خطا جاتے تھے علامہ ابو القاسم شافعی کی نسبت ابن خلکان لکھتے ہیں -

کان علامۃ فی الفقه والتفسیر والحدیث والاصول والادب والشعر وعلم التصوف جمع بین الشریعۃ والحقیقۃ - جو لوگ ابن خلکان کی پر احتیاط روش تحریر سے واقف ہیں وہ میرے اس بیان کی تصدیق کرینگے کہ مورخ مذکور نے یہ الفاظ محض گرمی سخن اور آرائش بیان کے واسطے نہیں لکھے ہوں گے بلکہ واقعات نے یہہ الفاظ اونکے قلم سے لکھوائے ہونگے - ہم کو اس موقع پر یہہ بیان کرنا ہے کہ علامہ ممدوح کو اتنے علوم میں کمال پیدا کرنے کے ولولے میں بھی جسمانی ورزش اور فنون ریاضت کی طرف سے بے توجہی نہیں ہوئی - اور ان مشاغل عالیہ کے ساتھ اونہوں نے گھوڑے کی سواری اور مردانہ فنون میں وہ مشق بہم پہونچائی کہ اُن کی چابک سواری اور استعمال اسلحہ کی مہارت مرتبہ کمال کو پہونچی ہوئی تھی[2]

اپنا کام خود کرنا جو لوگ اپنا کام خود کرتے ہیں اون کو اپنی ذات پر بھروسہ اور اعتماد ہوتا ہے اور اسی اعتماد نے دنیا میں بڑے بڑے کرشمے دکھلائے ہیں - جو لوگ اپنا کام خود نہیں کرتے اُن کے دل میں ایک قسم کی بزدلی پیدا ہوتی ہے اور یہہ بزدلی انسانی حوصلے اور عزم کا بالکل ستیاناس کر دیتی ہے - حضرت سرور کائنات کے حالات مبارک میں لکھا ہے کہ حضور اپنا کام خود دست مبارک سے

[1] (تذکرہ ص ۳۳۱) [2] (مقدمہ ص ۵۶۶) [3] (ابن خ ص ۳۰۰)

فرمایا کرتے تھے۔ بکریوں کا دودھ آپ دوہ لیتے۔ پھٹا کپڑا خود سی لیتے۔ نعلین مبارک ٹوٹ جاتیں تو اون کو اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیتے غرض اپنے کام کیلئے دوسروں کو کم تکلیف دیتے۔ آپ کے خادم حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ دس برس میں آپ کی خدمت میں رہا اس عرصے میں میں نے آپ کی خدمت اس قدر نہیں کی جتنی آپ نے میرے کام فرما دئیے۔ علماء سلف کے حالات شاہد ہیں کہ انھوں نے اپنے پیشوائے ملت (روحی فداہ) سے یہ سبق بھی حاصل کیا تھا اور جو قوتیں خداوند تعالیٰ نے انکو عطا فرمائے تھے اونکا پورا شکر بجا لاتے تھے۔ امام ابن طاہر جب فن حدیث کی تحصیل کیلئے امام حبال کی خدمت میں حاضر ہونے چلے تو لوگوں نے اونکو جتایا کہ امام موصوف بازار سے اپنا کام خود کر لاتے ہیں وہاں بھی انکو تلاش کر لینا۔ چنانچہ جب یہ انکے شہر میں وارد ہوئے تو اول بازاروں میں گشت لگایا۔ تلاش کرتے کرتے اون کو امام حبال ایک عطار کی دوکان پر اس ہیئت سے ملے کہ دامن میں وہ تمام ضرورت کی چیزیں بھری ہوئی تھیں جو وہ بازار سے خرید کر لائے تھے۔ اس واقعہ کی قدر اُس وقت بہت بڑھ جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ امام ممدوح کی عمر اُس زمانہ میں اناسی برس کی تھی۔[1] ابو الاسود دؤلی واضع فن نحو پر اخیر عمر میں فالج گرا تھا اور اوس کے اثر سے اُنکے ہاتھ پانوں مؤف ہو گئے تھے۔ اس معذوری کی حالت میں بھی وہ ہر روز پانوں گھسیٹتے ہوئے بازار کو جاتے اور اپنا کام کر لاتے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ضرورت اون کو اس تکلیف کرنے پر مجبور کرتی تھی کیونکہ ابو الاسود بہت آسودہ تھے اور بہت سی خادم

---

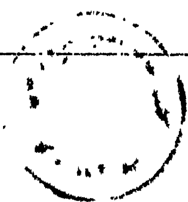
[1] (تذ ج۲ ص ۳۸۵)

اُن کی سرکار میں حاضر رہتے تھے۔ ایک روز کسی نے اُن سے ازراہ تعجب دریافت کیا کہ اس قدر خادموں کے ہوتے ہوئے یہ شاق مصیبت ہر روز کیوں برداشت کیجاتی ہے اُس ادیب نے یہ پُرمعنی جواب دیا کہ بات یہ ہے کہ آمد شد میں اتنا نفع ہے کہ جب میں گھر میں لوٹ کر آتا ہوں تو لڑکے بھی کہتے ہیں کہ آگئے لونڈیاں بھی کہتی ہیں کہ آگئے۔ اگر میں گھر میں پا شکستہ ہو کر پڑا رہوں تو بکریاں مجھپر پیشاب بھی کریں تو بھی کوئی خبر نہ ہو[1]۔ یہ مقولہ عجب حکمت انگیز ہے۔ اور شخصی حالت سے لیکر قومی حالت تک یکساں موثر ہے۔ دنیا میں جو کچھ گرمی ہنگامہ ہے وہ سب حرکت کا نتیجہ ہے۔ اور سکون ملکوں اور قوموں کی رونق کو درہم برہم کرنے والا ہے۔ جو قومیں ہاتھ پاؤں چھوڑ بیٹھی ہیں وہ پامالی کے سوا اور کس چیز کی توقع اس عالم میں رکھتی ہیں۔ امام بخاری نے شہر بخارا کے باہر ایک مہمان سرا بنوائی تھی۔ اُس کی تعمیر کے وقت جو مزدور معماروں کو اینٹیں پہونچاتے تھے اُن میں خود امام بخاری بھی شامل تھے۔ یہ امام زبانی اپنے سر پر اینٹیں رکھکر لیجاتے اور راجوں کو دیتے۔ ایک شاگرد نے ازراہ دلسوزی ایک روز عرض کی کہ آپ کو اس محنت کی کیا ضرورت ہے۔ امام ممدوح نے فرمایا کہ هٰذا الذی ینفعنی[2] نفعنا الله تعالیٰ باتباع السلف الصالحین واٰخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔



[1] ابن خ ص ۱۴۱ (۲۴) [2] (مقدمہ ص ۵۶۷) [3] یہ وہ کام ہے جو مجھکو نفع دیگا۔

مضامین



بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ مصنفان اسلام

ہجرت کی دوسری سے آٹھوین صدی تک مسلمان علمی سرمایون پر تنہا قابض رہے - کچھ تو مذہبی جوش تھا اور کچھ بنی امیہ اور بنی عباس کی فیاضیون نے اون ہمتون کو اس قدر بلند کر دیا تھا کہ دوسری اور تیسری صدی مین جو ترقی اوس کو ہو گئی وہ پھر نصیب نہ ہوئی - مذہب نے تو اتنا کیا کہ اون کو ان علوم شوق ہو گیا جن کو دین محمدیؐ سے زرا بھی تعلق تھا - لیکن ان فیاضیون نے اس شوق کو چند قدم اور آگے بڑھایا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ یونان کے سارے علوم و فنون مسلمانون مین امنڈ آئے - سنہ ۸۰ ہجری کے پس و پیش مین خالد بن یزید اموی نے یونانی زبان دانون کو جمع کیا اور ترجمہ کی خدمت دی - عبد الملک بن مروان اموی کے حکم سے نصر بن عاصم نے سنہ ۹۰ کے پس و پیش مین نقطون کو باترتیب وضع کیا جس سے ب ت ث وغیرہ

حرفون مین تمیز پیدا ہوئی۔ اسی خلیفہ کے عہد مین عربی زبان دولت اسلام
کے تمام محکمون مین لیلیگئی جس سے وہ رفتہ رفتہ مصر۔ شام اور عراق کی مادری
زبان ہوگئی۔ اس کے بعد ہارون عباسی نے ترجمہ و تصانیف کا ایک بڑا محکمہ
بیت الحکمت قائم کیا جہان ژند۔ یونانی۔ سریانی۔ سنسکرت زبانون سے
عربی مین کتابین ترجمہ ہوئین۔ اس کے محکمہ مین حنین بن اسحاق۔ ثابت بن
قرۃ۔ جیش بن الحسن وغیرہ نامور عیسائی مترجم پانچ پانچ سو اشرفی ماہوار پر مقرر
ہوئے۔ اور دو سو برس کے اندر ہی اندر بیت الحکمت نے یونان اور روم
کا سارا علمی خزانہ خالی کر دیا۔ اس عہد مین فضل بن یحیی برمکی کے اہتمام سے
کاغذ بنانے کا کارخانہ جاری ہوا۔ مامون عباسی کا جوش اس سے
کہین بڑھا ہوا تھا اوس نے صرف اس شرط پر شاہ یونان سے صلح
دائمی اور ایک سو چالیس من سونا دینے کا وعدہ کیا کہ وہ حکیم لیو کو اجازت
دے کہ کچھ دنون امیر المومنین کو فلسفہ آکر سکھا جاے۔ مامون پہلا خلیفہ
ہے جس کے عہد مین دمشق۔ شماسیہ اور بغداد مین رسدگاہین قائم ہوئین
اوس نے صحراے سنجار مین اس قول کو تجربہ سے تحقیق کیا کہ کرہ ارضی کا محیط
چوبیس ہزار میل ہے۔ چوتھی صدی سے پہلے جبکہ اسلام مین کوئی سررشتہ
تعلیم نہ تھا۔ ہم دیکھتے ہین کہ یزید بن ہارون المتوفی سنہ ۲۰۶ ہجری کے حلقہ
درس مین ستر ہزار طلبا کا ہجوم رہتا تہا۔ جامع بصری مین امام بخاری نے
جب لیکچر دینے شروع کئے تو دس ہزار کے قریب محدثین۔ فقہ۔ خواص
اور اہل مناظرہ شامل ہوئے ایجاد و اختراع مین بھی مسلمانون نے کوئی
دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ چنانچہ عربی زبان مین ایک ہزار چار سو مستند تاریخین
لکھی گئین۔ حافظ مقریزی نے سنہ ۸۲۰ کے پیش و پیش مین علم البیان کے

چند قاعدے لکھے جن کو متاخرین نے وسعت دی۔ قطرب المتوفی ۲۰۶ھ نے علم لغت وضع کرکے "کتاب المثلث" اس علم مین لکھی جس کی اکثرون نے تقلید کی۔ ابن المعتز عباسی المتوفی ۲۹۶ھ نے علم بدیع ایجاد کیا۔ امام غزالی نے تہافت الفلاسفہ علم کلام مین سب سے پہلے کتاب لکھی۔ اور ثابت کیا کہ فلسفہ یونانی جس قدر اسلام کے اصلی مسائل سے مختلف ہے خود غلط ہے۔ ثابت بن ناصر دمشقی یزید ثانی کے عہد مین ایک نامی فلاسفر تھا۔ اس نے آلات جاذب برق ایجاد کئے جن کے ذریعہ سے قوت کہربایہ بجلی کو بادلون سے جذب کرتی تھی۔ یزید نے ثابت کی اس ایجاد پر پانچ لاکھ روپیہ اوسے عطا کیا۔ عبدالملک بن مروان کے عہد مین جنگی جہاز بنائے گئے۔ لوہا پگلا کر ڈھالا گیا۔ ۲۹۰ھ کے پس و پیش مین علی بن تغلب گھڑی سازی مین مشہور رہا۔ زبیدہ خاتون نے شموم عنبری کو بزم تکلف مین جگہ دی۔ جغرافیہ کو وسعت دی گئی اور مختلف مقامات کے نقشے تیار ہوئے۔ سلیمان المتوفی ۲۳۷ھ نے ہند۔ چین اور لنکا کا سفر کرکے اپنے سیاحت کے حالات قلم بند کئے۔ مسلمان علم ہندسہ مین مشغول ہوئے اور اونہون نے اوس مین جیوب کو داخل کیا۔ یونان کے علم مثلث کو ارقام مین لائے۔ محمد بن موسیٰ المتوفی ۲۵۹ھ نے جبر و مقابلہ وضع کیا۔ علم ہیئت مین بنالی۔ ہیئت دان نے زمین کے نقطہ راس اور نقطہ ذنب کے منتقل ہو جانے کو دریافت کیا۔ بعض رصدگاہون مین مسلمانون نے دائرۃ البروج کے اوس میلان کو بھی دریافت کر لیا جو خط استوا کی طرف ہے۔ ابو ریحان بیرونی ایک نامی منجم نے ۳۸۰ھ کے پس و پیش مین حرکت زمین معلوم کی علم مناظرہ مین مسلمانون نے السکاس کا قاعدہ

دریافت کیا۔ کیمیا کو اصول پر قائم کرکے علم کی حیثیت مین لے آئے۔ ابن حشیم نے روشنی کی حرارت اور جسمیت کو بدلائل ثابت کیا علم طب مین چیچک۔ سنگریزہ وغیرہ بیماریون کے لئے علاج تجویز کئے گئے اور بہت سی نئی دوائیون کا اس علم مین اضافہ ہوا۔

سنہ ۴۰۰ھ سے باقاعدہ درس گاہون کی تعمیر بھی شروع ہوگئی۔ خاص شہر بغداد مین ۷۰۰ مدرسے قائم ہوئے جن مین ۳۰ بڑے کالج شامل تھے لیکن زیادہ سربرآوردہ دو کالج تھے ایک آل سلجوق کا "نظامیہ" جس مین چھ ہزار طلبا زانوی ادب تہ کرتے تھے اور جس کا سالانہ نظام الملک نے ۱۵ ہزار دینار مقرر کیا تھا۔ دوسرا آل عباس کا "مستنصریہ" جس کا سالانہ بیت المال سے ۶۰ ہزار مثقال (یعنے ۴ لاکھ ۲۰ ہزار روپیہ کے قریب تھا) بغداد کی طرح اصفہان مین ۸۴۔ دمشق مین ۷۵ بیت المقدس مین ۴۸۔ نیشاپور مین ۵۔ قاہرہ مین ۲۰۔ قرطبہ مین ۸۰ نامی گرامی مدرسے مختلف وقتون مین قائم ہوئے۔ خاندان عباسیہ کو دیکھکر والیان اندلس کو بھی علمی ترقی کا خیال ہوا اور اون کی توجہ سے قرطبہ رشک بغداد ہوگیا۔ عبدالرحمن ناصر نی قسطنطنیہ افریقہ۔ مصر۔ شام۔ فارس۔ عراق وغیرہ ملکون سے کتابین منگوائین اور اپنے زمانہ کے مولفون کو انعام بھی دیا یہان تک کہ اوس کے پاس ۴ لاکھ کتابین جمع ہوگئین جس سے یہ فائدہ ہوا کہ اندلس مین جم غفیر فلاسفرون کا پیدا ہوگیا۔ ابن ماجہ۔ ابن رشد کے نامون سے کون واقف نہین۔ ابن فرناس وہان پہلا شخص ہوا جس نے پتھر سے شیشہ بنایا معرفت اوقات کا آلہ اختراع کیا اور ہوا مین اڑنے کے لئے ایک کل تیار کی ابن طفیل اندلسی نے سنہ ۵۰۰ھ کے پس وپیش مین ایولیوشن تھیوری کو ظاہر کیا۔ قرطبہ پہلا شہر ہے جس کی سڑکین پختہ کی گئین اور رات کیوقت اونپر لالٹنون سے روشنی کی گئی۔ غرناطہ مین ۱۳۰ پن چکیان دن رات چلتی تھین

اشبیلیہ (سویل) مین ایک لاکھ کارخانے تھے جہان زیتون کا تیل نکالا جاتا تہا
تصنیف وتالیف کا یہ عالم تھا کہ ایک وقت مین قرطبہ مین ۱۵۰۔ مالقہ مین ۵۳ مریہ مین
۵۲ - پرتگال مین ۵۵ - اور مرسیلیا مین ۱۷ کتابین لکھی گیئن (اسبیلیہ - غرناطہ - بلنیہ
وغیرہ شہرون کا تو کچھ ذکر ہی نہین) یورپ کی استادی کا فخر بھی اندلس کو حاصل ہوا
جوبرت فرانسیسی سنے یہان مدتون تعلیم پائی اور جب وہ ۹۹۹ء مین پوپ ہوگیا تو اُس نے
اطالیہ مین دو مدرسہ کہولے - اسی شخص نے ارقام ہندسہ کو عرب سے سیکہکر یوروپ
مین شائع کیا - فاطمیہ خلفا نے بھی اس طرف رجوع کیا - مقریزی مورخ کا بیان ہے
کہ عزیز باللہ فاطمی المتوفی ۳۸۶ھ کے محل (واقع القاہرہ) مین ۴۰ کتب خانے تھے" ایک
اور مورخ کسی قدر مبالغہ کے ساتھ لکھتا ہے کہ ان کتب خانون مین ۱۷ لاکھ کتابین تھین
فاطمیہ کے عہد مین القاہرہ مین ایک پبلک لائبریری تھی جس کو "دار العلم" اور "دار الحکمۃ" کہتے
تھے اس زمانہ مین جامع ازہر مین ۱۲ ہزار طلبا دور دراز ملکون سے آکر فقہ - فقہ منطق
لغت - نجوم - حدیث - ریاضی - تفسیر - تاریخ کی تعلیم پاتے تھے - والیان مراکش -
اس وجہ سے زیادہ قابل ذکر ہین کہ دنیاوی اسلام مین جو پہلا حربی تعلیم گاہ قائم ہوا
وہ عبد المومن والی مراکش کے حکم سے ہوا - اس تعلیم گاہ مین ۳ ہزار طلبا شریف خاندان
ہم عمر نوجوان داخل تھے جن کو وہان مار الطلبہ القاضی حفظ کرنے کے سوا فن سپاہگری بھی
سکہایا جاتا تہا - عبد المومن ان کو القصر مین جمع کر کے امتحان لیا کرتا تہا - یونیورسٹی
فاس (واقع مراکو) مین مصر - اندلس اور فرانس سے طلبا بغرض تدریس آتے تھے
یہ یونیورسٹی ۳۸۰ھ کے پس وپیش مین قائم تھی اس سے پہلے دنیا مین کوئی یونیورسٹی
نہین ہوئی -

غرض مسلمانون نے کائنات کے خزانون کو ہمت سے لیا استقلال سے
رکہا اعتدال سے برتا - دنیا کے پردے پر ناگہانی ترقی کی سب سے پہلی

اور سب سے پہلی مثال قائم کی۔ ادہر میدان شجاعت مین اونہون نے کسریٰ اور قیصر کو نیچا دکہایا ادہر میدان فضیلت مین یونان کو دبایا اور یورپ کو سکہایا۔ اندلس فتح کیا اور قرطبہ مین روز افزون ترقیان کین جس کی نسبت یہ مشہور ہوا کہ "اگر پرند کا دودہ لینا ہو تو وہان جاؤ"۔ آسمان علم کا آفتاب اگر بغداد اور القاہرہ کے مینارون پر جگمگا رہا تہا تو ماہتاب قرطبہ اور غرناطہ کے گنبدون پر۔ مگر آٹھوین صدی کے ساتہہ ان ترقیون کا خاتمہ ہوگیا۔ تنزل شروع ہوا آفتون کو ساتھ لایا جن سے مسلمانونکو اس قدر ربط ہوگیا کہ وہ ترقیان جن کا آگے دن اون مین ظہور رہتا نہ جانتی ہین اور نہ جاننا چاہتے ہین۔ لیکن یہ ان کی غلطی ہے۔ لاطانی زبان مین ایک مثل مشہور ہے کہ "نبوت کی آنکھہ ماضی کو دیکھتی ہے"۔

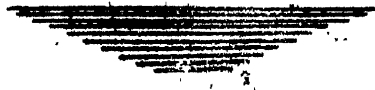
بگڑی ہوئی قوم کے لئے یہ پیش بینی زیادہ ضروری ہے۔

زمانہ کا قاعدہ ہے کہ بیشتر دان قوم کی سرگرمی افسردگان قوم کے ولولے بڑہاتی ہے گذشتہ مصائب سے نصیحت لینا گذشتہ معارج کو عبور کرنا ترقی دوبہودی کی جڑ ہے۔ بزرگون کی سرگذشت ہم کو بتاتی ہے کہ ہم بھی اپنی زندگی اعلیٰ بنا سکتے ہین۔ اس مختصر رسالہ مین سلف کے اون نامی گرامی مصنفون کا بیان ہے جو دنیائے اسلام مین بے شمار تصانیف چہوڑ گئے ہین۔ جو عالم تاریخ مین خلف سے باتین کرنے پر سب سے زیادہ مستعد و آمادہ نظر آتے ہین۔ افسوس آمادہ اس لئے کہ باوجود اس کثرت اور باوجود اس افراط کے ہم مین سے خال خال کو اتنی توفیق ہے کہ اون کی باتون سے سبق لے۔ سبق بھی وہ سبق جس نے اون کو اپنے وقتون مین استاد ہی نہین بلکہ روے زمین کا مالک بنا دیا تہا اگر مالک تہے عالم بھی ضرور تہے۔ عالم کی دنیا کا ایک کنارہ وادی الکبیر تہا تو دوسرا دریاے سندھ تہا۔ مگر اس دنیا نے پاؤن پہیلاے

ہم کو دغا دی - آسمان سے بیرخی کی - ہم تاریکی مین آئے - دن نکل آیا - مگر ہمارے لئے ابھی رات ہے - نہ ہم مین وہ ہمت ! اور نہ ہم مین وہ جرأت !! نہ ہم مین وہ جوش !! اور نہ ہم مین وہ خروش !!

ابن حنیف

۲۳ + ۳ + ۱۸۹۵ء



مصنفان اسلام

ابو العلا احمد بن عبد اللہ بن سلیمان بن محمد بن سلیمان بن داؤد تنوخی ۔ ربیع الاول ۳۶۳ھ کو معرۃ النعمان مین پیدا ہوا۔ قدرت نے اوسے شاعرون کے عالم گرد وصف سے محروم نہ رکہا۔ چنانچہ یہہ چار برس کا تھا کہ چیچک سے اوس کی آنکھین جاتی رہین اور یہہ بھی ہومر۔ ملٹن وغیرہ نامور شاعرون کی طرح اندہا ہوگیا۔ اوس کو تصانیف کا نہایت شوق تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہان وہ شعر مین لاثانی تھا وہان صرف و نحو۔ ادب و معنی مین بھی اپنا آپ ہی نظیر تھا۔ علم ادب مین "الایک والغصون" ایک کتاب لکھی جو ۱۰۰ جلد مین ختم ہوئی۔ نظم مین کتاب "لزوم مالایلزم" ۵ جلدون مین تالیف کی۔ کتاب "ضوء السقط۔ کتاب لامع العزیز۔ کتاب ذکری حبیب۔ کتاب غیث الولید کتاب معجز احمد۔ کتاب زند السقط (شرح ضوء السقط) وغیرہ سب بے نظیر کتابین تصنیف کین اور ربیع الاول ۴۴۹ھ مین وفات پائی۔

احمد تقی الدین بن عبد الصمد مقریزی مصری دنیاے اسلام کے مورخ تھے۔ تاریخ مین انہون نے جو کتابین لکھین اون مین سے چند کتابون کی فہرست دیجاتی ہے:۔

المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار (۲ جلد) امتاع الاسماع (۶ جلد) الجر عن البشر (۴ جلد) السلوک فی معرفۃ دول الملوک (۴ جلد) تاریخ الکبیر المقفی فی تراجم اہل مصر والواردین الیہا۔ (ابو المحاسن کہتا ہے کہ اگرچہ کتاب ختم ہو جاتی تو ۸۰ سے زیادہ جلدون مین پوری ہوتی۔ "الالمام باخبار من بارض الحبشۃ من الملوک الاسلام" (یہ کتاب ۱۷۹۰ع کو لنڈن مین چھاپی گئی) مجمع الفوائد (۸۰ جلدون مین ختم ہوئی) کتاب فی الغنا - کتاب فی الاجسام المعدنیہ وغیرہ وغیرہ۔ علامۂ مقریزی ۷۶۶ھ مین پیدا ہوئے اور ۸۴۵ھ مین انتقال کر گئے۔ وہ بعلبکی الاصل تھے مصر مین رہا کرتے تھے۔ شافع المذہب تھے۔ تاریخ مصر مین اون کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔

احمد بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت بغدادی المعروف بہ "خطیب" جمادی الآخر ۳۹۲ھ مین پیدا ہوئے علم حدیث اور تاریخ مین کمال دسترس پیدا کی بغداد کی بے نظیر تاریخ لکھی۔ فقہ ابو الحسین محاملی اور قاضی ابو الطیب سے حاصل کی اور اس علم مین بھی از بس امتیاز پایا۔ تصانیف کی تعداد ۱۰۰ سے کم نہین۔ ۴۶۳ھ ذالحجہ کے مبارک مہینے مین رحلت کی اور جناب بشر حافی کے مزار کے پاس مدفون ہوئے۔

احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی معروف بہ "ابن حجر" عسقلانی۔ عسقلان (واقع ملک شام) مین ۷۷۳ھ مین پیدا ہوئے۔ شعر۔ حدیث۔ تاریخ مین از حد شہرہ پایا۔ بے شمار کتابین تصنیف کین۔ اصابہ فی ذکر الصحابہ ۴ جلدون مین لکھی اور استیعاب و اسد الغابہ کی تمام باتون کو اس مین جمع کیا۔ صحیح بخاری کی شرح فتح الباری ۱۲ جلدون مین لکھی اور رجب ۲۵ برس کی مدت کی بعد ۸۴۲ھ مین یہ کتاب ختم کر چکے تو انہون نے شہر القاہرہ مین ایک بہت بڑا ولیمہ دیا جس مین

جملہ اکابر و عمال جمع تھے۔ ابن حجر نے صرف علم حدیث اور اس کے متعلقات میں چالیس کتابیں لکھیں۔ تعجیل المنفعت۔ المجمع المؤسس۔ بلوغ المرام۔ نزہتہ النظر مبہمات۔ تقریب التہذیب۔ تعریف مراتب الموصوفین بالتدلیس فی اسانید الاحادیث۔ المعجم المفہرس۔ الکافی الشاف وغیرہ اون کی مشہور تالیفات ہیں شہاب الدین آپکا لقب تھا حافظ القران تھے۔ شافعی المذہب تھے جسطرح حدیث میں آپ سرتاج تھے اسی طرح تاریخ میں مورخ مستند اور شعر میں شاعر مختار تھے۔ ۸۵۲ھ میں وفات پائی۔

احمد بن عمرو بن سریج امام شافعی علیہ الرحمتہ کے بہت بڑے مصاحبوں میں سے تھے اُن کو امام موصوف کے تمام مصاحبوں پر ترجیح دی گئی ہے حتی کہ مزنی پر بھی۔ شیخ ابو اسحق شیرازی کا بیان ہے کہ "ابو العباس احمد بن عمر مذکور نے ۴۰۰ کتابیں تصنیف کیں اور مذہب شافعی کی اشاعت میں دل و جان سے کوشش کی اور مخالفان مذہب کا رد لکھا اور اکثر یہ مذہب صرف احمد بن عمر کی وجہ سے پھیلا" علامہ موصوف نے ۳۰۶ھ میں وفات پائی اور بغداد کے محلہ کرخ نامی میں اپنے حجرے کے اندر مدفون ہوئے اون کے مزار کی آج تک زیارت ہوتی ہے۔

احمد بن عیسی بغدادی کی ذکر ہے کہ ایک دفعہ موزے اون کے ہاتھ میں تھے کبھی اون کو سیتے تھے اور کبھی ادھیڑتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا یہ آپ کیا کرتے ہیں۔ کہا کہ "میں اپنے نفس کو مشغول کرتا ہوں اس سے پہلے کہ وہ مجھے مشغول کرے" جب سے اُن کا نام 'خزاز' پڑ گیا کیونکہ خرز پھٹے ہوئے موزوں کے سینے کو کہتے ہیں۔ آپ محمد بن منصور طوسی کے شاگرد تھے ذوالنون مصری۔ سری سقطی۔ بشر حافی۔ جنید بغدادی۔ عید بصری جیسے

جلیل القدر صوفیہ کی صحبتون مین رہے۔ تصانیف بکثرت چھوڑین جن کی تعداد کم وبیش... ہ بتائی گئی ہے۔ وہ پہلے شخص ہین جنھون نے علم فنا و بقا مین کچھ لکھا۔ شیخ الاسلام کی راے ہے کہ مشایخ مین کوئی ان سے بڑھکر نہین ہوا۔ مرتعش کا بیان ہے کہ "جب خراز حقایق مین کچھ کہتا ہے تو تمام عالم اوس کے سامنے ہیچ نظر آتا ہے"۔ علبی بغدادی فرماتے ہین کہ "دنیا مین ایک وہی تھا۔ وہ کیا گیا دنیا ہی نہین رہی"۔ غرض آپ کے اوصاف بیان سے باہر ہین۔ مدتون مصر مین رہے۔ برسون مکہ مین قیام رہا۔ آخر ۲۸۶ھ مین بزم آراے باغ جنان ہوئے۔

احمد بن یحیی بن اسحق المعروف بہ "ابن راوندی" راوند دل قہ اصفہان کا رہنے والا تھا۔ علم کلام مین بڑا دخل رکھتا تھا۔ شعر بھی کبھی کبھی کہہ لیتا تھا۔ کتاب فضیحۃ المعتزلہ کتاب التاج۔ کتاب الزمرد وغیرہ ۱۱۴ کتابین لکھین ۲۴۵ھ مین چالیس برس کا ہوکر مرگیا۔

امیر خسرو بن سیف الدین ۶۵۱ھ مین پیدا ہوئے چونکہ ان کے باپ قبیلہ لاچین کے امرا مین سے تھے اس لئے لوگ اون کو بھی امیر کہلایا کرتے تھے اونھون نے چھ بادشاہون کی خدمت کی۔ کتاب نہ سپہر علاؤالدین خلجی کے بیٹے قطب الدین کے لئے لکھی جس کے صلے مین اون کو ہاتھی کے وزن کے برابر سونا ملا۔ اول مین یہ غیاث الدین بلبن کے بڑے بیٹے محمد المعروف بہ شہید کے پاس رہا کرتے تھے اور ۵ برس تک اوسی کے پاس ملتان مین رہے۔ لیکن جب محمد مغلون کے ہاتھ سے مارا گیا تو یہ ملتان سے چلے آئے۔ احمد بلبن کے دربار مین محمد کا پر درد اور دلسوز مرثیہ کہکر لائے۔ جس کے سننے سے غیاث الدین کے دل کو ایسا صدمہ ہوا کہ اس صدمہ سے جانبر نہ ہوسکا۔ امیر خسرو نے

فن موسیقی مین بارہ نئے مقام ایجاد کئے اعجاز خسروی (۵ جلد) قرآن السعدین وغیرہ ۹۹ کتابین تصنیف کین۔ خود ان کا بیان ہے کہ مین نے ۴ لاکھ سے زیادہ اور ۵ لاکھ سے کم اشعار نظم کئے ہین۔ ان کا ایک کلیات بھی ہے جس مین ۸ ہزار کے قریب اشعار ہین۔ نظام الدین اولیا علیہ الرحمۃ سے آپ کو ارادت تھی اور اکثر صحبت بھی رہا کرتی تھی۔ چنانچہ جب ۷۲۵ھ مین آپکا انتقال ہوا ہے تو اونہین اولیا اللہ کے جوار مین مدفون ہوئے۔

ابو علی حسین بن عبداللہ بن سینا کی ذہانت اور علمیت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ سولہ برس کی عمر مین فضلاے نامدار اوس کے آگے زانوے ادب طے کیا کرتے تھے۔ فن طبابت مین اوس نے اعجاز کا رتبہ حاصل کیا تھا جس کی وجہ سے شمس الدولہ والی گورگان نے اوسے اپنا وزیر بنا لیا۔ اس وزارت مین اس کا یہ حال تھا کہ جب تک ۱۲۰ مریضون کا ہاتھ نہ دیکھہ لیتا کھانا نہ کھاتا تھا اور پھر وزارت کا کام بھی سرانجام دیتا تھا۔ ابن سینا پہلا شخص ہے جس نے مریضون کے علاج مین املتاس۔ راوند۔ املی۔ ہلیلہ۔ کاسنی وغیرہ دواؤن کا استعمال کیا۔ طبابت کی طرح فلسفہ مین بھی وہ گوے سبقت لیگیا تھا۔ چنانچہ اس فن مین اوس نے ۲۶ کتابین لکھین اور نیز خطۂ یونان کے حکماء کی اصلی غلطیان نکالین۔ طب کی علم مین ۸ کتابین لکھین جن مین زیادہ مشہور قانون (۱۴ جلد) اور شفا (۱۸ جلد) ہین۔ فقہ اور توحید مین ۱۲۰ کتابین لکھین جن مین سے حاصل محصول (۲۰ جلد) البر والاثم ۸ جلد مشہور ہین۔ لغت مین چار کتابین لکھین جن مین لسان العرب (۱۰ جلد) زیادہ ممتاز ہے۔ منطق مین ۹۔ علوم طبعی و ریاضی مین ۱۵۔ آداب۔ سیاست۔ موسیقی مین ۷ کتابین تالیف کین غرض اوس نے ۱۲ برس کی عمر سے لیکر مرتے دم تک ۱۰۰ کتابین لکھین۔ شمس الدولہ کے بیٹے تاج الدولہ نے اوسے اس جرم کی

تہمت لگاکر قید کر دیا کہ یہ علاؤالدین کے ساتھ مکاتبت رکھتا ہے۔ ابن سینا ۴ مہینے قید خانہ مین رہا جہان وہ زنجیرون مین جکڑا ہوا گھبرا گھبرا کے یہ شعر پڑھا کرتا تھا۔

رایت ابن سینا العادی الرجال ؛ وفی سجن مات اخس الممات

ترجمہ۔ مین نے دیکھا کہ ابن سینا لوگون سے بیر رکھتا تھا آخر وہ قید مین بری موت مرا۔

فلم یشف ماناب بالشفا ؛ ولم ینج من موتہ بالنجاۃ

ترجمہ۔ نہ شفا نے اُسے مرض سے شفا دی۔ نہ نجات نے اوسے موت سے نجات دی۔

(۵۸) برس سے زیادہ زندگی سنے وفا نہ کی اور ۲۸ کہ ماہ رمضان یوم الجمعہ کو ہمدان مین مدفون ہوا۔

رودکی۔ سمرقندی۔ ایران زمین کا پہلا شاعر ہے جس نے دیوان مرتب کیا۔ کلیلہ۔ دمنہ کو منظوم کیا جس کے صلے مین امیر نصیر بن نوح سامانی نے اُسی ۴۰ ہزار درہم عطا کئے۔ رودکی کے اشعار جن کی تعداد ۱۰ لاکھ تین سو بیس بتائی گئی ہے سو دفترون مین ختم ہوئے۔ یہ شاعر پانچوین صدی مین ہوا۔

سعید بن مبارک بن علی بن عبداللہ بن سعید بن محمد معروف بہ ابن دہان نحوی بغدادی کے زمانہ مین ابن خشاب ابن شجری ابن جوالیقی جیسے جلیل القدر نحوی موجود تھے۔ لیکن لوگ اس کو سب پر ترجیح دیتے اور سرآمد نحویان ملنتے تھے۔ اور واقعی ابن دہان اگر سیبویہ نہ تھا تو سیبویہ زمانہ تو ضرور ہی تھا۔ شعر بھی خوب کہتا تھا۔ علم نحو مین نہایت عمدہ اور نہایت بسیط کتابین لکھین۔ شرح ایضاح تکملہ (۴۳ جلدون مین) زہرۃ الریاض (۷ جلد) شرح اللمع (۲ جلد) کتاب العروض۔ کتاب الدروس۔ رسالہ سعیدیہ وغیرہ وغیرہ۔ ۴۹۴ھ مین پیدا ہوا ۵۶۹ھ مین وفات پائی۔

عبدالرحمٰن بن احمد المشہور بہ نورالدین جامی اپنے وقتون مین ملا کے

معنز نقب سے ملقب رہے - جام کے رہنے والے تھے۔ ۴۵ سے زیادہ کتابین لکھین جن مین سے نفحات الانس - سبحۃ الابرار - شرح کافیہ - یوسف زلیخا انشا بہارستان - شواہد النبوۃ ایسی کتابین ہین جن سے اہل ہند بھی ناآشنا نہین - علامہ موصوف شاعر بھی تھے چنانچہ ان کا ایک کلیات ہے جس مین ساڑھے آٹھ ہزار سے زیادہ اشعار ہین - آپ علم الٰہی - علم تفسیر - علم اخلاق - علم فلسفہ مین بھی پوری قابلیت رکھتے تھے - ملا عبد الغفور المتوفی ۹۱۹ھ مین شارح مشہور اور مفتی زمان آپ ہی کے شاگرد تھے - آپ ۸۱۷ھ مین عالم وجود مین آئے اور ۸۹۸ھ مین فوت ہوئے -

ابوالفرج عبد الرحمن ابن ابی الحسن علی بن محمد بن علی قریشی تیمی بکری بغدادی ۵۱۰ھ مین پیدا ہوئے - حدیث تاریخ اور ادب مین عجیب استعداد حاصل کی اور ان علوم مین تصنیفات بھی بکثرت چھوڑین - ابوالفرج اصل مین فرضۃ الجوز نامی شہر کا باشندہ تھا اور اسی وجہ سے اس کو ابن جوزی کے نام سے شہرت ہوئی بغداد مین وعظ کیا کرتا تھا - چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہان کے سنی اور شیعہ مین جناب صدیق رض اور جناب مرتضیٰ رض کی افضلیت پر بحث چھڑی معاملہ اسپر طے ہوا کہ ابن جوزی جو فیصلہ کردے وہ فریقین منظور کر لین - غرض لوگ اس تصفیہ کے لئے آئے تو وہ وعظ کر رہا تھا اور خلیفہ ناصر الدین اللہ بھی جو مذہب امامیہ کی طرف مائل تھا اوس کے وعظ مین شریک تھا - اوس نے جن الفاظ مین اون کا فیصلہ کیا وہ یہ تھے "من کانت بنتہ تحتہ" یعنی "وہ شخص کہ اس کی بیٹی اُسے بیاہ دی گئی" اہل سنت نے کہا کہ اس سے مراد ابوبکر صدیق رض ہین کیونکہ اون کی بیٹی عائشہ نبی آخر الزمان کے گھر مین تھین - اہل تشیع نے کہا اس سے مراد علی رض ہین کیونکہ آنحضرت کی بیٹی فاطمہ زہرا آپ کی

گھر مین تھین۔ اس حکایت سے معلوم ہو سکتا ہے کہ لوگون کے دلون مین ابن جوزی کی کس قدر وقعت تھی اور کس قدر عقل کی رسائی اور حاضر جوابی کا مادہ خدا تعالیٰ نے اون کو دیا تھا۔ علامہ مذکور کی تصنیفات کی نسبت بہت کچھ روایتین مشہور ہین مگر اس مین تو کچھ شک نہین کہ اونہون نے ۲۵۰ سے زیادہ کتابین تالیف کین۔ وہ مفسر بھی تھے۔ شعر بھی نفیس کہتے تھے تاریخ مین "کتاب المنتظم" لکھی جو بہت مشہور ہوئی۔ "زاد المسیر فی علم التفسیر" (۸ جلدون مین) لکھی جس کا ایک غیر مکمل نسخہ کتبخانہ خدیویہ مین موجود ہے۔ ۵۹۷ھ مین رمضان کے جمعہ کی رات کو انتقال کر گئے۔

عبد الرحمن بن کمال سیوطی۔ سیوط (واقع مصر) مین ۸۴۹ھ مین پیدا ہوئے۔ شافعی المذہب تھے ہر علم مین کتابین لکھین۔ کتاب موصوف الذکر مین اونہون نے اپنی تالیف کی ہوئی بیس کتابون کے نام بتائے ہین جو صرف تاریخ مین لکھی گئین۔ علم حدیث مین اور اوس کے متعلقات مین اونہون نے ۱۰۰ کتابین لکھین (اس تعداد مین شرح۔ تلخیص اور تالیف تینون شامل ہین) جن مین سے جامع الکبیر۔ خصایص الکبیر۔ انموذج اللبیب۔ مناہل الصفا۔ مسانید الصحابہ۔ الکلم الطیب۔ الدر النثیر۔ زہر الربی۔ جمع الجوامع۔ شرح الصدور۔ عقود الزبرجد۔ وصول الامانی۔ نخبۃ الفکر۔ ابواب السعادۃ الہیئۃ السنیہ وغیرہ کتابین کتب خانہ خدیویہ (واقع القاہرہ) مین بھی موجود ہین۔ علامہ موصوف مفسر بھی تھے۔ جلالین جو ایک مشہور تفسیر ہے انہین کی مدد سے لکھی گئی مفحمات الاقران فی مبہمات القران۔ الدر المنثور فی تفسیر بالماثور (۵ جلدون مین) بعضون نے سیوطی کی تصنیفات کا اندازہ کیا تو ۵۶۱ سے زیادہ نکلین علامہ موصوف نے ۹۱۱ھ مین قضا کی۔

عبد الملک بن حبیب السلمی اندلس کے سربرآوردہ مصنفون مین ان کا شمار

اول ہے۔ اونھون نے اپنی زندگی مین بے شمار کتابین تالیف کین جن کی مجموعی تعداد ایک ہزار بتائی گئی ہے۔ ان مین سے کتاب الواضح جو امام مالک کے مذہب مین ہے نہایت مفید اور نہایت بیش بہا ہے علامہ موصوف ذی ۳۹۵ھ مین وفات پائی۔

ابوالفتح - عثمان بن جنی نحوی موصل کا رہنے والا تھا۔ ۳۳۰ھ مین پیدا ہوا علوم عربیہ مین اس کو نہایت تبحر تھا۔ شعر گوئی کا بھی شوق تھا۔ چنانچہ اس کا شعر ہے۔

تحبب او تدرع او تعبا ؛ فلو والله لا ازداد حبا

ترجمہ - تو محبت کر یا نہ کر مین تو بخدا اس سے زیادہ محبت تجھ سے نہین کر سکتا

رمیت بسہمک کل قلبی ؛ فان رمت المزید فہاقلبا

ترجمہ - ایک ہی تیر مین تو میرا دل لیگیا   اگر اور تیر لگانیکی جی مین ہے تو لا اور ایک دل دے

ابن جنی نے نہایت ضخیم اور از حد بسیط کتابین تصنیف کین۔

نوادر فی العربیہ دو ہزار صفحے۔ شرح حماسہ ایک ہزار صفحے۔ تفسیر تصریف المازنی ایک ہزار صفحے۔ تفسیر معانی دیوان المتنبی ایک ہزار صفحے۔ محاسن فی العربیہ آٹھ سو صفحے۔ سر الصناعۃ ۸۰۰ صفحے۔ شرح المقصود و الممدود آٹھ سو صفحے۔ کتاب اللمع وغیرہ۔ علامہ حموی نے معجم الادبا مین ان کی تصنیف کی ہوئی ۴۸ کتابون کے نام بتلائے ہین۔ ابن جنی علوم عربیہ مین ابو علی فارسی کا شاگرد تھا۔ اس نے فقہ۔ عروض۔ تاریخ مین بھی مفید کتابین لکھین صفر ۳۹۲ھ کو بغداد مین فوت ہوا۔

علی بن احمد بن سعید معروف بہ ابن حزم اندلس کے رہنے والے تھے ۳۸۴ھ مین پیدا ہوئے۔ جملہ علوم مین دسترس پیدا کی۔ اسلامی دنیا کی

۴ خصائص ۲ ہزار صفحہ - تفسیر مثنی ۲ ہزار صفحہ - تفسیر اشعار ہذیل ۲ ہزار صفحہ

کثیر التعداد مصنفون مین نہایت ممتاز نمبر پایا - بے شمار کتابین لکھین - جن کی جلدون کی تعداد علامۂ حموی نے ۴۰۰ بتائی ہے اور صفحات کی تعداد ایک لاکھ ساٹھ ہزار سے زیادہ علامۂ ابن حزم نے ۴۵۶ھ مین وفات پائی -

ابو الحسن علی بن اسمٰعیل الاشعری البصری ۲۶۰ھ مین پیدا ہوئے زکریا ساجی ابو خلیفہ الجمحی - سہل بن نوح - محمد بن یعقوب عقری اور عبد الرحمٰن بن خلف الضبی المصری سے روایت کرتے ہین - اولاً وہ محمد بن عبد الوہاب الجبائی کی شاگردی مین رہے جس کی وجہ سے وہ کئی برس تک اعتزال کی طرف مائل رہے - یہان تک کہ فرقہ معتزلہ کے امام ہو گئے لیکن پھر اون پر اس فرقہ کی اصل حقیقت کھل گئی جس کو اونھون نے جمعہ کے دن جامع بصرہ مین کرسی پر استادہ ہو کے بلند آواز سے ان الفاظ مین ظاہر کیا "من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا اعرفہ بنفسی انا فلان بن فلان کنت اقول بخلق القرآن وان اللہ لا یری بالابصار وان افعال الشر انا افعلہا وانا تائب مقلع معتقد الرد علی المعتزلہ مبین لفضائحہم ومعائبہم" مطلب یہ کہ مین پہلے اعتقاد رکھتا تھا کہ قرآن مخلوق ہے - خدا تعالیٰ کو ہم اپنی آنکھون سے نہین دیکھین گے - برے کامون کے کرنے والے ہم آپ ہین - لیکن مین اب علانیہ توبہ کرتا ہون اور معتقد ہون کہ مذہب معتزلہ سراسر عیب ہے اس کے بعد سے علامۂ اشعری نے معتزلیون پر رد لکھنا شروع کر دیا اور نفی واثبات کے درمیان کا طریقہ اختیار کیا جیسے باقلانی - ابن فورک اسفرائنی ابو اسحٰق شیرازی - امام غزالی - ابو الفتح شہرستانی - امام رازی وغیرہ جیسے علماء نے ان سے موافقت کی - ابوبکر ابن الصیرفی کہتا ہے کہ "معتزلہ نے خوب سر اوٹھایا - یہان تک کہ خدا نے اشعری کو پیدا کیا جس نے ان کا دم بند کر دیا

اشعری نے کتاب اللمع - کتاب الموجز - کتاب الصیاح البرہان - کتاب التبین
علی اصول الدین - کتاب الشرح والتفصیل فی الرد علی اہل الافک و التضلیل
کتاب الابانہ وغیرہ (۵۵) کتابیں لکھیں اونہوں نے تفسیر القرآن بھی لکھی
جو (۷۰) جلدوں میں ختم ہوئی - مذہب اُن کا حنفی تھا - سال میں صرف سترہ
درہم اون کا نفقہ تھا ۳۳۳ھ میں بغداد میں وفات پائی -

علامہ ابن حزم نے ۴۵۶ھ میں وفات پائی -

ابوالحسن علی بن اسمٰعیل معروف بہ ابن سیدہ مرسیہ (واقع اندلس) کا باشندہ
تھا اوس نے کتاب المحکم (جس کا اختصار کرکے فیروزآبادی نے قاموس تیار
کی) شرح حماسہ (۶ جلد) کتاب المخصص (۱۷ جلد) جیسی بسیط کتابیں لکھیں جو
(۱۳۳) جلدوں میں ختم ہوئیں - ابن سیدہ صاعد بغدادی کا شاگرد تھا علم
لغت میں امام تھا - شعر میں بھی بڑی لیاقت رکھتا تھا - اس کی کتابیں جہان
بسیط ہیں - مفید اور نایاب بھی ہیں - اوس نے ربیع الاول ۴۵۸ھ میں
وفات پائی -

علی بن حسن معروف بہ ابن عساکر حافظ القرآن تھے دمشق میں سکونت
اختیار کرلی تھی - کل ۹۰ کتابیں لکھیں جن کے اجزاء کی تعداد (۱۶۲۲) بتائی
گئی ہے - دمشق کی تاریخ لکھی جو (۵۷۰) جزو میں ختم ہوئی علامہ حموی معجم الادبا -
ترجمہ ابن عساکر کی ذیل میں لکھتے ہیں - "والی اربعمائۃ مجلس عثمانیۃ مجالس
وخرج لشیخہ ابی غالب ابن البناء اور عشر مشیخہ" یعنے عساکر مذکور نے صرف
ایک فن میں (۴۰۸) لکھ دئے اور اپنے شیخ ابی غالب ابن البناء کے
لئے گیارہ تذکرہ لکھے - علامۂ مذکور کی خوبیاں بیان سے باہر ہیں اونہوں
نے جتنی کتابیں لکھیں اون سے خلق خدا کو بہت فائدہ پہونچا - عالم - عابد

کامل ۔ زاہد تھے ۔ اوائل ۲۹۹ھ مین عالم وجود مین آ گئے اور ۳۷۱ھ مین اس دارفانی سے رخصت ہوئے ۔

علی بن حسین بن محمد بن احمد بن ہیثم بن عبدالرحمان بن مروان بن عبداللہ بن مروان بن محمد بن مروان بن ابی العاص بن امیہ اموی قرشی المعروف بہ "ابوالفرج جہمانی" ۲۸۴ھ کو اصفہان مین پیدا ہوا۔ بغداد مین پرورش پائی شعر۔ آثار۔ انساب ۔ سیر۔ نحو۔ لغت ۔ مغازی ۔ خرافات و بیطاری ۔ طبابت نجوم وغیرہ علوم مین مہارت پیدا کی ۔ نہایت مفید کتابین تصنیف کین ۔ کتاب آغانی (۱۰ جلدون) مین لکھی ۔ مورخین کا بیان ہے کہ جب یہ کتاب نئی نئی لکھی گئی تو اوس کی قیمت ۱۰ ہزار درہم (یعنے ڈھائی ہزار روپیہ سے زیادہ) تھی ۔ صاحب ابن عباد جن کی لائبریری مین ۲ لاکھ ستر ہزار کتابین موجود تھین اور جن کا یہ حال تھا کہ سفر و حضر مین تیس اونٹ کتابون سے لدے ہوئے مطالعہ کے لئے اپنے ہمراہ رکھتے تھے جب اُن کو یہ کتاب آغانی مل گئی تو اون کو کسی کتاب کی ضرورت نہ رہی ۔ ابوالفرج کے اشعار اور محاسن عرب مین مشہور ہین اوس نے آغانی کے علاوہ اور ہردلعزیز کتابین تصنیف کین جن کی تعداد (۲۶) سے زیادہ بتائی گئی ہے ۔ شاہان اندلس کے لئے چند کتابین لکھین جن کے صلے مین اوس کو انعام بھی ملا ۔ وزیر مہلبی کی مدح مین جو بڑا فیاض اور عالی ہمت تھا بہت قصاید لکھے ۔ کتاب ایام العرب ۔ جمہرت النسب ۔ کتاب الدارایات ۔

چہارشنبہ چہاردہم ذالحجہ ۳۵۶ھ کو بغداد مین قضا کی ۔

علی بن زید ابوالحسن بن ابی القاسم البیہقی ۴۹۹ھ مین پیدا ہوئے عالم خوش اعمال اور فاضل باکمال تھے نہایت عمدہ کتابین تصنیف کین ۔ جن مین سے

۸۰ کتابون کی فہرست علامہ حموی نے معجم الادبا مین دی ہے - ۵۰۸ھ مین وفات پائی -

علی بن عبداللہ بن احمد المعروف بہ ابن ابی الطیب شہر نیشاپور کا رہنے والا تھا علامہ بے مثل اور مفسر بے بدل تھا ۴۱۶ھ مین سلطان محمود کے دربار مین آیا - بے نظیر کتابین تالیف کین - قرآن شریف کی تین تفسیرین لکھین - تفسیر کبیر (۳۰ جلد) تفسیر اوسط (۱۱ جلد) تفسیر صغیر (۳ جلد) علاوہ اس کے اور کتابین لکھین - مگر وہ اس قدر مشہور نہین - ابن ابی الطیب اوائل ۴۵۸ھ مین راہی ملک عدم ہوا -

علی بن حضان بن علی بن غالب بن جابر بن عبدالرحمن المشہور بہ فرزدقی شہر قیروان (واقع مراکش) کے رہنے والے تھے - نہایت مفید اور بغایت ضخیم کتابون سے آپ نے خلق کو فائدہ پہونچایا - کتاب السیر لکھی جو (۳۵ جلد مین ختم ہوئی) کتاب الدول (۳۰ جلدون مین) برہان العبیدی (۲۰ جلدون مین) وغیرہ وغیرہ - علامہ موصوف نے ۴۷۹ھ مین وفات پائی -

علی بن محمد بن عبداللہ بن ابی السیف المشہور بہ مدائینی ۱۳۵ھ مین پیدا ہوئے عالم اجل تھے - نہایت عمدہ کتابین تصنیف کین - علامہ حموی نے معجم الادبا مین ان کی تصنیفات کی فہرست دی ہے جس مین (۲۴۴) کتابون سے زیادہ کے نام درج ہین - مدائینی نے ۲۲۵ھ مین وفات پائی -

علی بن محمد الملقب بہ عزیز الدین ابن اثیر جزری - جزیرہ ابن عمر (واقع دریائے دجلہ) مین پیدا ہوئے تھے اس کی نسبت ان کو جزری کہتے ہین نسب اور تاریخ مین آپ کو بڑا دخل تھا - بہت سی کتابین لکھین چنانچہ "تاریخ کامل" جس مین پیدائش سے ۶۲۸ھ تک کا بیان ہے (۱۰ جلدون مین) لکھی

اسد الغابہ فی ذکر الصحابہ (۶ جلدون مین) لکہی اور اس مین ۷ ہزار ۵ سو صحابہؓ کرام کا مفصل حال لکہا ہے اللباب فی معرفت الانساب (۳ جلدون مین) لیکن یہہ کتاب علامہ سمعانی کی کتاب الانساب کا اختصار ہے۔ جامع الاصول فی احادیث الرسول (۱۰ جلدون مین) وغیرہ وغیرہ۔

ابن اثیر نے شعبان ۶۳۰ھ مین قضا کی۔

علی بن النصرانی۔ المعروف بہ "ابو الحسن ابن الاطیب" نے بڑی لمبی چوڑی کتابین لکہین۔ کتاب بمعتہ السلطان (۲۰۰۰ صفحون مین) کتاب اصلاح المنطق (۳۰۰۰ صفحون مین) کتاب البراعۃ وغیرہ وغیرہ۔ ابن الندیم کتاب الفہرست مین لکہتا ہے "کان یذاکرنی فاحسۃ تکلیف" ۴۳۵ھ مین وفات پائی۔

عمرو بن بحر بن محبوب کنانی بصری جاحظ کے نام سے مشہور ہے کیونکہ اس کی دونون آنکہین باہر کو نکلی ہوئی تہین جس کی وجہ سے اس کی شکل ایسی بہیانک ہو گئی تھی کہ جب خلیفہ متوکل نے اوسے اپنے لڑکون کی تعلیم کے لئے بلایا تو اوس کو ۱۰ ہزار درہم دیکر الٹا واپس کر دیا۔ معتزلی المذہب تہا فرقہ جاحظیہ اس کی طرف منسوب ہے اوس نے ہر علم و فن کی کتابین تصنیف کین اور انعام بہی پایا۔

(۱) کتاب الحیوان۔ محمد بن عبد الملک کے لئے لکہی اور ۵ ہزار دینار انعام لیا۔

(۲) کتاب البیان والتبین۔ ابن ابی داؤد کے لئے لکہی اور ۵ ہزار دینار انعام لیا۔

(۳) کتاب الزرع والنخل۔ ابراہیم بن عباس الصولی کے لئے لکہی اور ۵ ہزار انعام لیا علامہ حموی نے جاحظ کے تصنیفات کی فہرست دی ہے جسمین

(۱۲۵) کتابین درج ہین۔

۵۱۶ھ مین پیدا ہوا تھا۔ اخیر عمر مین مفلوج ہوگیا تھا۔ مزید بران مرض مصاة نے اس قدر تنگ کیا تھا کہ بیقرار ہو ہو جاتا تھا۔ محرم ۵۹۵ھ مین انتقال کر گیا۔

محمد بن علی انصاری معروف بہ ابن الملقن ۷۲۳ھ مین پیدا ہوئے۔ مذہب ان کا شافعی تھا۔ نہایت مفید کتابین علم الحدیث اور اسماء الرجال وغیرہ مین لکھی ہین۔ اکمال تہذیب الکمال فی اسماء الرجال لکھی جو ۱۰۰ سو جز سے زیادہ مین ختم ہوئی۔ صحیح بخاری کی شرح شواہد التوضیح (۱۰ جلدون) مین لکھی۔ ۸۰۴ھ مین اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

محمد بن احمد بن رشد قرطبہ مین ۵۲۰ھ مین پیدا ہوا۔ مالکی المذہب تھا۔ ہر وقت درس مین مشغول رہتا تھا۔ اور اس درس سے کوئی چیز اسے روک نہ سکتی تھی۔ چنانچہ کثرت تصانیف اس امر کی شاہد ہے۔ ابن آبار کہتا ہے کہ ابن رشد نے تصنیف و تالیف مین ۱۰ ہزار طبق کاغذون کے سیاہ کئے سوائے دو راتون کے کسی رات اوس نے مطالعہ کتب سے منہ نہین موڑا۔ ایک تو زفاف کی رات اور ایک وہ رات جس مین اوس کے باپ نے وفات پائی۔ ابن رشد نے اکثر علوم مین تصنیفات چھوڑین مگر ان مین کتب فلسفہ کی تعداد سب سے بڑھی ہوئی ہے اور ۵۰ سے زیادہ بتائی گئی ہے۔ علم طب مین اسکی ایک کلیات لکھی جو بہت مشہور ہوئی۔ ہیئت مین بھی دخل تھا۔ بطلیموس کی مشہور کتاب مجسطی کو مختصر کیا۔ اور اسپر مفید حاشئے چڑھائے اور اپنے نفس کو اس شخص سے تشبیہ دی جس کے گھر آگ لگ گئی ہو اور جسے قیمتی مال ہی بچا لینے بن پڑی ہو۔ ابن رشد کی زیادہ تعریف اس لئے ہے کہ اس نے ارسطو

کے مردہ فلسفے کو زندہ کیا اور نہایت کوشش سے اوس کے مسائل کو حل کیا اور حتی المقدور اون باتون کو ارسطو سے دی گئی تھین پورا کیا۔ ۱۴۱ برس کی عمر مین وہ قضا پر مامور رہا۔ شاہان اندلس کے ہان اس کی بہت قدر تھی ۵۹۵ھ مین مراغہ مین وفات پائی۔

ابو عبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن یزید بن ہاشم ہاشمی قریشی معروف بہ امام شافعی ۱۵۰ھ مین غزہ (واقع شام) مین تولد ہوئے اور اسی سال امام بوحنیفہ دنیا سے اٹھ گئے۔ حمل کی رات اون کی والدہ نے خواب مین دیکھا تھا کہ مشتری اس کے پیٹ سے نکلا اور لوٹ گیا۔ اس کے ٹکڑے جملہ اقصاے عالم مین بکھر گئے۔ معبر نے تعبیر دی کہ تیرے ہان ایک عالم پیدا ہوگا جس کے علم سے ایک زمانہ مستفیض ہوگا۔ امام حنبل کے بیٹے عبداللہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ مین نے اپنے باپ سے پوچھا کہ "اے باپ شافعی کون تھا جس کے حق مین آپ اس قدر دعائین کیا کرتے ہین۔ امام نے کہا "بیٹا وہ آفتاب تھا دن کے لئے اور نجات تھا انسان کے لئے"۔ ابو عبید کہتا ہے کہ "مین نے شافعی سے زیادہ باکمال نہین دیکھا"۔ امام شافعی نے حدیث مین ایک کتاب لکھی جو "سنن الشافعی" کے نام سے مشہور ہوئی۔ فقہ مین "کتاب الام" تصنیف کی ان کی کتابون کی مکمل فہرست علامہ حموی نے دی ہے جس مین ۱۴۳ سے زیادہ کتابین درج ہین۔ ۲۰۴ھ مین عسقلان مین وفات پائی۔

ابو بکر محمد بن زکریا رازی اسلامی دنیا کے بڑے بھاری طبیبون مین سے تھے۔ انھون نے کتاب الحاوی لکھنی شروع کی (جو ۳۰ جلدون مین ختم ہوئی) علاوہ ازین کتاب الاعصاب۔ کتاب المنصوری وغیرہ (۱۱۳) کتابین

لیکن ان مین سے اکثر علم طب ہی مین ہین - ابوبکر رازی کو طب - منطق - ہندسہ - موسیقی - علوم طبعی مین خوب ملکہ حاصل تھا - وہ مدت تک بیت الشفا (واقع بغداد) مین رئیس الاطبا کے عہدے پر ممتاز رہا - اوس کے بعد اوس نے رَیّ مین شفاخانہ بنا کر اپنا مطب جاری کیا - علم طب اوس نے حکیم ابی حسن بن زین الطبری مصنف فردوس الحکمۃ سے حاصل کیا تھا - کتاب الحاوی کو (جس کا جزرابع کتب خانہ خدیویہ مین ہے) اوس نے اون متفرق رسالون سے جمع کیا جو جالینوس نے بقراط کے باقی ماندہ کلام سے جس کو بنی اقلیموس کسی پر ظاہر نہ کرتے تھے تالیف کئے تھے - اسی وجہ سے کہا کرتے ہین کہ طب معدوم تھا اوس کو جالینوس نے زندہ کیا - متفرق تھا اوس کو ابوبکر رازی نے جمع کیا ناقص تھا اوس کو ابن سینا نے مکمل کیا - اس کے اقوال مین سے ہے "مہما قدرت ان تعالج بالاغذیۃ فلا تعالج بالادویۃ ومہما قدرت ان تعالج بدواء مفرد فلا تعالج بدواء مرکب" یعنے غذا مین جو فائدہ ہے دوا مین نہین - مفرد دوا مرکب سے زیادہ علاج مین کام آتی ہے" آخر عمر مین وہ نابینا ہو گیا جس کی وجہ یون بیان کرتے ہین - کہ اوس نے ابی صالح منصور بن نصر سامانی کے سامنے کیمیا کی تعریف کی کہ اس اس طرح چاندی سونا بن سکتا ہے منصور کو بھی سنکر شوق ہو گیا اوس نے رازی سے اس شرط پر کہ اپنے دعوے کو سچا کر دکھانے تمام ضروری آلات واسباب مہیا کرنے کا ذمہ کر لیا - لیکن جب حکیم کو کسی قسم کی ضرورت باقی نہین رہی اور وہ تجربون مین مشغول ہوا تو کیمیا اوس سے نہ بن سکی - منصور نے طیش مین آکر حکم دیا کہ وہی کتاب جس کا اوس نے حوالہ دیا تھا اوس کے سر پر ماری جائے - یہان تک کہ وہ پرزے پرزے ہو جائے پس اس صدمہ سے حکیم کی آنکھون مین نزلے کا پانی اتر آیا اور اوس کی

نابینائی کا باعث ہوا۔ ۲۲۰ھ مین اوس نے وفات پائی۔

ابو جعفر۔ محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب طبری وہ شخص ہے جس کی برابر دنیاے اسلام مین کسی مصنف کی تصنیفون کی تعداد نہین۔ شہر آمل واقع طبرستان مین ۲۲۵ھ مین پیدا ہوا۔ فن تاریخ مین تبحر حاصل کیا تھا۔ علامہ حموی معجم الادبا مین لکھتے ہین کہ "ابو جعفر طبری نے ۴۰ برس تک تصنیف و تالیف کا سلسلہ اس طرح قائم رکھا کہ ہر روز ۴۰ ورق لکھتا تھا اور پھر دوبارہ ان کی پڑتال نہ کرتا تھا" پس اس حساب سے اس نے ۴۰ × ۴۰ × ۳۵۴ ورقون پر خامہ فرسائی کی۔ (یعنے ۵ لاکھ ۶۶ ہزار ۴ سو ورق پر) اگرچہ یہ روایت کسی قدر مبالغے کے ساتھ بیان کی گئی ہے لیکن اس سے مورخ طبری کی وسیع تصنیفات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے ایک روز اس نے اپنے دوستون سے پوچھا کہ کیا تم اس بات سے خوش ہو گے مین نے ایک تاریخ لکھی جس مین حضرت آدم سے لیکر آج تک کے واقعات درج ہین انھون نے ضخامت پوچھی۔ ابن جریر نے کہا ۳۰ ہزار ورق اونھون نے کہا اس کے دیکھنے مین عمر غارت ہو جائیگی ابن جریر نے کہا افسوس تمھاری ہمتین پست ہوگئین اور پھر اوس کو مختصر کیا ابن جریر کی اکثر کتابون کا پتہ نہین چلتا۔ اس نے جامع البیان فی تاویل القرآن (۲۵ جلدون) مین لکھی جو اب بھی کتب خانہ خدیویہ مین قلمی موجود ہے "تاریخ الامم والملوک (۱۱ جلدون مین [۲] چھاپی گئی ہے)، مورخ موصوف نے شوال ۳۱۰ھ مین رحلت کی اور وہ بغداد مین اپنے گھر کے اندر مدفون ہوا۔

[۲] لیڈن

محمد بن عبد الواحد معروف بہ مطرز باوردی باوردیا ابیورد (واقع خراسان) کا رہنے والا تھا ۲۶۱ھ مین پیدا ہوا۔ تصنیفات مین اس قدر اشتغال رکھتا تھا کہ کسب معیشت نہ کر سکا اسی واسطے افلاس مین گرفتار تھا۔ علم لغت مین ذہبی

مہارت تھی۔ ایک کتاب اس علم مین لکھی جو ۳۰ ہزار ورق مین ختم ہوئی۔ یہ عالم اپنے حافظہ کے اعتماد پر تصنیف کرتا تھا اس کی روایت اور درایت کو اس قدر وسعت حاصل تھی کہ لوگون نے اوسے کاذب تصور کیا۔ ۲۴۵ھ مین فوت ہوا۔

محمد بن عمر بن حسین بن حسن بن علی قریش کے قبیلے بنی تمیم سے تھے ۵۴۴ھ کو شہر رے مین پیدا ہوئے شافعی مذہب تھے۔ ابن الخطیب ابو محمد محمد فخر الدین رازی کے نام سے مشہور ہوئے۔ شہاب الدین غوری کے ہان آپ کی بہت قدر تھی۔ ہرات مین اکثر وعظ کرتے رہے۔ دور دور کے لوگ ان کے پاس استفسار مسائل کے لئے آتے تھے۔ جب کہین یہ سوار ہوکر نکلتے تھے تین سو طالب علم ان کے ہمرکاب ہوتے تھے مدت تک خوارزمیہ کالج کے مدرس رہے۔ آپ نے کئی علوم مین تصنیفات چھوڑین جو شہرآفاق ہوئین۔ تفسیر کبیر (۶ جلد) سرمکتوم۔ مطالب العالیہ۔ نہایت العقول۔ شرح اشارات شرح کلیات وغیرہ کتابین لکھین جن کی تعداد (۵۰) سے زیادہ بتائی گئی ہے عربی زبان مین نہایت فصیح شعر کہتے تھے جو سراسر پند ونصیحت سے مملو ہین علم کلام مین آپ پر اپنی زبان مین کوئی سبقت نہین لے گیا۔ آپ کے فضائل اور شمائل آپ ہی کے ساتھ گئے۔ آپ کے وعظ مین سامعین کو وجد کی حالت ہوتی تھی۔ آپ کے باپ دادا طبرستان کے رہنے والے تھے۔ آپ نے یکم ماہ شوال ۶۰۶ھ کو ہرات کے مدرسہ مین وفات پائی۔

محمد بن محمد طرخان بن اوزلغ المعروف بہ ابو نصر فارابی ۲۵۹ھ مین شہر فاراب (واقع ترکستان) مین پیدا ہوا۔ بغداد مین توطن اختیار کیا تھا۔ ترکی اوس کی مادری زبان تھی جس کے علاوہ عربی۔ یونانی۔ سریانی وغیرہ زبانین اوس نے سیکھ لی تھین۔ فلسفہ۔ منطق۔ موسیقی مین کمال حاصل کرلیا۔ اور

ان علوم مین تصانیف بھی نہایت عمدہ چھوڑین مطالعہ کا یہہ عالم تھا کہ جب تک ۳۰ دفعہ کتاب کو اول سے آخر تک نہ دیکھہ لیتا بس نہ کرتا تھا۔ حکما ارسطو کو معلم اول اور اوسے معلم ثانی کہتے ہین۔ منطق مین ان معلومات کا اضافہ کیا جو یعقوب بن اسحق کندی سے بھی چھٹ گئی تہین۔ "کتاب الحروف" کا جو ارسطو کی تصنیفات مین سب سے زیادہ ادق ہے ابو علی بن سینا نے ۴۰ دفعہ مطالعہ کیا مگر مطلب حل نہین ہوا۔ ایک دفعہ بازار مین کتب فروشون مین اس کا گذرا ہوا کسی کتب فروش نے اوسے ایک چھوٹا سا رسالہ بغرض فروخت دکھایا۔ ابن سینا نے کچھہ التفات نہین کی اور قریب تھا کہ چلا جاے مگر کتب فروش نے کہا کہ مجھکو کچھہ خرچ کی ضرورت ہے آپ اس کو تین درہم مین خرید لیجیے چونکہ یہہ مقدار نہایت قلیل تھی۔ ابن سینا نے اس کے خریدنے مین کچھہ دریغ نہین کیا۔ جب گھر آیا تو معلوم ہوا کہ یہہ رسالہ بو نصر فارابی کا لکھا ہوا ہے جس مین وہ الحروف کے مسائل پر کچھہ بحث کرتا ہے۔ ابن سینا بہت خوش ہوا۔ اور اس پر الحروف کے تمام مسائل منکشف ہو گئے۔ ابو الفدا کا بیان ہے کہ "سیف الدولہ نے بو نصر کا یومیہ ۴ درہم مقرر کر دیا تھا چونکہ وہ تارک الدنیا تھا اس لئے اسی پر قناعت کرتا تھا" حکیم موصوف نے علم الٰہی اور علم مدنی مین کتاب سیاسۃ مدینہ اور کتاب سیرۃ فاضلہ بے نظیر کتابین لکھین اس کی تصانیف کی تعداد (۷۰) سے زیادہ ہے ۳۳۹ھ مین بغداد مین انتقال کیا اور زباب صغیر کے باہر مدفون ہوا۔

محمد بن محمد غزالی ملقب بہ حجۃ الاسلام طوس (یعنے مشہد) کے رہنے والے تھے مدتون بغداد مین رہے۔ مدرسہ نظامیہ کے مدرس اعلےٰ ہو گئے۔ پھر وہان سے نیشاپور کے مدرسہ نظامیہ مین چلے آے گئے اور درس دیتے رہے۔

پھر شام گئے۔ اسکندریہ کی سیر کی۔ مفسر تھے۔ قرآن کی تفسیر "قوت التاویل" (۴۰) جلدون مین لکھی۔ تصوف مین بھی دخل تھا چنانچہ اس علم مین بھی گیارہ بارہ کتابین تصنیف کین۔ آپ کی تمام کتابون کی تعداد (۹۹) بتائی گئی ہے جس مین سے احیاء العلوم (۴ جلد) قواعد العقائد۔ جواہر القرآن۔ مشکواۃ الانوار وغیرہ مشہور ہین ۵۰۵ھ مین ۵۵ برس کی عمر مین وفات پائی۔

محی الدین بن عربی مرسیہ (واقع اندلس) مین ۵۶۰ھ مین تولد ہوئے خصوص الحکم۔ مواقع النجوم۔ فتوحات مکیہ وغیرہ کتابین لکھین۔ صاحب نفحات الانس کسی ذریعے سے لکھتے ہین کہ بعض اصحاب کی استدعا سے ابن عربی نے ایک رسالے مین اپنے تالیف کے نام جمع کئے جن کی تعداد ۲۰۰ سے زیادہ ہے فرماتے تھے کہ اس سے میری غرض تصنیف نہ تھی بلکہ حق تعالے کی طرف سے مجھ پر ایک امر لاحق ہوتا تھا اور قریب تھا کہ مین اوس کی سوزش سے جل جاؤن لیکن مین نے اپنے تئین بعضے راز کے اظہار مین مشغول کیا۔ آپ نے ایک تفسیر بھی لکھی جو تفسیر ابن عربی کے نام سے مشہور ہے اور دو جلدون مین ہے۔ شعر بھی خوب کہتے تھے۔ اور تصوف مین تو اوستاد تھے اس علم مین اونھون نے اس قدر ترقی کی تھی اور ایسے ایسے غوامض کا پتا لگایا کہ بعض ناسمجھ لوگون نے ان کی ماہیت کو نہ سمجھ کر اونپر کفر کا فتوے لگایا۔ ۶۳۸ھ ۲۲ ربیع الآخر جمعہ کی راتکو قضا کی اور موضع صالحہ مین دمشق کے پاس مدفون ہوئے۔

معمر بن مثنی تیمی بصری نحوی ۱۱۰ھ مین پیدا ہوا ۱۸۸ھ مین ہارون الرشید نے اوسے بصرہ سے بغداد مین بلالیا اور اوس کی تصنیف کی ہوئی کتابین پڑھین۔ یہہ شخص ابو عبیدہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اصمعی سے اس کی نوک جھوک رہتی تھی۔ ابو نواس شاعر اسی عالم کا شاگرد تھا۔ ابو عبیدہ کی عبارت

غیر فصیح بہت ہوا کرتی تھی اور شعر بھی اکثر ناموزون پڑھا کرتا تھا۔ تصنیف کی دھن مرتے دم تک اُس کے سر سے نہین گئی۔ ابن خلکان کہتا ہے کہ مولفات اس عالم کی اندازاً ۲۰۰ کے قریب ہین جن مین اُس نے اپنے عہد کے تمام مشہور علوم یعنے لغت۔ ادب۔ تاریخ الطبعی۔ طب۔ تفسیر۔ حدیث وغیرہ سے بحث کی ہے۔ کتاب العرس مجاز القرآن۔ ایام الکبیر۔ کتاب اللغات۔ کتاب الاضداد وغیرہ اس نے تالیف کین ۲۰۹ھ مین بصرہ مین وفات پائی۔

ہشام بن ابی النصر محمد بن سائب و بشیر بن عمر معروف بہ ابن کلبی نسابہ کو فی النساب مین اوس کو کمال تصرف تھا اور اسی وجہ سے اوس کا لقب نسابہ پڑ گیا تھا۔ ابن خلکان نے اس کو علم تفسیر مین بھی امام لکھا ہے۔ حافظ اس کا اس قدر قوی تھا کہ تین روز مین اوس نے کلام مجید یاد کر لیا۔ اس نے بے تعداد کتابین تصنیف کین جو سب اعلےٰ۔ انفع اور احسن ہین۔ کتاب الجمہرۃ۔ کتاب المنافرات۔ کتاب المثالب کتاب الکنی۔ کتاب المشاجرات۔ کتاب المعاتیات۔ کتاب النوائل۔ کتاب ملوک الطوائف کتاب ملوک کندہ وغیرہ جن کی تعداد اندازاً ۱۵۰ سے زیادہ بتائی گئی ہے۔ ابن کلبی نے ۲۰۴ھ مین وفات پائی۔

یعقوب ابن اسحٰق کندی المشہور بہ فیلسوف الاسلام بصرہ مین پیدا ہوا۔ اور وہین ۲۶۶ھ مین مر گیا۔ فلسفہ کے علاوہ ہندسہ۔ ہیئہ۔ طب۔ منطق وغیرہ علوم بھی جانتا تھا۔ عربی کے سوا یونانی ہندی۔ فارسی وغیرہ زبانین بھی اس کو آتی تہین مامون الرشید نے اس کو بیت الحکمۃ مین تصنیفات ارسطو کے ترجمے کے لئے مقرر کیا تھا۔ اس نے اکثر علوم مین تصنیفات چھوڑین جن کی تعداد مین (۵۰) کتابین اور (۲۵۰) رسالے شامل ہین جو تمامہ کتاب عیون الانبار فی طبقات الاطبار تابن ابی اصیب مین مذکور ہین۔ ابن خلکان کہتا ہے "یعقوب بن اسحٰق کندی

مسمی فیلسوف الاسلام اشعث بن قیس کوفی کی اولاد سے تھا۔ وہ بغداد مین گیا اور علم فلسفہ و ادب مین مشغول ہوکر نہایت عمدہ اور ضخیم کتابین تصنیف کین جن مین سے کتاب اقسام الانسی۔ کتاب الجوامع الفکریہ۔ کتاب فلسفۃ الاولیٰ نہایت جید ہین۔ اس نے کتاب المنطق کتاب التوحید۔ کتاب الوسیقی۔ کتاب فی اثبات النبوۃ۔ کتاب فی الادب لکھین۔ اوس کے مشہور رسالون مین سے کمیتہ کتب ارسطو۔ مقیاس العلمی وغیرہ بھی ہین۔

یوسف ابن فرغلی بن عبداللہ ۵۸۱ھ مین بغداد پیدا ہوا۔ ابوالمظفر شمس الدین کے نام سے مشہور ہوا علامہ ابن جوزی کا نواسا تھا۔ عالم فاضل فقیہہ محدث تھا۔ اس کی مجلس مین فضلا۔ صلحا۔ ملوک۔ امرا۔ شامل ہوتے تھے اور اسکے وعظ مین سامعین کا بڑا ہجوم رہتا تھا۔ اس فاضل کی بے نظیر تصنیفات سے خلق کو بہت فائدہ ہوا۔ ابن خلکان کہتا ہے کہ مین نے اوسکے ہاتھ کی لکھی ہوئی تاریخ مراۃ الزمان دیکھی۔ کتاب بے نظیر ہے۔ اس عالم نے تفسیر القرآن ۲۹ جلد و نیز شرح جامع کبیر مناقب النعمان وغیرہ کتابین لکھین ۲۱ ماہ ذالحجہ کی رات کو ۶۵۴ھ مین فوت ہوا

ان کے علاوہ اور بہت سے نامور مصنف ہوئے جن مین سے بعض کی مجمل فہرست دیجاتی ہے

نام معہ سنہ وفات	تعداد تصنیف	نام معہ سنہ وفات	تعداد تصنیف
ابراہیم حربی المتوفی سنہ ۲۸۵ھ	۳۲ محض علم حدیث	ابوبکر بن فورک المتوفی سنہ ۴۰۶ھ	۱۰۰
سہل بن محمد ابو حاتم السجستانی المتوفی	۳۰	عبدالحق دہلوی المتوفی سنہ ۱۰۵۲ھ	۱۰۰
سنہ ۲۴۸ ہجری۔	۰	عبدالملک اصمعی سنہ ۲۱۷ھ	۳۵
عبدالحی انصاری المتوفی سنہ ۱۳۰۴ھ	۹۱	علی بن حسین مرتضے الہدی	۳۰
علی بن شمیم الحلی المتوفی سنہ ۶۰۱ھ	۳۸	المتوفی سنہ ۴۳۶ھ ۔	۰
علی بن عبیدہ الریحانی المتوفی سنہ ۲۱۷ھ	۵۱	علی بن محمد سید شریف	۴۰
لوط بن مخنف الازدی المتوفی سنہ ۱۵۷ھ	۳۴	المتوفی سنہ ۸۱۶ھ ۔	۰
محمد بن اسحق ابو الفس الضمیری	۳۵	علی بن ابی طالب المقری المتوفی	۳۰
المتوفی سنہ ۲۷۵ھ	۰	سنہ ۴۲۵ھ ۔	۰
محمد بن محمد رزی المتوفی سنہ ۸۳۳ھ	۵۴	محمد بن حبیب بغدادی المتوفی	۴۰
یعقوب بن اسحق ابن سکیت المتوفی	۳۶	سنہ ۲۴۵ھ ۔	۰
سنہ ۲۴۴ ہجری ۔	۰	مجدالدین فیروزآبادی المتوفی سنہ ۸۱۷ھ	۴۰

ان کے علاوہ صدہا اور بھی نامی مصنف گذرے ہیں

تمام شد

علمائے سلف کا دوسرا ضمیمہ علم کی فضیلت مین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا اور سکھائے اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو نام سارے مخلوقات کے عالم علویات سے عالم سفلیات تک ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ پھر پیش کیا اشخاص اون سمیات کو فرشتون پراس لیئے کہ وہ کہتے تھے اَتَجْعَلُ فِيْهَا الخ یعنی تو اللہ تعالی ایسے شخص کو خلیفہ بنانا چاہتا ہے کہ وہ زمین مین فساد اور خون ریزی کرے گا فَقَالَ پس فرمایا خالق مطلق نے نہ از روے تکلیف اور حکم کے بلکہ بطریق تنبیہ کے ان کے عاجز ہونے پر عہدہ خلافت سے اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ خبر دو اے فرشتو مجھے کہ نام ہین اون سب کے جو کہ پیش کیئے گئے ہین تم پر اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ اگر ہو تم سچے طعن کرنے مین استحقاق خلافت آدم علیہ السلام کے حالانکہ خلیفہ کو علم چاہیئے اور تم بے علم ہو قَالُوْا سُبْحٰنَكَ کہا سب فرشتون نے بعد ثبوت اپنی جہالت کے اون باتون سے بطریق معذرت کے تنزیہ کرتے ہین تیری پاک ہے تو اے اللہ اور عرض کی جناب باری مین کہ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝ نہین ہے کچھ علم ہمکو مگر جو کچھ کہ تو نے سکھایا ہم کو بیشک تو ہی ہے جاننے والا اور حکمت والا (تفسیر حسینی) حدیث عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ مَنْ سَلَکَ
طَرِیْقًا مِنَ الْعِلْمِ سَلَکَ اللّٰہُ بِہٖ طَرِیْقًا فِی الْجَنَّۃِ وَاَنَّ الْعَالِمَ یَسْتَغْفِرُ لَہٗ
مَنْ فِی السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ حَتَّی الْحِیْتَانِ فِی الْبَحْرِ وَاَنَّ الْعُلَمَآءَ
وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ **ترجمہ** فرمایا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا جناب رسول
کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کہ چلا راہ علم میں یعنی تحصیل علم دین کیواسطے
سفر میں نکلا اور چلا چلاوے گا اسکو اللہ تعالیٰ راہ جنت میں اور استغفار کرتے ہیں
واسطے اوس کے خلائق جو آسمان اور زمین میں ہیں یہانتک کہ مچھلیاں دریا میں اور
تحقیق علما وارث ہیں نبیوں کے **حدیث** عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّہٗ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ
یَا اَبَا ذَرٍّ لَاَنْ تَغْدُوْا وَتَتَعَلَّمَ بَابًا مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ مِنْ
اَنْ تُصَلِّیَ مِائَۃَ رَکْعَۃٍ وَّلَاَنْ تَغْدُوْا فَتَعَلَّمَ بَابًا مِنَ الْعِلْمِ خَیْرٌ لَّکَ مِنْ
اَنْ تُصَلِّیَ اَلْفَ رَکْعَۃٍ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ بَابًا مِنَ
الْعِلْمِ لِیُعَلِّمَ النَّاسَ اُعْطِیَ لَہٗ ثَوَابُ سَبْعِیْنَ نَبِیًّا وَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ جَلَسَ عِنْدَ الْعَالِمِ سَاعَتَیْنِ اَوْ اَکَلَ مَعَہٗ لُقْمَتَیْنِ اَوْ
اَمْشٰی مَعَہٗ خُطُوَتَیْنِ اَعْطَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی جَنَّتَیْنِ کُلُّ جَنَّۃٍ مِّثْلُ الدُّنْیَا
مَرَّتَیْنِ (مشکوٰۃ الانوار) **ترجمہ** روایت ہے حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ سے
کہ فرمایا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اے ابوذر اگر صبح پڑھا کرو تم ایک
باب قرآن تفسیر کا بہتر ہے تمہارے لئے سو رکعت نماز نفل سے اور اگر صبح
سکھاؤ تم کسی کو ایک باب علم بہتر ہے واسطے ہزار رکعت نماز سے فرمایا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے جس نے سکھایا کسی کو ایک باب علم کا اس نیت سے کہ وہ سکھاویگا اوروں کو

دیگا اللہ تعالی اس کو ثواب ستر نبیون کا اور فرمایا آپ نے جو شخص کہ بیٹھا عالم کی پاس دو گھڑی یا کہ کھائے اوس کے ساتھ دو لقمے یا کہ سُنے اوس سے دو کلمے یا کہ چلے ساتھ اوس کے دو قدم دیگا اللہ جلشانہ اُس کو ایسی دو بہشتین کہ ہر ایک مثل دو دنیا کے ہوگی **حدیث** عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ سَأَلْتُ جِبْرَئِيْلَ عَنْ صَاحِبِ الْعِلْمِ فَقَالَ هُمْ سِرَاجُ اُمَّتِكَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ طُوْبٰى لِمَنْ عَرَفَهُمْ وَالْوَيْلُ لِمَنْ اَنْكَرَهُمْ وَاَبْغَضَهُمْ (کواشی) **ترجمہ** مروی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ فرمایا خاتم النبیین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا مین نے حضرت علیہ السلام سے درجہ عالم کا کہا وہ لوگ آپ کی امت کے چراغ ہین دنیا اور آخرت مین خوش ہین وہ لوگ جنھون نے مرتبہ عالم کا پہچانا اور عذاب ہے واسطے اون لوگون کے کہ انکار کیا انھون نے عالمون سے اور بغض رکھا اون کے ساتھ اور بے ادبی اور گستاخی کی اون سے **حدیث** رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ صَلَّى الصَّلٰوةَ مَعَ الْجَمَاعَةِ وَجَلَسَ فِيْ حَلْقَةِ الْعِلْمِ وَسَمِعَ كَلَامَ اللّٰهِ وَعَمِلَ بِهٖ اَعْطَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى سِتَّةَ اَشْيَاءَ الرِّزْقُ مِنَ الْحَلَالِ وَيَنْجُوْا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيُعْطٰى كِتَابَهُ بِيَمِيْنِهٖ وَيَمُرُّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ وَيُحْشَرُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَبَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ مِنْ يَاقُوْتَةٍ حَمْرَاءَ لَهُ اَرْبَعُوْنَ بَابًا (زبدۃ الواعظین) **ترجمہ** روایت ہے فرمایا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے کہ پڑھی نماز جماعت کے ساتھ اور بیٹھا حلقہ علم مین اور سنا کلام اللہ کو اور عمل کیا مطابق اوس کے دیگا اللہ تعالی

اوس کو چھ چیزین رزق حلال کا اور نجات پائیگا وہ شخص عذاب قبر سے اور دیا جائیگا
قیامت کے دن اعمالنامہ اوس کے داہنے ہاتھ مین اور گذریگا وہ پل صراط سے
مثل بجلی کے اور اوٹھایا جائیگا وہ پیغمبرون کے ساتھ اور بناویگا اللہ تعالی اُس کے
لئے ایک گھر بہشت مین یاقوت سرخ سے اوس کے چالیس دروازے ہون گے

حدیث عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّہٗ قَالَ لِلْعُلَمَاءِ دَرَجٰتٌ فَوْقَ
دَرَجَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِسَبْعِ مِائَۃِ دَرَجَۃٍ مَّا بَیْنَ الدَّرَجَتَیْنِ خَمْسُ مِائَۃِ سَنَۃٍ
یُقَالُ اَلْعِلْمُ اَفْضَلُ مِنَ الْعَمَلِ بِخَمْسَۃِ اَوْجُہٍ اَلْاَوَّلُ الْعِلْمُ بِغَیْرِ عَمَلٍ یَکُوْنُ
وَالْعَمَلُ بِغَیْرِ عِلْمٍ لَا یَکُوْنُ وَالثَّانِیْ اَلْعِلْمُ بِغَیْرِ عَمَلٍ یَّنْفَعُ وَالْعَمَلُ بِغَیْرِ عِلْمٍ
لَا یَنْفَعُ وَالثَّالِثُ اَلْعِلْمُ نُوْرٌ کَالسِّرَاجِ وَالْعَمَلُ مُنَوَّرٌ مِّنْہُ وَالرَّابِعُ
اَلْعِلْمُ مَقَامُ الْاَنْبِیَاءِ کَمَا قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ
کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وَالْخَامِسُ اَلْعِلْمُ صِفَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْعَمَلُ صِفَۃُ
الْعِبَادِ وَصِفَۃُ اللّٰہِ اَفْضَلُ مِنْ صِفَۃِ الْعِبَادِ (تفسیر تیسیر) ترجمہ روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا اونھون نے عالمون کے سات سو درجے
اور مومنون کے درجون سے زیادہ ہین اور درمیان دو درجون پانچسو برس کا فاصلہ اور
کہتے ہین کہ علم افضل ہے عمل سے پانچ وجہون سے اوّل علم حاصل ہوتا ہے بغیر عمل کے
اور عمل بغیر علم کے حاصل نہین ہوتا دوسرے علم بغیر عمل کے نفع دیتا ہے اور عمل بغیر علم کے
نفع نہین دیتا ہے تیسرے علم ایک نور ہے مثل چراغ کے اور عمل روشن ہی علم سے چوتھے
علم مقام انبیا کا ہے جیسا کہ فرمایا حضرت البشر شفیع یوم محشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علما میری
امت کے مثل انبیائے بنی اسرائیل کے ہین پانچوین علم صفت خدا کی ہی اور عمل صفت

بندون کی او صفت اللہ بہتر ہے صفت بندون سے **حدیث** عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّہٗ قَالَ خُیِّرَ سُلَیْمَانُ عَلَیْہِ السَّلَامُ بَیْنَ الْعِلْمِ وَالْمُلْکِ فَاخْتَارَ الْعِلْمَ فَاُعْطِیَ لَہُ الْعِلْمُ وَالْمُلْکُ **ترجمہ** روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ اختیار دئے گئے حضرت سلیمان علیہ السلام درمیان علم اور ملک کے یعنے خدا نے فرمایا اے سلیمان جو ان دونون سے تم پسند کرو دین تم کو دونون گا پس پسند کیا آپ نے علم کو پھر دیا ان کو حق تعالیٰ نے اون کو علم اور ملک بھی **قول** وَقَالَ بَعْضُ الْعَارِفِیْنَ اَلْعِلْمُ ثَلٰثَۃُ اَحْرُفٍ عَیْنٌ وَّلَامٌ وَّمِیْمٌ وَّاشْتِقَاقُ الْعَیْنِ مِنْ عِلِّیِّیْنَ وَاشْتِقَاقُ اللَّامِ مِنَ اللُّطْفِ وَاشْتِقَاقُ الْمِیْمِ مِنَ الْمُلْکِ فَالْعَیْنُ یُجَاوِزُ صَاحِبَہٗ اِلٰی عِلِّیِّیْنَ وَاللَّامُ یَجْعَلُہٗ لَطِیْفًا وَالْمِیْمُ یَجْعَلُہٗ مَلِکًا عَلَی الْخَلْقِ وَیُقَالُ یَدُلُّ عَلٰی شَرَفِ الْعِلْمِ اَمْرُہٗ تَعَالٰی لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَعْطٰی مُحَمَّدًا کُلَّ الْکَمَالِ وَلَمْ یَاْمُرْ بِطَلَبِ زِیَادَتِہٖ غَیْرَ الْعِلْمِ (مجالس الابرار) **ترجمہ** اور کہا بعض عارفون نے علم کے تین حرف ہین عین اور لام اور میم اشتقاق عین کا علیین سے ہے اور لام کا لطف سے اور میم کا ملک سے پس عین لیجاتا ہے عالم کو علیین مین اور لام اوسکو لطیف کر دیتا ہے اور میم مالک کرتا ہے اوس کو خلق پر اور کہا ہے بعضون نے کہ دلالت کرتا ہے شرافت علم پر فرمان واجب الاذعان حضرت رحمان تقدس و تعالیٰ کا واسطے جناب احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یعنے کہو تم اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اے رب میرے زیادہ دے تو مجھکو علم۔ اسواسطے کہ دئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام کمالات اور نہین حکم کیا اونکو کہ چاہین زیادہ کوئی چیز سوا علم کے **حکایت**

حکی ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاء الی باب المسجد فرای
الشیطان عند بابہ فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ابلیس ما تصنع
ھنا فقال الشیطان ارید ان ادخل المسجد افسد صلوٰۃ ھذا المصلی
ولکن اخاف من ھذا الرجل النائم قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
لم لا تخاف من المصلی وھو فی العبادۃ والمناجات مع ربہ وتخاف
من النائم فی الغفلۃ قال الشیطان المصلی جاھل وفسادہ اسھل
ولکن النائم عالم اذا اغویت المصلی وافسدت صلوتہ اخاف
من تیقظہ واصلاحہ عجلاً فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نوم العالم خیر من عبادۃ الجاھل (منہاج المتعلمین) ترجمہ نقل ہے
کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے مسجد کے دروازے پر پس دیکھا آپ نے
شیطان کو نزدیک دروازے کے اور فرمایا آپ نے کیا کرتا ہے تو اے ابلیس اس جگہ پس کہا
ابلیس نے ارادہ کرتا ہوں میں کہ داخل ہوں اس مسجد میں اور خراب کروں نماز اس نمازی کی
لیکن میں ڈرتا ہوں اس شخص سوتے ہوئے سے فرمایا حضرت نے کہ کیوں ڈرتا ہے تو
نمازی سے حالانکہ وہ عبادت اور مناجات میں ہے اور کیوں ڈرتا ہے تو اس شخص
سوئے ہوئے سے غفلت میں کہا شیطان نے کہ یہ جاہل ہے اور خراب کرنا اوسکا
یعنی اوسکی نماز کا بہت آسان اور سہل ہے مگر یہ سونے والا عالم ہے اگر بہکاؤں میں
نمازی کو اور فاسد کروں نماز اوسکی کو تو ڈرتا ہوں کہ بیدار ہو جاوے یہ عالم اور اوسکی
بہت جلد اصلاح کر دے پس فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نیند عالم کی بہتر ہے
عبادت جاہل سے حدیث ۱۰ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَحْفَظَ الْعِلْمَ فَعَلَیْهِ اَنْ یَلْزَمَ خَمْسَ خِصَالٍ اَلْاُوْلٰی صَلٰوۃُ اللَّیْلِ وَلَوْ رَکْعَتَیْنِ وَالثَّانِیَۃُ دَوَامُ الْوُضُوْءِ وَالثَّالِثَۃُ التَّقْوٰی فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ وَالرَّابِعَۃُ اَنْ یَّاْکُلَ لِلتَّقْوٰی لَا لِلشَّهْوَاتِ وَالْخَامِسَۃُ السِّوَاکُ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خَیْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مَعَ الْعِلْمِ وَالْعَالِمُ الْوَاحِدُ اَکْبَرُ مِنْ جِهَۃِ الْفَضْلِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ اَلْفِ شَهِیْدٍ وَالْمُرَادُ مِنَ الْعَالِمِ فِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ هُوَ عَالِمٌ عَمِلَ بِعِلْمِهٖ وَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ تَحْتَ الْعَرْشِ مَدِیْنَۃً مَکْتُوْبٌ عَلٰی بَابِهَا مَنْ زَارَ الْعُلَمَاءَ فَکَاَنَّمَا زَارَ الْاَنْبِیَاءَ وَلِذَا قَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جُلُوْسُ سَاعَۃٍ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ مِنْ عِبَادَۃِ اَلْفِ سَنَۃٍ **ترجمہ** فرمایا حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو شخص ارادہ کرے حفاظت علم کا پس لازم ہے اوس پر اختیار کرنا پانچ خصلتوں کا پہلی نماز رات کی اگرچہ دو ہی رکعت ہوں دوسری ہر وقت باوضو رہنا تیسری تقوی کرنا ظاہر و باطن میں چوتھی کھاوے وہ شخص واسطے تقوے کے نہ واسطے شہوت کے پانچویں مسواک کرنا اور فرمایا آپ نے بہتری اور فضل دنیا اور آخرت کا علم سے ہے اور ایک عالم بڑا اور بزرگ ہے از روئے فضیلت کے نزدیک خداتعالی کے ہزار شہیدوں سے اور مراد عالم سے اس حدیث میں عالم باعمل ہے اور فرمایا آپ نے تحقیق خداتعالی نے پیدا کیا ہے نیچے عرش معلی کے ایک شہر اوس کے دروازے پر لکھا ہے جس نے زیارت کی عالموں کی گویا زیارت کی اوس نے نبیوں کی اور اسی واسطے فرمایا آپ نے کہ بیٹھنا ایک گھڑیکا نزدیک عالموں کے

بہت ہے نزدیک خدا تعالیٰ کے عبادت ہزار سال سے پس مسلمانون کو چاہیے کہ علم پڑہین اور فضیلت پائین اور علما اور صلحا کی صحبت کے ثواب کو حاصل کرین حدیث

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ تَحْتَ الْعَرْشِ مَدِیْنَۃً مِّنْ نُّوْرٍ مِّثْلَ الدُّنْیَا عَشَرَ مَرَّاتٍ فِیْھَا اَلْفُ شَجَرَۃٍ مِّنْ لُؤْلُؤٍ وَّیَاقُوْتٍ وَّزَبَرْجَدٍ وَّمَرْجَانٍ وَاِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ فُتِحَتْ اَوْرَاقُھَا ثُمَّ یُنَادِیْ مُنَادٍ مِّنْ قِبَلِ الرَّحْمٰنِ اَیْنَ الَّذِیْنَ صَلَّوُا الصَّلٰوۃَ الْخَمْسَ مَعَ الْجَمَاعَۃِ فَجَلَسُوْا فِیْ حَلْقَۃِ الْعِلْمِ حَتّٰی اِلٰی ظِلِّ ھٰذِہِ الْاَشْجَارِ الْیَوْمَ فَیَجِیْئُوْنَ فَیَجْلِسُوْنَ تَحْتَ الْاَشْجَارِ ثُمَّ یُوْضَعُ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ مَّائِدَۃً مِّنْ نُّوْرٍ فِیْھَا مَا یَشْتَھِیْہِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ فَیُقَالُ لَھُمْ کُلُوْا مِنْھَا جَمِیْعًا (کذا فی مکاشفۃ الاسرار) ترجمہ فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تحقیق خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ایک شہر نور کا نیچے عرش معلی کے کہ وہ برابر ہے دس دنیا کے اور اوس مین ہزار درخت ہین موتی اور یاقوت اور زمرد اور مونگے کے اور جب قیامت ہوگی نکلین گے پتے اون کے پس ندا کرے گا ایک منادی اللہ کی طرف سے کہان ہین وہ لوگ کہ نماز پنجگانہ جماعت سے ادا کرتے تھے اور بعد اوس کے حلقۂ علم مین بیٹھتے تھے آئین آج ان درختون کے سائے کے نیچے پس آئین گے وہ لوگ اور بیٹھین گے نیچے اون درختون کے اور رکھے جائین گے سامنے اون کے خوان نور کے اون مین وہ وہ چیزین ہون گی جو انکا جی چاہے گا اور خوش ہون گے اوس سے اونکی آنکھین پھر کہا جائیگا اون کو کھاؤ تم سب حدیث وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّؤْمِنٍ یَحْزُنُ عَوْتَ الْعَالِمِ اِلَّا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ ثَوَابَ اَلْفِ عَالِمٍ وَّاَلْفِ

شَہِیْدٍ وَکَذَا قَالَ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ وَفِی
الْکَوَاشِیْ مَنْ شَتَمَ اِمْرَاءً مِّنْ اَہْلِ الْعِلْمِ بِکَلِمَۃٍ الْجِمَاعِ یَکْفُرُ وَتَطْلُقُ اِمْرَأَتُہٗ
طَلَاقًا بَائِنًا عِنْدَ مُحَمَّدٍ وَقَالَ صَدْرُ الشَّہِیْدِ فِیْ فَتَاوٰی بَدِیْعِ الدِّیْنِ مَنْ
اَسْتَخَفَّ بِالْعَالِمِ یَکْفُرُ وَتَطْلُقُ اِمْرَأَتُہٗ بَائِنًا وَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ
سَیَاْتِیْ زَمَانٌ عَلٰی اُمَّتِیْ یَفِرُّوْنَ مِنَ الْعُلَمَآءِ وَالْفُقَہَآءِ فَیَبْتَلِیْہِمُ اللّٰہُ تَعَالٰی
بِثَلَاثِ بَلِیَّاتٍ اَوَّلُہَا یَرْفَعُ الْبَرَکَۃَ مِنْ کَسْبِہِمْ وَالثَّانِیَۃُ یُسَلِّطُ اللّٰہُ تَعَالٰی
عَلَیْہِمْ سُلْطَانًا ظَالِمًا وَالثَّالِثَۃُ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الدُّنْیَا بِغَیْرِ اِیْمَانٍ کَذَا فِیْ
مکاشفۃ الاسرار) ترجمہ فرمایا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس مومن نے
کہ غم کیا کسی عالم کے مرنے سے لکھتا ہے خدا تعالی واسطے اوس کے ثواب
ہزار عالمون اور ہزار شہیدونکا اور فرمایا آپ نے کہ مرنا ایک عالم کا گویا مرنا ایک جہانکا ہے
اور کواشی مین لکھتا ہے جو شخص کہ گالی دے کسی عالم کو فحش کلام سے پس کافر ہو جاتا ہے
وہ اور مطلقہ ہو جاتی ہے عورت اوسکی بطلاق بائن نزدیک امام محمد رحمہ اللہ علیہ کے اور
کہا صدر شہید رحمہ اللہ علیہ نے فتاوی بدیع الدین مین جس نے حقارت اور اہانت کی
عالم کی کافر ہوا وہ اور مطلقہ ہوئی عورت اوسکی اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
قریب ہے کہ آئیگا ایک زمانہ امت میری پر کہ بھاگین گے لوگ علما اور فقہا سے پس
مبتلا کرے گا اون کو اللہ تعالی تین بلاؤن مین اول اوٹھ جائے گی برکت کسب
اون کے سے دوم بھیجے گا خدا تعالی اونپر بادشاہ ظالم سوم ایسے لوگ دنیا سے
بے ایمان جائین گے پس مسلمانون کو چاہئے کہ عالمون کی عزت کرین اور اون کی
صحبت سے فیض لین اور اون کی شان مین کوئی کلمہ بے ادبی یا گستاخی کا نہ کہین مبادا

اعمال سے آج کل یہہ سب باتیں موجود ہیں حدیث رُوِیَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ یُؤْتٰی بِاَرْبَعَۃِ نَفَرٍ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّۃِ بِغَیْرِ رُؤْیَۃِ الْحِسَابِ وَالْعَذَابِ اَلْاَوَّلُ الْعَالِمُ الَّذِیْ عَمِلَ بِعِلْمِہٖ وَ الثَّانِیْ الْحَاجُّ الَّذِیْ حَجَّ بِغَیْرِ عَمَلِ الْفَسَادِ وَالثَّالِثُ الشَّہِیْدُ الَّذِیْ قُتِلَ فِی الْمَعْرَکَۃِ وَالرَّابِعُ السَّخِیُّ الَّذِیْ اکْتَسَبَ مَالًا حَلَالًا وَاَنْفَقَہٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِغَیْرِ رِیَاءٍ فَیُنَازِعُ بَعْضُہُمْ بَعْضًا لِدُخُوْلِ الْجَنَّۃِ اَوَّلًا فَیُرْسِلُ اللّٰہُ تَعَالٰی جِبْرَئِیْلَ لِیَحْکُمَ بَیْنَہُمْ فَیَسْئَالُ الشَّہِیْدَ اَوَّلًا فَیَقُوْلُ لَہٗ مَا عَمِلْتَ فِی الدُّنْیَا وَاَنْتَ تُرِیْدُ دُخُوْلَ الْجَنَّۃِ اَوَّلًا فَیَقُوْلُ قُتِلْتُ فِی الْمَعْرَکَۃِ لِرِضَی اللّٰہِ تَعَالٰی عَنِّیْ فَیَقُوْلُ مِمَّنْ سَمِعْتَ ثَوَابَ الشَّہِیْدِ فَیَقُوْلُ مِنَ الْعُلَمَاءِ فَیَقُوْلُ احْفَظِ الْاَدَبَ وَلَا تَقَدَّمْ عَلٰی مُعَلِّمِکَ ثُمَّ یَرْفَعُ رَاْسَہٗ اِلَی الْحَاجِّ فَیَقُوْلُ مِثْلَ ذٰلِکَ ثُمَّ اِلَی السَّخِیِّ فَیَقُوْلُ مِثْلَ ذٰلِکَ ثُمَّ یَقُوْلُ الْعَالِمُ اِلٰہِیْ مَا حَصَّلْتُ الْعِلْمَ اِلَّا بِسَخَاوَۃِ السَّخِیِّ وَبِسَبَبِ اِحْسَانِہٖ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ صَدَقَ الْعَالِمُ یَا رِضْوَانُ افْتَحْ اَبْوَابَ الْجَنَّۃِ حَتّٰی یَدْخُلَ السَّخِیُّ الْجَنَّۃَ وَہٰؤُلَاءِ بَعْدَہٗ (کذا فی مشکوۃ الانوار)

ترجمہ روایت ہے حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ لائے جائینگے قیامت کے دن چار شخص بغیر حساب اور عذاب کے دروازہ بہشت پر اول عالم باعمل دوم وہ حاجی کہ جسنے حج کیا بغیر قصور شکر اور فساد کے سوم وہ شہید کہ مارا گیا جہاد میں چہارم وہ سخی کہ حاصل کیا مال حلال اور خرچ کیا اوسکو خدا تعالی کی راہ میں بغیر ریا کے پس جھگڑینگے یہہ لوگ باہم واسطے پہلے داخل ہونے بہشت کے پس بھیجیگا خدا تعالی جبرئیل علیہ السلام کو تاکہ وہ انصاف کریں

درمیان اون لوگون کے پس وہ پوچھین گے پہلے شہید سے اورکہین گے اوس کو کہ
کونسا عمل اچھا کیا تونے دنیا مین کہ آج ارادہ رکہتا ہے تو بہشت مین سب سے پہلے
جانے کا پس کہے گا وہ کہ قتل کیا گیا مین لڑائی مین تا کہ راضی ہو اللہ تعالی مجھ سے پس
پوچھین گے حضرت جبرئیل علیہ السلام کس سے سنا تھا تونے ثواب شہادت کا پس
کہے گا شہید عالمون سے پس کہین گے اوس سے حضرت جبرئیل علیہ السلام ادب کے
اپنے معلم اوستاد کا اور مرشد سے مت کر اوس پر بعد اوسکے مخاطب ہون گے طرف
حاجی کے اور کہین گے اوس کو بھی ایسا ہی مخاطب ہون گے طرف سخی کے
اور کہین گے اوس کو بھی ایسا ہی بعد اوس کے کہے گا عالم خداوندا حاصل کیا مینے
علم کو بسبب سخاوت سخی کے اور احسان اوس نے مجھ پر پس فرمائیگا اللہ تعالی جلشانہ
سچ کہا عالم نے بعد اس کے حکم کرے گا خداوند تعالی رضوان جنت کو کہ کھولدے
دروازے جنت کے تاکہ داخل ہو سخی پہلے سب سے اور لوگ بعد اوس کے

حدیث وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَضْلُ الْعَالِمِ
عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاکُمْ وَکَذَا اَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِبْرَاھِیْمَ
عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَا عَلِیْمٌ اُحِبُّ عَلِیْمًا وَقَالَ حَسَنٌ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ مِدَادُ
الْعُلَمَاءِ یُوْزَنُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِدَمِ الشُّھَدَاءِ فَیَتَرَجَّحُ مِدَادُ الْعُلَمَاءِ
عَلٰی دَمِ الشُّھَدَاءِ وَکَذَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ
کُنْ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا اَوْ سَامِعًا وَلَا تَکُنْ رَابِعًا فَتَھْلِکُ قِیْلَ یَا
رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ فَقَالَ الْعِلْمُ بِاللّٰہِ لِاَنَّ قَلِیْلَ
الْعَمَلِ یَنْفَعُ مَعَ الْعِلْمِ وَاِنَّ کَثِیْرَ الْعَمَلِ لَا یَنْفَعُ مَعَ الْجَھْلِ فَعَلَیْکُمْ

مِنْ هٰذَا اَنَّ الْعِلْمَ اَشْرَفُ مِنَ الْعِبَادَةِ وَلٰكِنْ لَابُدَّ لِلْعَبْدِ مِنَ
الْعِبَادَةِ مَعَ الْعِلْمِ وَاِلَّا لَكَانَ عِلْمُهٗ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا وَقَالَ النَّظَرُ
اِلٰی وَجْهِ الْعَالِمِ عِبَادَةٌ وَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ
اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ وَاَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتَّی النَّمْلَةَ فِیْ جُحْرِهَا
وَالْحُوْتَ فِی الْبَحْرِ لَيُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ (زبدة الواعظين)

ترجمہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فضیلت عالم
کی عابد پر اتنی ہے جتنی میری فضیلت ہے ایک ادنے تمہارے پر اور وحی
بھیجی اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کہ ہیں علیم یعنے عالم ہوں
اور دوست رکھتا ہوں عالم کو اور کہا حسن رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے روشنائی
عالموں کی دواتوں کی جس سے اللہ کے واسطے مسائل دین کے لکھتے ہیں
وزن کی جائے گی قیامت کے دن مقابلے میں خون شہیدوں کے پس ترجیح
دی جائے گی سیاہی کو عالموں کی شہیدوں کے خون پر اور ایسا ہی فرمایا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہو تو سکھانیوالا یا سیکھنے والا یا سننے والا
اور مت ہو تو چوتھا پس ہلاک ہوگا کہا کسی نے یا رسول اللہ کونسا عمل افضل ہے
فرمایا حضرت خیر البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم دین کیونکہ تھوڑا عمل نفع
دیتا ہے علم کے ساتھ اور بہت عمل نفع نہیں دیتا ہے ساتھ جہالت کے پس معلوم ہوا
اس سے کہ علم بہتر ہے عبادت سے مگر ضرور ہے بندے کو عبادت کو کرنا باوجود
علم کے ورنہ ہوگا علم اوس کا غبار پراگندہ یعنے بے فائدہ اور نظر کرنا چہرے
عالم کی طرف عبادت ہے اور فرمایا سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ تعالی کی

فرشتے اور اہل آسمان اور زمین یہان تک کہ چونٹیان اپنے سوراخون مین اور
مچھلیان دریا مین درود بھیجتے ہین اوس شخص پر جو کہ سکھاتا ہے لوگون کو
علم دین کا پس زہے نصیب اوس شخص کے جو علم دین کا سکھا دے

حدیث قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قِوَامُ الدُّنْیَا بِاَرْبَعَۃِ
اَشْیَاءَ اَوَّلُہَا بِعِلْمِ الْعُلَمَاءِ وَالثَّانِیْ بِعَدْلِ الْاُمَرَاءِ وَالثَّالِثُ
بِسَخَاوَۃِ الْاَغْنِیَاءِ وَالرَّابِعُ بِدَعْوَۃِ الْفُقَرَاءِ وَلَوْلَا عِلْمُ الْعُلَمَاءِ
لَهَلَكَ الْجَاهِلُوْنَ وَلَوْلَا سَخَاوَۃُ الْاَغْنِیَاءِ لَهَلَكَ الْفُقَرَاءُ وَ
لَوْلَا دُعَاءُ الْفُقَرَاءِ لَهَلَكَ الْاَغْنِیَاءُ وَلَوْلَا عَدْلُ الْاُمَرَاءِ
لَاَكَلَ بَعْضُ بَعْضًا كَمَا يَاْكُلُ الذِّئْبُ الْغَنَمَ **ترجمہ** فرمایا
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مضبوطی دنیا کی چار چیزون سے ہے اول عالمون
علم سے دوسرے حاکمون کے عدل سے تیسرے مالدارونکی سخاوت سے چوتھے فقیرونکی
دعا سے پس اگر نہوتا علم عالمون کا تحقیق گمراہ ہوتے تمام جاہل اور اگر نہوتی سخاوت
مالدارونکی البتہ ہلاک ہوتے تمام فقیر اور اگر نہوتی دعا فقیرون کی ضرور ہلاک ہوتے تمام مالدار
اور اگر نہوتا انصاف امیرون کا کھا جاتے بعض آدمی بعض کو جیسا کہ کھاجاتا ہے بھیڑیا
بکری کو **حدیث** وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ اَنْفَقَ دِرْهَمًا
عَلٰی طَالِبِ الْعِلْمِ فَكَاَنَّمَا اَنْفَقَ مِثْلَ جَبَلِ اُحُدٍ مِنَ الذَّهَبِ الْاَحْمَرِ
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی
صَلٰوۃً فِی الْجَمَاعَۃِ مَعَ الْمُسْلِمِیْنَ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا لَمْ تَفُتْہُ رَكْعَۃٌ كَتَبَ
اللّٰہُ لَہٗ بَرَاءَۃً مِّنَ النِّفَاقِ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی

الصُّبْحِ ثُمَّ جَلَسَ لِيَذْكُرَ اللّٰهَ تَعَالٰی یُعْطِیَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الْفِرْدَوْسِ سَبْعِیْنَ قَصْرًا مِّنْ ذَهَبٍ وَّفِضَّةٍ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّمَا مَثَلُ الصَّلٰوةِ کَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ عَلٰی بَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ فِیْهِ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ یَبْقٰی عَلَیْهِ وَسَخٌ قَالُوْا لَا قَالَ کَذٰلِكَ الصَّلٰوةُ تَغْسِلُ الذُّنُوْبَ (دقایق الاخبار) **ترجمہ** فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے دیا کسی طالب علم کو ایک درہم گویا کہ دیا اوس نے راہ خدا مین جبل احد کے برابر سرخ سونا اور فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسنے نماز پڑہی جماعت کے ساتھ چالیس دن کہ نہ فوت ہوئی اوسکی کوئی رکعت لکہتا ہے اللہ تعالی واسطے اوس کے بیزاری نفاق سے اور فرمایا رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے جس نے نماز پڑہی صبح کی اور بیٹھا واسطے ذکر خدا کے دیگا اللہ تعالی اوس کو ستر بالاخانے فردوس مین سونے اور چاندی کے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مثل نماز کی مثل نہر جاری کی ہے تمہارے دروازے پر جو شخص غسل کرتا ہے اوس مین ہر دن پانچ مرتبہ کیا باقی رہے گا میل اوس کے بدن پر پھر عرض کیا لوگون نے نہین فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی نماز پنج وقتہ دہوتی ہے گناہون کو اور ہوجاتا ہے نمازی پاک صاف

محکمۂ افتا

متعدد ضرورتیں اسکی داعی ہیں کہ ہندوستان میں محکمۂ افتا قائم کیا جاوے تاکہ جن مسلمانوں کو مسائل دریافت کرنیکی ضرورت ہو وہ دریافت کر سکیں اور انہیں محقق اور جلد جواب ملے۔ اگرچہ آج بھی علما جواب دیتے ہیں مگر جہانتک مشاہدہ ہے اور تجربے سے معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اکثر سائلین جواب سے محروم رہتے ہیں۔ اگر جواب ملا بھی تو بہت دیر میں اور جواب کا محقق اور لائق اطمینان ہونا تو مشکل ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمارے علما کو اس اہم کام کی طرف خاص توجہ نہیں ہے۔ درس تدریس وغیرہ مشاغل میں رہتے ہیں تبعاً اور ضمناً اسے بھی کر دیتے ہیں۔

اکثر کے خیال میں فتوی نویسی آسان امر ہے مگر درحقیقت نہایت ہی مشکل ہے اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اکثر لوگوں نے مسئلہ دریافت کرنا چھوڑ دیا جو سامنے آگیا اوس سے دریافت کر لیا اسے علم ہو یا نہو اور اس نے بھی اپنے قیاس سے جو جی میں آیا کہدیا نعوذ باللہ حالانکہ اگلے علما نے بے سمجھے بوجھے اور بغیر کتاب کے ملاحظہ کیے ہر ایک استفتے پر فتوے دینے سے بہت احتیاط کرتے تھے وہ خائف رہتے تھے بلا تحقیق جھٹ پٹ حکم لگانیوالے مفتیوں کے واسطے چند شدید وارد ہوئی ہیں اَجرَؤکم علی الفتوای اَجرؤکم علی النار پس اس سبب سے ندوۃ العلما نے قصد کیا ہے کہ چند عالم خاص کر تفسیر حدیث فقہ کو خوب جانتے ہوں اسی کام کے لیے معین کریں تاکہ وہ عام مسلمانوں کے سوالات کا جواب دیا کریں اور شب و روز مسائل کی تحقیق کیا کریں وہیں سے ضروری مسائل کے مختصر رسالے بھی طبع ہو کر شایع ہوں۔ اس طور سے محکمہ کا اجرا اوسی وقت ہو سکتا ہے کہ اہل ہمت ادہر توجہ کریں۔ اور اسکے لیے سرمایہ ہونا چاہیے بالفعل ایک عالم خاص اسی کام پر مقرر کیے گئے ہیں جن صاحبوں کو جو مسئلہ دریافت کرنا ہو بتوسط ندوۃ العلما دریافت کر سکتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ حتی الامکان جواب جلد دیا جایگا مگر شرط یہ ہے کہ دریافت کرنا اطلاعاً ہو کسی کی غرض سے نہو

فہرست

کتب مرقومہ ذیل نزد فدوی موجود ہیں جن حضرات کو خریداری منظور ہو حسب ذیل
پتہ سے طلب فرمائیں بشرط زر نقد ہو

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
حدیقۃ الاحباب فی احوال اصحاب اللہ	۸؍	کیمیاء انسان	۲عـــ؍
وقار الاسلام	۸؍	خلاصہ غایۃ الاقتدار	۸؍
جعفر و عباسہ	عـــ۸؍	قصہ عورت دلہ	۳؍
رقعہ عبرت	عـــ۸؍	سلوک حقیقی	۳؍
فرق بین الاسلام و تہذیب اردو	۱۰؍	دیوان مرزا احمد	۲عـــ؍
مناقب محبت و شوق مصنفہ مولوی محمد علی صاحب	۸؍	فلاح کونین فی فضائل حرمین شریفین	عال
حقیقت روح انسانی	۶؍	تریاق اعظم	۱۲؍
شرح لوح شریف	۶؍	باغ نسوان	۳عـــ؍
دیوان خاموش	۴؍	ملفوظات خواجہ عبد اللہ	۴؍
نظم بینظیر	عـــ۸؍	مرآت العارفین	۲عـــ۸؍
علاج الباہ	عال	شرح رباعیات جامی	۸؍
مجموعہ فتاوی عزیزی اردو	عـــ۸؍	شرح لمعات شرح سوسہ	۱۲؍
خلاصہ احکام قتل	۲؍		

تحفہ سبحانی ترجمہ فتح ربانی جو حضرت محبوب سبحانی کا وعظ شریف معروفہ مجالس ستین قابل دید قیمت ہے

ماسوا اس کے اور بہت سی کتب مشتہر کے پاس موجود ہیں حسب الطلب ارسال خدمت شریف

المشتہر ملا محمد مراد تاجر کتب مشتہر بے و نقار خانہ قدیم حسین خان بیگم بازار